یکے از مطبوعات
شعبۂ اشاعت لجنہ اماء اللہ کراچی
بسلسلہ صد سالہ جشنِ تشکر

تُم دیکھ کر بھی بد کو بچو بد گمُان سے

ڈرتے رہو عِقابِ خُدائے جہان سے

شاید تمھاری آنکھ ہی کر جائے کچھُ خطا

شاید وہ بد نہ ہو جو تمھیں ہے وُہ بدنما

شاید تمھُاری فہم کا ہی کچھُ قصُور ہو!

شاید وہ آزمائشِ ربِّ غفور ہو

بندوں میں اپنے بھید خُدا کے ہیں صَد ہزار

تم کو نہ عِلم ہے نہ حقیقت ہے آشکار

پس تُم بچاؤ اپنی زباں کو فساد سے

ڈرتے رہو عقوبتِ ربّ العباد سے

دو عُضو اپنے جو کوئی ڈر کر بچائے گا

سیدھا خُدا کے فضل سے جنّت میں جائے گا

وہ اِک زباں ہے عُضوِ نہانی ہے دُوسرا

یہ ہے حدیثِ سیّدِنا سیّد الوریٰؐ

کلام، حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ

آدابِ حیات

امۃ الرفیق ظفر

یکے از مطبوعات
شعبۂ اشاعت لجنہ اماء اللہ کراچی
بسلسلہ صد سالہ جشنِ تشکر

شعبۂ اشاعت محترمہ امتہ الحیٔ خالد صاحبہ اور محترمہ امتہ الباری نعیم صاحبہ کا
ممنون ہے جنہوں نے اپنے درج ذیل بزرگوں کی طرف سے اس کتاب کا خرچ ادا کیا ہے
اللہ تعالیٰ ان کی قربانی کو قبول فرمائے۔ فجزاھن اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

- مکرم محترم جناب چوہدری تاج محمد صاحب کاہلوں آف چھور (رفیق حضرت مسیح موعود)
- مکرم محترم جناب محمد دین صاحب مرحوم آف تلونڈی
- مکرم محترم جناب چوہدری محمد شریف صاحب مرحوم آف ساہیوال (رفیق حضرت مسیح موعود)
- مکرم محترم جناب چوہدری شاہنواز صاحب مرحوم

اللہ تعالیٰ ان محترم بزرگوں کو جنت کے اعلیٰ ترین درجات سے نوازے۔

آمین اللھم آمین

انتساب

خاکسار اپنی اس کتاب کو اپنی نہایت قابل صد احترام چھوٹی آپا حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اطال اللہ بقاءھا کے نام منسوب کرتی ہے۔ جن کی برکت اور صحبت اور دُعاؤں سے عاجزہ کو دین کی محبت عطا ہوئی اور جن کی زیرِ تربیت گُزارے ہوئے چار سال میری زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ ہیں۔

اللہ تعالےٰ آپ کی عُمر و صحت میں بے انداز برکت دے اور آپ کے بابرکت وجود سے ہمیشہ فیضیاب کرے۔ آمین

خاکسار
امۃ الرفیق ظفر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کا بے حد و حساب شکر ہے کہ اس نے لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی کے شعبہ اشاعت کو صد سالہ جشنِ تشکر کے موقع پر کتب شائع کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جس طرح انسان کی ظاہری ربوبیت کے انتظامات کئے ہیں۔ اسی طرح روحانی پرورش کے لئے انبیاء مبعوث کئے ہیں۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری شریعت اور مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم "کان خلقہ القرآن"[1] گویا دونوں توام اور ایک ہی سیپ کے دو موتی ہیں۔ اس کتاب کے ماٰخذ بھی یہ دونوں موتی ہیں۔ انہی کی تعلیم کی روشنی میں "آدابِ حیات" تلاش کئے گئے ہیں۔ محترمہ امۃ الرفیق ظفر صاحبہ نے شعبہ تعلیم کے تحت انہیں ترتیب و تحریر کیا ہے۔ یہ لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی کی سیکرٹری تعلیم اور بہت سرگرم اور انتہائی پرخلوص رکن ہیں۔ جزاہا اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

حضرت مسیح موعود (آپ پر سلامتی ہو) نے فرمایا ہے۔

"قرآن شریف کی مثال ایک باغ کی ہے کہ ایک مقام سے انسان ایک قسم کا پھول چنتا ہے پھر آگے چل کر اور قسم کا پھول چنتا ہے پس چاہیئے کہ ہر ایک مقام کے مناسبِ حال فائدہ اٹھاوے۔"

(الحکم ۲۱ جنوری ۱۹۰۴ء)

---

[1] مسند احمد بن حنبل جلد ۶ صفحہ ۹۱ مطبوعہ مطبع میمنیہ مصر

"قرآن کریم وہ تمام آداب سکھاتا ہے کہ جن کا جاننا انسان کو انسان بننے کے لئے نہایت ضروری ہے اور ہر ایک فساد کی اسی زور سے مدافعت کرتا ہے کہ جس زور سے وہ آج کل پھیلا ہوا ہے اس کی تعلیم نہایت مستقیم اور قوی اور سلیم ہے۔ گویا احکام قدرتی کا ایک آئینہ ہے اور قانونِ فطرت کی ایک عکسی تصویر ہے۔"

(براہین احمدیہ حصہ دوم صفحہ ۹۱، ۹۲)

نقشِ ثانی

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آداب حیات کے متعلق ایک اصولی ہدایت موصول ہوئی جس کے تحت اس کی نظر ثانی کی گئی اب اس میں تمام حوالے درج کر دیئے گئے ہیں۔ اصولی ہدایت افادہ عام کے لئے درج کی جاتی ہے۔

"یہ ایک مفید کتاب ہے جیسے دوسری زبانوں میں تراجم کے لئے استعمال کرنا مدّنظر تھا لیکن اس میں جو بنیادی نقائص رہ گئے ہیں ان کی درستی ضروری ہے۔ قرآن کریم کے حوالوں میں سورۃ کا نام اور آیت نمبر وغیرہ دیا جانا چاہیئے جبکہ احادیث کے حوالوں میں کتاب کا پورا نام، پھر اندرونی ذیلی کتابوں کا نام اور پھر باب کا ذکر ہونا چاہیئے۔ مثلاً جامع الترمذی ابواب الصوم۔ باب ماجاء فی فضل شہر رمضان۔ علاوہ ازیں باقی کتب کے حوالوں میں کتاب کا نام، مصنف کا نام، جلد نمبر، صفحہ نمبر، سنِ اشاعت، ناشر وغیرہ کا ذکر کر کے مکمل حوالہ دینا چاہیئے۔ ان امور کے لحاظ سے بھی اسے پڑھ کر بہت کمی محسوس ہوئی ہے۔ باقی مواد جمع کرنے کے لحاظ سے بہت عمدہ کوشش ہے۔ بڑی محنت کی گئی

ہے۔ تاہم یہ چھوٹی چھوٹی باتیں جن کی طرف توجہ دلائی ہے ان کو پیش نظر رکھ کر جب آپ اس کتاب پر نظر ثانی کریں گی تو انشاءاللہ یہ بہت مفید اور بلند پایہ کتاب ثابت ہوگی۔"

مکرم محترم جناب امیر صاحب جماعت احمدیہ کراچی کے توسط سے یہ اہم کام مکرم محترم سلطان محمود انور صاحب (ناظر اصلاح وارشاد) کے سپرد کیا گیا۔ آپ کی نگرانی میں جن مربیان کرام نے حوالہ جات کی تخریج کے سلسلے میں عرقریزی سے کام کیا ان کے نام ممنونیت کے ساتھ بغرض دعا درج کئے جارہے ہیں۔

محترم ظفر احمد ظفر صاحب

محترم داؤد احمد منیب صاحب

محترم طاہر احمد بھٹی صاحب

کتاب کی اصلاح و پروف ریڈنگ میں عزیزہ امۃ الشکور امجد بیگ صاحبہ اور عزیزہ امۃ الباری ناصر صاحبہ نے بہت محنت کی ہے۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

آداب گفتگو کے باب میں چغلی اور غیبت کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات سے اضافہ بھی کیا گیا ہے۔

خدا کرے تمام قارئین ان ہدایت کے چشموں سے سیراب ہو کر حقیقی اسلام سیکھ لیں اور اپنی نجات کی راہیں اختیار کریں۔

سلیمہ میر

صدر لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرض حال

اسلام وہ واحد عالمگیر مذہب ہے جس نے انسان کی ہر شعبۂ زندگی کے متعلق راہنمائی کی ہے۔ اس نے انسان کو رُوحانی، مذہبی، ملّی، اجتماعی، معاشرتی اور عائلی زندگی گزارنے کے طریقے نہایت احسن رنگ میں بتائے شریعت اسلامیہ کے تمام احکامات میں حکمت اور جامع ہدایات موجود ہیں۔

سب سے بڑی راہ آداب ومراتب کی راہ ہے۔ محسنِ انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبّہ ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے۔ پُرسکون زندگی گزارنے کے لئے جتنے بھی اطوار و آداب تھے۔ وہ آپؐ کے اقوال وافعال سے صحابہ کرامؓ نے سیکھے۔ اللہ تعالےٰ نے آپؐ کے بابرکت وجود کو کائنات میں بسنے والے ہر انسان کے لئے اُسوہ حسنہ ٹھہرایا ہے۔ جیساکہ وہ فرماتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

(سورۃ الاحزاب : ۲۲)

کامل شریعت کے حامل بانئ اسلام کی حیاتِ طیبّہ میں بیک وقت علم وعمل کی لازوال خوبیاں موجود ہیں۔ آپ قرآنی تعلیمات کا مرقع تھے۔

حضرت عائشہؓ آپؐ کے اخلاق و اطوار کی گواہی یوں دیتی تھیں۔

كان خلقه القرآن۔ کہ آپ قرآنِ مجید کی عملی تصویر تھے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۶ ص۹۱)

آپؐ کے اوصاف حمیدہ اور شمائل جلیلہ اور آدابِ حسنہ آج بھی ہمیں ایک کامیاب، مثالی جنتی زندگی گزارنے کا درس دے رہے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آپؐ کے بتائے ہوئے احکامات اور فرمودات کی وجہ سے آج بھی عالمگیر نظامِ تربیت وتمدّن کی اساس قائم ہے۔

رُوحانیت کی بُنیاد ادب پر موقوف ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ (آپ پر سلامتی ہو) فرماتے تھے۔

الطریقۃ کُلُّھا ادبٌ

(ملفوظات جلد سوم ص۴۵۵، نیا ایڈیشن ص۶۴۲)

روحانیت کی تمام تر بُنیاد ادب پر ہے۔ روحانیت کی ترقی کے لئے ہم پر لازم ہے کہ ہم اسلام کے پیش کردہ آداب کو ہمیشہ ملحوظ رکھیں۔ تا وصالِ الٰہی کے جام نوش کر سکیں۔

کتاب آدابِ حیات میں جو آداب پیش کئے گئے ہیں ان کو قرآن مجید سُنّتِ نبویؐ اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

خدا کرے کہ ہم آدابِ زندگی کے ان بہتے ہوئے دھاروں سے مستفیض ہو کر اپنی عادات و اطوار کو اسلامی سانچے میں ڈھال لیں۔ ہمیشہ اسلامی عظمت و کردار کو اپنائیں۔ اور ادب وتادیب کے میدانوں سے گزرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے حقوق ادا کر سکیں۔ کیونکہ دین نام ہے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اس حقیر کوشش کو قبول فرمائے اور ہمیں ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔ آمین۔

خاکسار
امۃ الرفیق ظفر

فہرست مضامین

قرآن مجید کی تلاوت کے آداب

قرآن مجید حیّ وقیوم خدا کا وہ زندہ اور محفوظ پاک کلام ہے۔ جس کی ظاہری، باطنی اور معنوی حفاظت خدا تعالیٰ نے خود اپنے ذمّہ لے رکھی ہے جیسا کہ وہ سورۃ الحجر میں فرماتا ہے۔

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ

(سورۃ الحجر : ۱۰)

سنو! ہم نے ہاں یقیناً ہم نے ہی اس شرف وعزت والے کلام کو (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر) اتارا ہے۔ اور ہم اپنی ذات کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ یقیناً ہم خود اس کی حفاظت کریں گے۔

قرآن مجید آسمانی ہدایت کا وہ مُرصّع تاج ہے جس پر تمام شریعتیں متفخر و نازاں ہیں۔ قرآن مجید ایک کامل اور جامع شریعت ہے اور ہدایت وحکمت کے ایسے وسیع معادن اپنے اندر رکھتا ہے جس کے خزینے بیش بہا اور کبھی نہ ختم ہونے والے ہیں۔ اس مقدس صحیفہ الٰہی کی عظمت وعزت اور ادب واحترام کے لئے ضروری ہے کہ ہم اس کی ہدایات وآداب کے بارے میں معرفت رکھتے ہوں۔

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کیا خوب فرماتے ہیں۔

قرآں خدا نما ہے خدا کا کلام ہے
بے اس کے معرفت کا چمن ناتمام ہے

(درثمین صفحہ ۷ مرتبہ محمد یامین صاحب شائع کردہ رانا محمد یوسف سنز)

ذیل میں قرآن مجید کی ظاہری و باطنی عزت و تذکرہ کے متعلق قرآن مجید احادیث نبویہ اور سنت رسولؐ کی روشنی میں آداب و امور پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ قرآن مجید عزت والا کلام ہے۔ اس لئے اسے پاکیزگی کی حالت میں چھوا اور پڑھا جائے

اللہ تعالیٰ سورۃ واقعہ میں فرماتا ہے۔

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝ فِیْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ (سورۃ الواقعہ : ۷۸ تا ۸۰)

جہاں اس کے معانی یہ ہیں کہ قرآن مجید کو وضو کر کے پڑھا جائے وہاں باطنی طور پر اس کے معانی یہ بھی ہیں کہ قرآن مجید کے حقائق و معارف صرف انہی لوگوں پر کھلتے ہیں جو دل کے پاک و صاف ہوں۔ بدکردار اور بد قماش اور گندے ذہن رکھنے والے لوگ قرآن مجید کے معارف اور بیش بہا حکمتوں سے بہرہ ور نہیں ہو سکتے اور جو لوگ گندے ارادوں سے اسے بگاڑنے کی نیت سے اس کو چھونا چاہیں وہ اس پاک کلام کو چھو نہیں سکتے۔ کیونکہ اس کتاب کے متعلق یہ دعویٰ ہے کہ یہ کتاب ہمیشہ ایسے ہاتھوں میں رہے گی جو معزز اور اعلیٰ درجہ کے نیکوکار ہوں گے۔ جیسا کہ سورۃ عبس میں آتا ہے۔

بِاَيْدِیْ سَفَرَةٍ ۝ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ۝

(سورۃ عبس ، ۱۶،۱۷)

قرآن مجید کی تلاوت کرنے کے لئے ہم پر لازم ہے کہ ہم پاک حال اور پاک دل ہو کر قرآن مجید کو چھوئیں۔

جنبی، محتلم، حائضہ اور مستحاضہ ہونے کی حالت میں قرآن مجید کو نہ پکڑا جائے۔

۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنے سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

پڑھنا چاہیئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ النحل آیت ۹۹ میں فرماتا ہے۔

فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

(سورۃ النحل : ۹۹)

کہ اے مخاطب! جب تو قرآن مجید پڑھے تو اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھا کر۔
قرآن مجید لازوال رحمتوں اور روحانی برکتوں کا خزانہ ہے جس کو مٹانے کے لئے شیطان ہر وقت تیار رہتا ہے۔ پس اس خزانہ کو کھولنے کے لئے اور شیطان کے حملوں سے بچنے کے لئے قرآن مجید کی تلاوت سے پہلے استعاذہ کا حکم دیا گیا ہے تاکہ قرآن پڑھنے والا شیطانی حملوں سے محفوظ ہو کر اللہ تعالیٰ کی پناہ میں چلا جائے۔

سنت نبویؐ سے بھی یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی تلاوت کے شروع میں اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھا کرتے تھے۔

(سُنّت نبویؐ سے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ پڑھنا ثابت ہے)

۳۔ قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر تلفظ کی صحیح ادائیگی کے ساتھ پڑھنا چاہیئے۔ کیونکہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے سے غلطی کا امکان نہیں رہتا۔ ہمیشہ رموز واوقاف کا لحاظ رکھ کر قرآن مجید کی تلاوت کرنی چاہیئے۔

حدیث میں آتا ہے۔ حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ حضرت انسؓ سے پوچھا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر قرأت پڑھتے تھے۔

فَقَالَ كَانَتْ مَدًّا ثُمَّ قَرَأَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يَمُدُّ بِبِسْمِ اللّٰهِ وَيَمُدُّ بِالرَّحْمٰنِ وَيَمُدُّ بِالرَّحِيْمِ

(بخاری کتاب فضائل القرآن باب مد القرأۃ)

انہوں نے جواباً فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرأت لمبی کر کے پڑھا کرتے تھے۔ اور پھر انہوں نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر بتلائی۔ بسم اللہ کو لمبا کر کے

پڑھتے، الرحمٰن کو لمبا کر کے پڑھتے اور اسی طرح الرحیم کو لمبا کر کے پڑھتے تھے۔

حضرت اُمّ سلمہؓ سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا۔

قِرَءَةٌ مُفَسَّرَةٌ حَرْفًا حَرْفًا

(ترمذی ابواب فضائل القرآن باب ماجا کیف کانا قرأۃ النبیؐ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت بالکل واضح ہوتی تھی اور ہر حرف جدا جدا ہوتا تھا۔

اِسی طرح حدیث میں آتا ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَطِّعُ قِرَأَتَهُ يَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ثُمَّ يَقِفُ ثُمَّ يَقُوْلُ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ثُمَّ يَقِفُ (ترمذی ابواب القراۃ عن رسولؐ اللہ)

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید جدا جدا کر کے پڑھتے تھے یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ پڑھ کر ٹھہر جاتے تھے پھر الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر ٹھہر جاتے تھے۔ یعنی درمیان میں وقفہ فرماتے تھے۔

قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کے بارہ میں ارشاد نبویؐ ہے۔

يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ اِقْرَأْ وَارْقَ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِى الدُّنْيَا فَاِنَّ مَنْزِلَكَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰيَةٍ تَقْرَأُهَا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد دوم صـ۱۹۲ مطبع میمنیۃ مصر)

قیامت کے دن صاحب قرآن سے کہا جائے گا کہ قرآن پڑھتا چلا جا اور جنت کے درجات میں ترقی کرتا چلا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا تیرا مرتبہ وہی ہے جہاں آخری آیت پر پہنچے۔

۴۔ قرآن مجید کی ہر روز باقاعدگی کے ساتھ تلاوت کرنی چاہیئے۔ اس کے پڑھنے کے لئے وقت کی تخصیص نہیں ہے۔ جب بھی وقت مُیسّر ہو اس پاک کلام کو پڑھنا چاہیئے جیسا کہ سورۃ المزّمّل میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ (سورة المزمل : ۲۱)

کہ قرآن مجید میں سے جتنا بھی مُیسّر ہو پڑھ لیا کرو۔

انسان جب چاہے اور جس وقت چاہے وہ کلام پاک کی تلاوت کر سکتا ہے لیکن فجر کے وقت قرآن مجید پڑھنا ایک مقبول عمل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ بنی اسرائیل میں فرماتا ہے۔

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا (سورة بنى اسرائيل : ۷۹)

یقیناً فجر کا قرآن پڑھنا اللہ کے حضور پیش ہونے والی چیز ہے۔

قرآن مجید پڑھنے والا جب قرآن مجید کا ایک دور مکمل کرتا ہے تو یہ دُعا مانگتا ہے جو قرآن مجید کے آخر پر دعائے ختم القرآن لکھی ہے۔ وَارْزُقْنِىْ تِلَاوَتَهٗ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَ اٰنَآءَ النَّهَارِ (دُعاء ختم القرآن)

اے اللہ تعالیٰ مجھے قرآن مجید کی تلاوت کی توفیق بخش رات کی گھڑیوں میں اور دن کی گھڑیوں میں بھی۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے تھے۔

وَاتْلُوْهُ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَاٰنَآءَ النَّهَارِ

قرآن مجید کی تلاوت کا جو حق ہے اسی کے مطابق تلاوت کیا کرو۔ رات اور دن کے اوقات میں۔

(شعب الایمان للبیہقی جلد دوم صفحہ ۳۵۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کو

فرماتے ہوئے سُنا کہ قرآن مجید پڑھو۔ قیامت کے دن اپنے اصحاب کی شفاعت کرنے والا ہوگا۔ (مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین وقصرھا باب فضل قرأۃ القرآن فی الصلوٰۃ وسورۃ البقرہ)

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھا۔ وہ ایک نیکی ہے۔ اور نیکی دس گنے ہوگی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ الف حرف ہے لام حرف ہے اور میم حرف ہے۔

(ترمذی ابواب فضائل القرآن باب ماجاء فی من قرأ حرفاً من القرآن مالہ من اجر)

۵۔ قرآن مجید کو اس وقت تک پڑھتے رہنا چاہیئے جب تک کہ اس میں دل لگا ہے۔

حدیث میں آتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔

اِقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ مَا ائْتَلَفَتْ عَلَيْهِ قُلُوْبُكُمْ فَاِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُوْمُوْا عَنْهُ۔ (بخاری ومسلم۔ مشکوٰۃ کتاب فضائل القرآن)

قرآن مجید کو اس وقت تک پڑھتے رہو جب تک اس میں دل لگا رہے۔ پس جب طبیعت اکتا جائے تو اُٹھ کھڑے ہو۔

۶۔ قرآن مجید کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھنا چاہیئے کیونکہ قرآن مجید کی تلاوت دلوں کے زنگ دور کرتی ہے اور روحانی بیماریوں سے شفا حاصل کرنے میں مدد دیتی ہے۔

قرآن مجید میں آتا ہے۔

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا (سورۃ المزمل: ۵)

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

زَيِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِكُمْ (مشکوٰۃ کتاب فضائل القرآن)

کہ تم قرآن مجید کو اپنی عمدہ آوازوں سے زینت دو۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ

(بخاری شریف، مشکوٰۃ کتاب فضائل القرآن)

کہ اس شخص کا ہم سے کوئی تعلق نہیں جو قرآن مجید کو خوش الحانی سے نہیں پڑھتا۔
اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔

حَسِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِکُمْ فَاِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ یَزِیْدُ الْقُرْاٰنَ حُسْنًا

(مشکوٰۃ کتاب فضائل القرآن)

اپنی عمدہ آوازوں کے ساتھ قرآن مجید پڑھا کرو۔ کیونکہ اچھی اور عمدہ آواز قرآن مجید کو حسن میں بڑھا دیتی ہے۔ اسی طرح حضورؐ فرماتے تھے۔

مَا اَذِنَ اللّٰہُ لِشَیْءٍ مَا اَذِنَ لِلنَّبِیِّ یَتَغَنّٰی بِالْقُرْاٰنِ

(مشکوٰۃ کتاب فضائل القرآن)

کہ نہ ہی اللہ نے اور نہ ہی نبیؐ نے سوائے قرآن مجید کے کسی اور چیز کو نغمی سے پڑھنے اور سننے کو پسند فرمایا۔

۷۔ قرآن مجید کی آیات میں اتصال اور مناسبت ہے۔ اس لئے قرآن مجید کی تلاوت کرتے وقت ترتیب اور ربط کو مدّ نظر رکھنا ضروری ہے۔ قرآن مجید کے ظاہری الفاظ اور عبارت کی ترتیب بھی خود خدا تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے (لفظ قرآن کے معانی بھی چیزوں کو جمع کرنا اور آپس میں ملانا کے ہیں۔ لفظ قرآن "فعلان" کے وزن پر ہے جو مبالغہ کے معنی دیتا ہے)۔

قرآن مجید کو ترتیب کے ساتھ پڑھنا چاہیئے اور اس کا دَور مکمل کرنا چاہیئے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے اور قرآن مجید کا دَور مکمل فرماتے تھے۔

(مشکوٰۃ کتاب فضائل القرآن)

۸۔ قرآن مجید کی تلاوت درمیانی آواز میں کرنی چاہیئے۔ نہ بہت بلند آواز سے اور نہ

بہت ہی آہستہ آواز سے قرآن مجید کی بلند آواز سے تلاوت کرنے میں بھی اجر و ثواب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔

الجَاهِرُ بِالقُرْآنِ كَالجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ وَالمُسِرُّ بِالقُرْآنِ كَالمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ (ترمذی الواب فضائل القرآن)

قرآن مجید کو بلند آواز سے پڑھنے والا علانیہ طور پر صدقہ دینے والے کی مانند ہوتا ہے اور آہستہ تلاوت کرنے والا خفیہ طور پر صدقہ دینے والے کی مانند ہے۔

۹۔ قرآن مجید کی تلاوت خشوع و خضوع کے ساتھ کرنی چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ زمر میں فرماتا ہے۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ۔

(الزمر: ۲۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے بہتر سے بہتر بات یعنی وہ کتاب اتاری ہے جو متشابہ ہے اور نہایت اعلیٰ ہے۔ جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ ان کے جسموں کے رونگٹے اس کے پڑھنے سے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کے چمڑے اور دل نرم ہو کر اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف جھک جاتے ہیں یہ اللہ کی ہدایت ہے وہ جسے چاہتا ہے اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے۔

سورۃ انفال میں فرماتا ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝

(الانفال: ۳)

مومن تو صرف وہی ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے اس کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ ان کے ایمان کو بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سورۃ الحدید میں فرماتا ہے۔

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ۔ (الحدید : ۱۷)

کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ مومنوں کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے اور اس کلام کے لئے جو حق کے ساتھ اترا ہے جھک جائیں۔

حضرت طاؤسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ

اَیُّ النَّاسِ اَحْسَنُ صَوْتًا لِلْقُرْآنِ وَاَحْسَنُ قِرَاءَۃً قَالَ اِذَا سَمِعْتَہٗ یَقْرَأُ اُرِیْتَ اَنَّہٗ یَخْشَی اللّٰہَ (مشکوٰۃ کتاب فضائل القرآن)

کہ کون سا شخص اچھی آواز سے قرآن مجید پڑھتا ہے اور کس کی قرأت اچھی ہوتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ جب تو اس سے قرآن مجید سنے تو تو معلوم کرے کہ وہ اس رنگ میں تلاوت کر رہا ہے کہ اس کا دل خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے متعلق بھی آتا ہے کہ آپ نہایت رقت اور خشیت کے ساتھ قرآن مجید پڑھا کرتے تھے اور آپ کی آنکھیں آنسو بہا رہی ہوتی تھیں۔

(بخاری مناقب انصار باب الہجرت صد ۵۵۳)

۱۰- قرآن مجید کو ہمیشہ سوز و گداز اور حضور قلب سے پڑھنا چاہیئے۔

قرآن مجید کو غور و فکر اور تدبّر کے ساتھ پڑھنا چاہیئے تاکہ اس کے معانی اور مطالب سے واقفیت ہو سکے اور اوامر و نواہی پر عمل کیا جا سکے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا

(سورۃ محمد : ۲۵)

کیا وہ قرآن پر غور نہیں کرتے۔ کیا ان کے دلوں پر ایسے قفل ہیں جو ان کے دلوں کی پیداوار ہیں

نیز فرماتا ہے

إِنَّا أَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ‎.(سورۃ یوسف :۳)

یقیناً ہم نے قرآن مجید کو جو اپنے مطالب کو خوب واضح کرنے والا ہے اُتارا ہے تاکہ تم عقل اور تدبر سے کام لو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے تھے۔

وَتَدَبَّرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

اور تم اس کے معانی پر تدبر کرو تاکہ تم کامیابی حاصل کر سکو۔

۱۱۔ قرآن مجید کو قوالوں اور گویّوں کی طرز پر نہیں پڑھنا چاہیئے۔ اسی طرح قرآن مجید کو موسیقی کے ساتھ پڑھنا اور شعروں اور غزلوں کی طرح پڑھنا بھی مستحسن نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ناپسند فرمایا ہے۔ آپ فرماتے تھے۔

اِقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ وَاَصْوَاتِهَا وَاِيَّاكُمْ وَلُحُوْنَ اَهْلِ الْعِشْقِ وَلُحُوْنَ اَهْلِ الْكِتَابَيْنِ. وَسَيَجِيْئُ بَعْدِيْ قَوْمٌ يُرَجِّعُوْنَ بِالْقُرْاٰنِ تَرْجِيْعَ الْغِنَاءِ وَالنَّوْحِ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ مَفْتُوْنَةٌ قُلُوْبُهُمْ وَقُلُوْبُ الَّذِيْنَ يُعْجِبُهُمْ شَأْنُهُمْ

(مشکوٰۃ کتاب فضائل القرآن)

تم عربوں کے طریقہ اور ان کے لحن اور لہجہ پر قرآن مجید پڑھا کرو اور ان کی آوازوں کو اختیار کرو۔ تم عشّاق (غزل خواں) اور اہل کتب کا لحن اور لہجہ اختیار کرنے سے بچو۔ میرے بعد ایک ایسی قوم آئے گی جو راگ اور گانے والوں اور نوحہ کرنے والوں کی طرح قرآن مجید بنا سنوار کر پڑھیں گے مگر قرآن مجید ان کی فصیلوں سے آگے نہیں اُترے گا مراد یہ ہے کہ ان کے دلوں پر اثر نہیں کرے گا۔

۱۲۔ قرآن مجید کی تلاوت کے وقت خاموش رہنا چاہیئے اور پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ قرآنِ مجید سُننا چاہیئے تاکہ خدا تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کو حاصل کیا جا سکے جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ الاعراف میں فرماتا ہے۔

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

(الاعراف ۲۰۵)

اور جب قرآن مجید پڑھا جائے تو اُسے غور سے سُنا کرو اور خاموش ہو جاؤ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

قرآنِ مجید کی تلاوت کے وقت شور کرنا کافروں کا شیوہ تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ حٰمٓ السجدہ میں فرماتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ○ (حٰمٓ سجدہ : ۲۷)

اور کافروں نے کہا کہ اس قرآن کو مت سُنو۔ اور اس کے سنانے کے وقت شور مچاؤ تاکہ تم غالب آجاؤ۔

۱۳۔ قرآنِ مجید کو اس یقین کے ساتھ پڑھنا چاہیئے کہ اس کے اندر معارف اور علوم کے غیر محدود خزانے ہیں اور یہ "شِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ" (یونس : ۵۸) کا مصداق ہے اور فتنوں سے بچنے کا ایک بھاری ذریعہ ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور فرمایا کہ عنقریب بہت سے فتنے پیدا ہوں گے۔ دریافت کیا گیا ان فتنوں سے خلاصی کی کیا صورت ہوگی اے جبرائیل۔ فرمایا فتنوں سے خلاصی کی صورت کتاب اللہ ہے۔

۱۴۔ قرآن مجید کی تلاوت کرتے وقت اگر سجدہ کی آیات آجائیں تو خواہ انسان کھڑا

ہو یا بیٹھا ہوا سے سجدہ تلاوت بجالانا چاہیئے۔ یہ سجدہ جتنا جلدی کیا جائے اتنا ہی اچھا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے لئے وضو کا ہونا بھی کوئی ایسا ضروری نہیں۔ اس سجدہ میں تسبیحات مسنونہ کے علاوہ یہ دُعا مانگی جاتی ہے۔

سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِي خَلَقَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ

(ترمذی ابواب الدعوات باب مایقول فی سجود القرآن جلد۲ صفحہ۱۸۰)

ترجمہ: میرا چہرہ سجدہ ریز ہے اُس ذات کے سامنے جس نے پیدا کیا اور اپنی قدرت خاص سے اُسے سننے اور دیکھنے کی قوت عطا کی۔

اَللّٰهُمَّ سَجَدَ لَكَ سَوَادِيْ وَاٰمَنَ بِكَ فُؤَادِيْ اے اللہ! میرا جسم تجھے سجدہ کرتا ہے اور میرا دل تجھ پر ایمان لاتا ہے۔ اور سجدہ تلاوت میں یہ دُعا بھی پڑھی جاتی ہے سَجَدَ لَكَ رُوْحِيْ وَجَسَدِيْ وَجَنَانِيْ۔ (ترمذی مایقول فی سجود القرآن جلد۲ صفحہ۱۸۰)

کہ اے اللہ! سجدہ کیا تیرے لئے میری رُوح نے اور میرے جسم نے اور میرے دل نے۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ نبی کریمؐ اگر ہمارے سامنے وہ سورۃ پڑھتے جس میں سجدہ ہوتا تو آپؐ سجدہ کرتے تھے۔ اور ہم بھی اسی وقت سجدہ کرتے تھے یہاں تک کہ ہم سے (مارے اژدہام کے) کوئی شخص پیشانی رکھنے کی جگہ نہ پاتا۔

(تجرید بخاری صفحہ۲۲۹)

امام اگر نماز میں یا نماز کے علاوہ سجدہ تلاوت کرے تو مقتدی بھی ساتھ سجدہ بجالائیں۔

۱۵ قرآن مجید کی تلاوت کرنے کے ساتھ ساتھ ہمیں قرآن مجید کی بعض سورتیں حفظ بھی کرنی چاہئیں۔ تاکہ خدا تعالیٰ کے نور سے ہم اپنے سینوں کو منور کر سکیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔

اِنَّ الَّذِيْ لَيْسَ فِيْ جَوْفِهٖ شَيْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ

(ترمذی ابواب فضائل القرآن)

جس شخص کے دل میں قرآنِ مجید کا کوئی حصّہ بھی محفوظ نہیں وہ بمنزلہ ویران گھر کے ہے۔

پس ضروری ہے کہ کم از کم قرآن مجید کے بعض حصوں کو حفظ کر کے ہم اپنے گھروں کی آبادی و رونق کے سامان پیدا کریں

۱۶ قرآن مجید کی تعلیم پر عمل کرنا چاہیئے تاکہ ہم حاملین قرآن بن کر خدا تعالیٰ کے اہل شمار کئے جا سکیں۔ حدیث میں آتا ہے۔

اِنَّ لِلّٰہِ اَھْلِیْنَ مِنَ النَّاسِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ ھُمْ قَالَ اَھْلُ الْقُرْاٰنِ اَھْلُ اللّٰہِ وَخَاصَّتُہٗ

(ابن ماجہ مقدمہ باب فضل من تعلّم القرآن و علّمہٗ باب ۱۴ ص ۱۷۵)

لوگوں میں سے کچھ اللہ تعالیٰ کے اہل ہیں۔ صحابہؓ نے دریافت فرمایا۔ یا رسول اللہ وہ لوگ کون ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ حاملین قرآن اللہ تعالیٰ کے اہل اور اس کے خاص بندے ہیں۔

۱۷ قرآن مجید پڑھ کر، یا ترجمہ سیکھ کر یا حفظ کر کے بھلانا نہیں چاہیئے۔

حضرت سعد بن عبادہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

مَا مِنْ اِمْرِیٍٔ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ ثُمَّ یَنْسَاہُ اِلَّا لَقِیَ اللّٰہَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَجْذَمَ

(سنن ابی داؤد باب نمبر ۱۱۵ التشدید فی من حفظ القرآن ثم نسیہٗ ص ۵۴۹

اردو ترجمہ علامہ وحید الزماں مطبع زاہد بشیر پرنٹرز لاہور)

کہ کوئی شخص بھی ایسا نہیں کہ جس نے قرآن مجید پڑھا اور اُسے سیکھا اور پھر اُسے بھلا دیا تو وہ قیامت کے دن مجذوم ہونے کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے ملے گا۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ قرآن باندھے ہوئے اونٹ کی

مثل ہے اگر اس کی خبر داری کرو تو رکا رہے گا اور اگر اس کو کھولا تو چلا جائے گا۔

(مشکوٰۃ کتاب فضائل القرآن باب فی مزاولۃ تلاوۃ القرآن)

قرآن مجید کو بھولنے سے بچانا چاہیئے۔ حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بات بری ہے کہ کوئی تم میں سے کہے کہ فلاں فلاں آیت بھول گیا۔ بلکہ یہ کہے کہ وہ آیت مجھ سے بھلا دی گئی۔ اور قرآن یاد رکھو کیونکہ وہ آدمیوں کے سینوں سے چلے جانے میں وحشی جانور سے زیادہ ہے۔

(تجرید بخاری حصہ دوم صـ۳۸۳)

۱۸۔ قرآن مجید کی آیات کی تلاوت کے وقت مندرجہ ذیل کلمات جواباً پڑھنے چاہئیں۔ مثلاً سورۃ الفاتحہ کے آخر میں وَلَا الضَّآلِّیْنَ کے جواب میں آمین کہنا مستحب ہے اس کے معانی ہیں۔ اے اللہ! تو ہماری دعا قبول فرما۔

وائل بن حجرؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہہ کر آمین کہتے تھے اور آواز دراز کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب القرأۃ فی الصلوٰۃ)

صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام آمین کہے تم بھی آمین کہو۔ جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے مل جائے اس کے تمام اگلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

(بخاری کتاب الدعوات باب التأمین)

سورۃ فتح میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے جواب میں صَلَّی اللہ علیہ وسلم کہنا چاہیئے۔

سورۃ الرحمٰن میں فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ کے جواب میں لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِعَمِکَ نُکَذِّبُ یَا رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب ہم تیری نعمتوں میں سے کسی چیز کی بھی تکذیب نہیں کرتے۔ (ترمذی ابواب التفسیر تفسیر سورۃ رحمٰن)

سورۃ الواقعہ کے آخر میں فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝ کے جواب میں سُبْحٰنَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ پاک ہے میرا رب بڑی عظمت والا۔

(تفسیر ابن کثیر جلد نمبر ۴ ص۳۰۱)

سورۃ بنی اسرائیل کی آخری آیت وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا اس کے جواب میں تَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ پڑھ کر آگے آیت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا ..... پڑھی جائے۔

(تفسیر ابن کثیر عربی مطبوعہ مصر جلد نمبر ۳ ص۷)

سورۃ الملک کے آخر میں فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَاۤءٍ مَّعِيْنٍ کے جواب میں اَللّٰهُ يَاْتِيْنَا بِهٖ وَهُوَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (تفسیر جلالین ص۴۶۶ مطبوعہ مطبع نظامی دہلی)

اللہ اُسے ہمارے پاس لائے گا اور وہ سب جہانوں کا پالنے والا ہے۔

سورۃ المزمل کے آخر میں وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ کے جواب میں اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ میں اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتا ہوں۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۴ ص۴۳۹ عربی مطبوعہ مصر فَاِنَّهٗ غفور الرحیم لمن استغفر)

سورۃ القیامۃ کے آخر میں اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى کے جواب میں بَلٰى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ہاں یقیناً وہ ہر چیز پر پورا پورا قادر ہے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۴ ص۴۵۲ عربی مطبوعہ مصر سُبْحَانَكَ فَبَلٰى)

سورۃ مرسلات کے آخر میں فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ کے جواب میں اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ہم اللہ پر ایمان لائے۔

(الاتقان جلد اوّل عربی ص۱۰۶ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور)

سورۃ النّبا کے آخر میں كُنْتُ تُرٰبًا کے جواب میں اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ میں اللہ سے

بخشش مانگتا ہوں۔

سورۃ الاعلیٰ کے شروع میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى ہ کے جواب میں سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْاَعْلٰى۔ پاک ہے میرا رب جو بلند شان والا ہے۔

(جواہر الاحسان تفسیر سورۃ الاعلیٰ)

سورۃ الغاشیہ کے آخر میں اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ہ کے جواب میں اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا يَّسِيْرًا۔

(تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۴۷۲ نیا ایڈیشن)

ترجمہ: اے اللہ! میرا حساب آسان لیجیو۔

سورۃ التین کے آخر میں اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ ہ کے جواب میں بَلٰى وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ۔

(جواہر الاحسان تفسیر سورۃ التین)

ترجمہ: ہاں اور میں اس بات پر گواہوں میں سے ہوں۔

سورۃ النصر کے آخر میں فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ کے جواب میں سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلَنَا (بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۃ النصر)

۱۹ - تلاوت کرتے وقت جہاں عذاب کا ذکر ہو وہاں یہ دعا کرنی چاہیے۔

اَللّٰهُمَّ لَا تُعَذِّبْنَا۔

اے اللہ ہم کو عذاب میں مبتلا نہ کر اور جہاں جنت کا ذکر ہو تو دعا کریں۔

اَللّٰهُمَّ اَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِكَ (الاتقان جلد اول صفحہ ۱۰۶)

اے اللہ! ہم کو اپنی رحمت میں داخل فرما۔

۲۰ - قرآن مجید پڑھانے کا معاوضہ نہ طلب کیا جائے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ وَلَا تَسْتَعْجِلُوْا ثَوَابَهُ فَاِنَّ لَهُ ثَوَابًا۔

(البیہقی فی شعب الایمان جلد نمبر ۲ صفحہ ۳۵۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس کا بدلہ (دنیا میں) طلب نہ کرو۔ کیونکہ آخرت میں اس کے لئے بڑا اجر ہے۔

۲۱۔ قرآن مجید کو عزت و احترام کے ساتھ بلند جگہ پر رکھنا چاہیئے تاکہ آتے جاتے ہوئے اس کی طرف پشت نہ ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ لَا تَتَوَسَّدُوا الْقُرْآنَ

(البیہقی فی شعب الایمان جلد نمبر ۲ ص۳۵۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اے اہلِ قرآن! تم قرآن مجید کو تکیہ نہ بناؤ۔ یعنی اپنے سروں کے نیچے نہ رکھو۔

ہم پر لازم ہے کہ ہم قرآنی ارشاد وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ (الحج: ۳۲) کے مطابق قرآن مجید کی عزت و تکریم کریں۔

۲۲۔ رکوع اور سجود میں قرآنی آیات کی تلاوت نہیں کرنی چاہیئے بلکہ عبودیت کے رنگ میں رنگین ہو کر اپنی زبان میں دعائیں کرنی چاہئیں۔ سجدہ اور رکوع فروتنی کا مقام ہے اور قرآن مجید بزرگ و برتر اور خدائے ذوالجلال والاکرام کا کلام ہے اور خدا تعالیٰ کا کلام عظمت کا تقاضا کرتا ہے۔ اس لئے نماز میں ہمیشہ کھڑے ہو کر پڑھا جاتا ہے

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

أَلَا وَإِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ رَاكِعًا أَوْ سَاجِدًا فَأَمَّا الرُّكُوعُ فَعَظِّمُوا فِيهِ الرَّبَّ وَأَمَّا السُّجُودُ فَاجْتَهِدُوا فِي الدُّعَاءِ فَقَمِنٌ أَنْ يُسْتَجَابَ لَكُمْ (مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب الرکوع)

سنو! کہ میں منع کیا گیا ہوں اس سے کہ پڑھوں قرآن حالتِ رکوع یا سجدے میں۔ لیکن رکوع میں پروردگار کی عظمت بیان کرو اور سجدہ میں دعا کی بہت کوشش کرو۔ پس سزاوار ہے کہ قبول کی جاوے تم سے۔

۲۳۔ قبروں پر بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت نہیں کرنی چاہیئے۔ اور احادیث سے بھی یہ

بات ثابت نہیں کہ کبھی صحابہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر بیٹھ کر قرآن مجید پڑھا ہو۔

بلکہ نسائی جلد اول میں ہے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاَنْ یَّجْلِسَ اَحَدُکُمْ عَلٰی جَمْرَۃٍ حَتّٰی تَحْرِقَہٗ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ اَنْ یَّجْلِسَ عَلٰی قَبْرٍ

(سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ما جاء فی النہی عن المشی علی القبور والجلوس علیہا)

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ تم میں سے کسی کا آگ کی چنگاری پر بیٹھ کر جلنا قبر پر بیٹھنے سے اچھا ہے۔

اس حدیث سے قبروں پر بیٹھ کر قرآن مجید پڑھنے کی ایک قسم کی نہی مطلق کا استنباط ہوتا ہے

(بحوالہ مجموعہ فتاویٰ احمدیہ جلد ا صـــ۲۲ مؤلفہ مولوی محمد فضل صاحب چنگوی مطبوعہ خادم التعلیم پریس لاہور)

۲۴۔ میت کے لئے صف بچھا کر اور بیٹھ کر قرآن مجید نہیں پڑھنا چاہیے۔ کیونکہ یہ طریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ سے ثابت نہیں۔ یہ بدعت ہے اور رسم ہے اور نہ ہی روٹیوں پر قرآن مجید کی تلاوت کرنی چاہیے۔ یہ سب بدعت کے دروازے ہیں۔

۲۵۔ قرآن مجید کو ایک رکعت میں ختم نہیں کرنا چاہیے۔

بعض لوگ جو ایک رکعت میں قرآن شریف ختم کرنا فخر سمجھتے ہیں وہ درحقیقت لاف مارتے ہیں دنیا کے پیشہ ور لوگ بھی اپنے اپنے پیشہ پر ناز کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اس طریق سے قرآن ختم نہیں کیا بلکہ چھوٹی چھوٹی سورتوں پر اکتفا کیا۔

(بحوالہ مجموعہ فتاویٰ احمدیہ صـــ۸۱ مولفہ مولوی محمد فضل صاحب چنگوی مطبوعہ خادم التعلیم پریس لاہور)

ہفتہ بھر میں قرآن مجید (پڑھنا) ختم کرنا حد ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے پوچھا۔ تو قرآن کیونکر ختم کرتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ ہر رات آپؐ نے فرمایا۔ وَاقْرَءِ القرآنَ فِی کُلِّ شَہرٍ
اور قرآن مہینے بھر میں ختم کیا کرو۔
جب عبداللہ بن عمرو نے کہا کہ مجھے اس سے زیادہ طاقت ہے تو آپؐ نے انہیں فرمایا وَاقْرَأْ فی کُلِّ سَبْعِ لَیَالٍ مَرَّۃً
اور قرآن سات روز میں ختم کیا کر
وہ کہتے ہیں پس کاش کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی رخصت منظور کر لیتا۔ کیونکہ اب میں بوڑھا اور ضعیف ہو گیا ہوں۔ اب وہ اپنے کسی گھر والے کو ساتواں حصّہ قرآن کا دن میں سنا لیتے۔

(تجرید بخاری حصّہ دوم ص۳۸۴ ترجمہ از مولوی فیروز الدین
مطبوعہ کواپریٹو سٹیم پریس لاہور)

۲۶ قرآن مجید کے بوسیدہ اوراق کو بے ادبی سے بچانے کے واسطے جلا دیا جاوے تو کیا جائز ہے ؟

حضرت اقدس مسیح موعود (آپ پر سلامتی ہو) نے فرمایا جائز ہے۔ حضرت عثمانؓ نے بھی بعض اوراق جلائے تھے۔ نیّت پر موقوف ہے۔
(بحوالہ مجموعہ فتاوی احمدیہ جلد دوم ص۵ مولفہ محمد فضل صاحب چنگوی)
ہمیں چاہیئے کہ ہم حاملین قرآن مجید بن کر اللہ کے اہل بن جائیں اور قرآن مجید کی تلاوت شب و روز کے اوقات میں کریں۔ اس کے معانی اور مفہوم پر غور و فکر کریں۔ اور اس کے تمام آداب کو مدِّنظر رکھیں۔ اسے حفظ کریں۔ اور اس نور سے اپنے گھروں کو روشن بخشیں تا قیامت کے دن قرآن مجید ہمارا شفیع بن جائے اور اس حدیث نبویؐ

کے مطابق خدا ہمیں اپنے ہاں سے اجرِ عظیم عطا کرے ۔ آمین .

يقولُ الربُّ تبارَكَ وتعالىٰ مَنْ شَغلهُ القرآنُ عَنْ ذِكْرِي وَ مَسْئلَتِي اَعْطَيْتُهُ اَفْضَلَ ما اُعْطِي السَّائِلِيْنَ

(ترمذی ابواب فضائل القرآن آخری حدیث)

جس شخص کو قرآن کریم میں مشغولیت کی بنا پر ذکر کرنے اور دُعا مانگنے کی فرصت نہیں ملتی میں اس کو بہت دعائیں مانگنے والوں سے زیادہ عطا کرتا ہوں......

انبیاء کرام علیہم السلام کے اکرام کے آداب

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو ضلالت و گمراہی سے بچانے کے لئے اور انہیں انسانی اقدار سے روشناس کرانے کے لئے وقتاً فوقتاً اپنے نبی اور رسول بھیجے جیسا کہ وہ سورۃ النحل رکوع ۵ میں فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا (النحل : ۳۷)

اور یقیناً ہم نے ہر ایک قوم میں رسول بھیجے

انسان اس کائنات کا آخری نقطہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جو رحیم و ودود ہے۔ اس نے اس کی روحانی ترقی کے لئے اپنے فرستادے بھیجے تا اُن کے ذریعہ سے انسانیت آزادی کا سانس لینے لگے اور تا انسان اپنے خالق و مالک سے ایک پختہ اور دائمی تعلق قائم کرے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ نبی ایک عظیم الشان لیلۃ القدر ہوتا ہے جب تک وہ دنیا میں ظاہر نہ ہو۔ انسان کا قدم ترقی کی طرف نہیں بڑھ سکتا کیونکہ نبی کے ذریعہ قوم کو وحدت کی لڑی میں پرو دیا جاتا ہے اور بنی نوع انسان میں نسلی امتیازات کو ختم کر کے مساوات قائم کی جاتی ہے۔ اور انسانی حقوق کی حفاظت کی جاتی ہے۔ پس جہاں انبیاء علیہم السلام آسمانِ روحانی کی زینت کے محافظ ہوتے ہیں وہاں وہ اس قرآنی دعویٰ

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ (المجادلہ : ۲۲)

کہ "اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر چھوڑا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب رہیں گے"۔ کے

مطابق یقین اور ایمان کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوتے ہیں اور اپنی پاک روحانی تاثیرات سے اور خدائی نصرت سے اپنے دشمنوں اور مخالفوں پر غلبہ پاتے ہیں۔

سلسلہ نبوت اور رسالت تمام اقوام میں جاری وساری رہ چکا ہے۔ انبیاءؑ کے اس سلسلہ میں فخر دو جہاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سما، روحانیت کا وہ سراج منیر ہیں جن کی ضو پاش کرنوں سے کائنات کا ذرہ ذرہ چمک اُٹھا۔ جن کے وجود اطہر سے تمام انبیاءؑ کی صداقتوں کو محفوظ کر دیا گیا اور جن کی بعثت تمام بنی نوع انسان کے لئے تھی۔ اللہ تعالیٰ نے خود آپ کی زبان مبارک سے یہ اعلان کروایا۔

قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا (سورۃ الاعراف ۱۵۹)

کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

پس آج بھی اس زندہ نبی حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض جاری وساری ہے۔ آج بھی آپ کے سکھائے ہوئے آداب و اطوار اور اخلاقِ کریمانہ ہمیں ایک کامیاب اور مثالی اور جنتی زندگی گزارنے کا درس دے رہے ہیں۔ ذیل میں قرآن مجید اور سُنت نبوی اور حدیث کی روشنی میں نبیؐ سے فیض حاصل کرنے کے آداب درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ انبیاء کرامؑ کے نام ہمیشہ عزت واحترام کے ساتھ لئے اور تحریر میں لائے جائیں۔

اللہ تعالیٰ سورۃ منافقون میں فرماتا ہے۔

وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ○ (منافقون: ۹)

حالانکہ عزت اللہ ہی کے لئے اور اس کے رسول اور مومنین کے لئے ہے لیکن یہ منافق نہیں جانتے۔

۲۔ انبیاء علیہم السلام کا نام لیتے (اور لکھتے) "علیہم السّلام" ضرور کہا جائے۔ کہ خدا تعالیٰ کے ان برگزیدہ وجودوں پر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ سلامتی اور

رحمتیں نازل ہوتی رہیں۔

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

(النمل : ۶۰)

تو کہہ کہ ہر تعریف کا اللہ تعالیٰ ہی مستحق ہے اور اس کے وہ بندے جن کو اُس نے چُن لیا ہے اُن پر ہمیشہ سلامتی نازل ہوتی رہے۔

نوٹ: انبیاء کرامؑ میں مدارج کا فرق ہے۔ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم نے معراج کی رات حضرت آدمؑ کو پہلے آسمان پر اور دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کو اور تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام کو، پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام کو، چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تھا۔ اور آپؐ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچ گئے تھے پس حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم افضل الرسل اور خاتم النبییّن ہیں۔ (بخاری کتاب بنیان الکعبۃ باب المعراج)

آپ کا نام گرامی لینے سننے اور تحریر میں لانے پر صلی اللہ علیہ وسلّم کے الفاظ بجا لانے چاہئیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

(الاحزاب : ۵۷)

اے مومنو! تم بھی اس نبیؐ پر درود بھیجتے رہو اور (خوب جوش و خروش سے) اس کے لئے سلامتی کی دعائیں مانگتے رہا کرو۔

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے بھی اُمّت کو یہ نصیحت کی ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ میری قبر

کو عید گاہ نہ بناؤ۔ اور اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ۔ البتہ مجھ پر درود بھیجو کہ یہ مجھے پہنچتا ہے جہاں بھی تم ہو۔

(مسند احمد بن حنبل جلد دوم صفحہ ۳۶۷ مطبوعہ مطبع میمنیہ مصر)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خاک آلود ہو ناک اس شخص کی جس کے پاس میں ذکر کیا جاؤں اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے

(مسند احمد بن حنبل جلد دوم صفحہ ۲۵۴ مطبوعہ مطبع میمنیہ مصر)

۳۔ ہر نبی نے اپنے قوم کو جو پیغام دیا وہ یہی تھا کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو جیسا کہ قرآن مجید میں ہے فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ ○

(سورۃ الشعراء: ۱۰۸، ۱۲۶، ۱۳۲، ۱۴۵، ۱۶۴، ۱۸۰)

کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو۔

خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کا پہلا زینہ انبیاء علیہم السلام سے تعلق پیدا کرنا اور ان کی کامل اطاعت کرنا ہوتا ہے۔ جس پر چڑھ کر انسان روحانی ترقی کے غیر متناہی مدارج حاصل کرتا ہے اور پھر خدا نما وجود بن جاتا ہے۔

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت کی جائے کیونکہ آپ کی اطاعت کے بغیر ہم خدا تعالیٰ کی محبت حاصل نہیں کر سکتے۔

جیسا کہ قرآنی ارشاد ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (اٰلِ عمران: ۳۲)

تو کہہ دے کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا کہا گیا ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء : ۸۱)

جو اس رسول (محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلّم) کی اطاعت کرے گا پس گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا میری اُمّت کے سب لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ بجز اُنکے جنہوں نے انکار کیا۔ عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے انکار کیا۔ فرمایا۔ جس نے میری پیروی کی۔ جنت میں داخل ہوا۔ اور جس نے میری نافرمانی کی۔ اس نے ابیٰ کیا (انکار کیا)

(بخاری کتاب الاعتصام باب الاقتداء بسنن الرسولؐ)

۴۔ انبیاءؑ کے مقامِ ادب کو شناخت کیا جائے۔ یہ کہ ہر نبی راستباز تھا۔ ہر نبی پر سچا ایمان لایا جائے۔ جیسا کہ سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○ (البقرہ : ۱۳۷)

تم کہو۔ ہم اللہ پر اور جو کچھ ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو کچھ ابراہیمؑ، اسماعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور ان کی اولاد پر اُتارا گیا اور جو موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو اور دوسرے نبیوں کو اُن کے ربّ کی طرف سے دیا گیا ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اُسی کے فرمانبردار ہیں۔

پھر ارشاد ہے۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ (سورۃ آلِ عمران آیت ۸۰)
پس تم اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عقائد ایمان میں سے یہ بات قرار دی ہے کہ تمام پیغمبروں اور ان کی کتابوں پہ ایمان لایا جائے پس توحید کے بعد محمدؐ کی رسالت کا دِل و جان اور عمل سے اقرار کرنا تو انسان کو جنت کا مستحق بنا دیتا ہے۔

۵۔ انبیاء علیہم السلام کی عزت کے لئے غیرت دکھائی جائے۔ان کی عزت وعظمت کے خلاف ایک لفظ بھی سُننا گوارا نہ کیا جائے اور نہ ان مجالس میں بیٹھا جائے جن میں ان کے خلاف دِل آزار باتیں کی جارہی ہوں اور ان کا تمسخر کیا جا رہا ہو۔انبیاء آیات اللہ ہوتے ہیں۔ان کی عزت وشان کی حفاظت کی جائے،
جیسا کہ سورۃ نساء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ (النساء : ۱۴۱)

اور اس نے اس کتاب میں تم پر یہ حکم اُتار چھوڑا ہے کہ جب تم اللہ کی آیتوں کے متعلق اظہارِ انکار سنو یا ان سے استہزاء ہوتا ہوا سنو۔تو تم ان کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں تم ان کے پاس بیٹھنے کی صورت میں ان جیسے سمجھے جاؤ گے۔

۶۔ کمال ادب کا یہ تقاضا ہے کہ انبیاءؑ کے رنگ میں رنگین ہونے کی کوشش کی جائے۔ان کے محاسن وشمائل ان کی عادات واخلاق۔ان کے اطوارِ زندگی کو اپنا یا جائے۔اور چونکہ انبیاءؑ کی صفات وکمالات کا کامل نمونہ اور جامع وجود محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے انوار کا خلاصہ ہیں اور فضل وہدایت حاصل کرنے کا منبع ہیں۔آپؐ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان

ایسے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں کہ آپ کو واسطہ بنائے بغیر آپ کا وسیلہ حاصل کئے بغیر کوئی شخص خدا کا قرب اور فضل اور اس کی محبت حاصل نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے اس برگزیدہ رسول کو اسوۂ حسنہ قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۞ (سورۃ الاحزاب : ۲۲)

تمہارے لئے (یعنی ان لوگوں) کے لئے جو اللہ اور اخروی دن سے ملنے کی امید رکھتے ہیں اور اللہ کا بہت ذکر کرتے ہیں۔ اللہ کے رسول میں ایک اعلیٰ نمونہ ہے (جس کی انہیں پیروی کرنی چاہیئے)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ نبیؐ ہیں اور فیضانِ حیات کے مالک ہیں۔ آپ سلسلہ انبیاء میں کامل اور عظیم المرتبت نبیؐ ہیں۔ جن کی کامل متابعت میں قربِ خداوندی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ آپ تمام بنی نوع انسان میں اپنی تمام صفات حمیدہ اور کمالاتِ عظیمہ کے لحاظ سے یکتا اور بے مثال وجود ہیں کہ آپ کی پیروی ذاتاً وصفاتاً قولاً و عقلاً، فعلاً وحالاً حیاً وکمالاً کی جائے۔ پس خدا تعالیٰ کے بعد آپ سے ایسی شدید محبت کی جائے۔ جو دوسری تمام محبتوں پر غالب آجائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:-

اگر تمہارے باپ دادا تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے دوسرے رشتہ دار اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارتیں جن کے نقصان سے تم ڈرتے ہو اور مکان جن کو تم پسند کرتے ہو تم کو اللہ اور اُس کے رسول اور اس کے راستہ میں جہاد کرنے کی نسبت سے زیادہ پیارے ہیں کہ تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فیصلہ کو ظاہر کر دے اور اللہ اطاعت سے نکلنے والی قوم کو کبھی کامیابی کا راستہ نہیں دکھاتا۔

(سورۃ التوبہ : ۲۴)

قرآن پاک میں اس جاہ و جلال والے نبیؐ اور حبیب کبریاؐ سے فیض حاصل کرنے کے آداب بیان کئے گئے ہیں۔

مومن جب کسی قومی مشورہ کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوں تو وہ بغیر اجازت کے آپؐ کی مجلس سے نہ جائیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو وہ مومن نہیں ہوں گے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۔ (سورۃ النور: ۶۳)

صرف وہی لوگ مومن کہلانے کے مستحق ہیں جو اللہ اور رسول پر ایمان لاتے ہیں اور جب کسی (قومی) کام کے لئے (اس) رسول کے پاس بیٹھے ہوں تو اُٹھ کر نہیں جاتے۔ جب تک اس کی اجازت نہ لے لیں۔ وہ لوگ جو کہ اجازت لے کر جاتے ہیں وہی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کو اس شدّت کے ساتھ اس ہدایت پر عمل کرنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے کہ انہیں طبعی ضروریات کے لئے بھی مجلس سے بلا اجازت جانے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ ایسی حالت میں صحابہؓ سرک کر سامنے آجاتے یا انگلی اٹھا دیتے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ جاتے کہ کوئی حاجت ہے اور ہاتھ کے اشارے سے جواب دے دیتے۔

(تفسیر کبیر سورۃ النور صفحہ ۴۰۷ جلد ششم نیا ایڈیشن)

رسول کی آواز کو عام لوگوں کی آواز کی طرح خیال نہیں کرنا چاہیئے۔ مومن کا فرض ہے کہ جب اس کے کان میں رسول کی آواز آئے تو اس پر فوراً لبیک کہے۔ اور اس کی تعمیل کے لئے دوڑ پڑے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ النور میں فرماتا ہے۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ط

(النور : ۶۴)

اے مومنو! یہ نہ سمجھو کہ رسول کا تم میں سے کسی کو بلانا ایسا ہی ہے جیسا کہ تم میں سے بعض کا بعض کو بُلانا۔

بلکہ نبی کی آواز کا جواب دینے کے متعلق تو یہاں تک حکم ہے کہ اگر انسان اس وقت نماز پڑھ رہا ہو تو اس کا فرض ہوتا ہے کہ وہ نماز توڑ کر خدا تعالیٰ کے رسول کی آواز کا جواب دے (تفسیر کبیر سورۃ النور جلد ششم صفحہ ۴۰۸، ۴۰۹ نیا ایڈیشن)

صحابہ کرامؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر پروانہ کی طرح آپؐ کے گرد جمع ہو جایا کرتے تھے۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ جنگِ حنین کے موقعہ پر جب اسلامی لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ اور کفار کا لشکر جو تین ہزار تیر اندازوں پر مشتمل تھا آپ کے دائیں بائیں پہاڑیوں پر چڑھا ہوا آپ پر تیر برسا رہا تھا۔ اور آپؐ کے گرد صرف بارہ صحابیؓ رہ گئے تھے۔ اس وقت بھی آپؐ آگے بڑھتے رہے اور جوش سے کہتے جاتے تھے۔ ؎ اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ - اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

(بخاری کتاب التفسیر باب و یوم حنین اذا اعجبتکم)

یعنی میں موعود نبی ہوں۔ جھوٹا نہیں ہوں۔ میں عبد المطلب کا بیٹا (یعنی پوتا) ہوں۔

آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ کی آواز بہت اونچی تھی۔ آپؐ نے ان کو فرمایا۔ عباسؓ۔ آگے آؤ۔ اور آواز دو۔ اور بلند آواز سے پکارو کہ اے سورۃ بقرہ کے صحابیو! اے حدیبیہ کے دن درخت کے نیچے بیعت کرنے والو! خدا کا رسول تم کو بلاتا ہے۔ ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ مکہ کے تازہ نومسلموں کی بزدلی کی وجہ سے جب اسلامی لشکر کا اگلا حصہ پیچھے کی طرف بھاگا تو ہماری سواریاں بھی دوڑ پڑیں اور جتنا ہم روکتے تھے اتنا ہی وہ

پیچھے کی طرف بھاگتی تھیں۔ یہاں تک کہ عباسؓ کی آواز میدان میں گونجنے لگی کہ "اے سورۃ بقرہ کے صحابیو! اے حدیبیہ کے دن درخت کے نیچے بیعت کرنے والو! خدا کا رسول تمہیں بلاتا ہے۔" یہ آواز جب میرے کان میں پڑی تو مجھے یُوں معلوم ہوا کہ میں زندہ نہیں بلکہ مردہ ہوں اور اسرافیل کا صور فضا میں گونج رہا ہے۔ میں نے اپنے اونٹ کی لگام زور سے کھینچی اور اس کا سر پیٹھ سے لگ گیا۔ لیکن وہ اتنا بدکا ہوا تھا کہ جونہی میں نے لگام ڈھیلی کی وہ پھر پیچھے کی طرف دوڑا۔ اس پر میں اور میرے بہت سے ساتھیوں نے تلواریں نکال لیں۔ اور کئی تو اونٹوں پر سے کود گئے اور کئی نے اونٹوں کی گردنیں کاٹ دیں۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑنا شروع کر دیا۔ اور چند لمحوں میں ہی وہ دس ہزار صحابہؓ کا لشکر جو بے اختیار مکہ کی طرف بھاگا جا رہا تھا آپؐ کے گرد جمع ہو گیا اور تھوڑی دیر میں پہاڑیوں پر چڑھ کر اس نے دشمن کو تحس نحس کر دیا اور یہ خطرناک شکست ایک عظیم الشان فتح کی صورت میں بدل گئی۔

(تفسیر کبیر سورۃ النور جلد ششم صفحہ ۴۰۹، ۴۱۰ نیا ایڈیشن)

مومنوں کو چاہیئے کہ وہ اللہ کے رسولؐ کے سامنے بڑھ بڑھ کر باتیں نہ کیا کریں۔ اور نہ ہی وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام پر اپنی آرزوں اور دلی خواہشوں کو ترجیح دیا کریں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ الحجرات آیت نمبر ۲ میں فرماتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○

اے مومنو! اللہ اور اس کے رسولؐ کے سامنے بڑھ بڑھ کر باتیں نہ کیا کرو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔

صحابہ کرامؓ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارفع مقام کو جانتے تھے اور پاس ادب کرتے ہوئے حضورؐ کے سوالوں کے جواب میں کہتے تھے۔ اللہ اور اس کا رسولؐ ہم

سے زیادہ جانتا ہے۔

فیض رسالت جذب کرنے کے لئے مومنوں کو یہ ادب بھی سکھایا گیا کہ نبیؐ کی آواز سے اپنی آواز اونچی نہ کیا کرو۔ اور نہ اس کے سامنے بلند آواز سے بات کرو۔ بلکہ اپنی آواز کو دھیما رکھو۔ اگر ایسا نہ کیا تو اعمال کے ضائع ہونے کا ڈر ہے۔

سورۂ الحجرات آیت ۳ اور ۴ میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ ○

(الحجرات ۳،۴)

ترجمہ: اے مومنو! نبیؐ کی آواز سے اپنی آواز اونچی نہ کیا کرو اور نہ بلند آواز سے اس کے سامنے اس طرح بولا کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کے سامنے اونچا بولتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم جانتے بھی نہ ہو۔

وہ لوگ جو اپنی آوازوں کو رسول کے سامنے دبا کر رکھتے ہیں، وہی ہیں جن کے دلوں کا اللہ نے تقویٰ کے لئے پوری طرح جائزہ لے لیا ہے اور ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر مقدر ہے۔

مومنوں کو چاہیئے کہ وہ بغیر اجازت نبیؐ کے گھر نہ آئیں۔

مومنوں کو چاہیئے کہ وہ نبیؐ کا وقت ضائع نہ کیا کریں۔ اور بعد میں بیٹھ کر بھی باتیں نہ کیا کریں۔

سورۃ الاحزاب (رکوع ۷) میں ان آداب کا ذکر کیا گیا ہے۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ

أَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ نَظِرِينَ إِنَٰهُ وَلَٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنكُمْ ۖ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ ۚ (الاحزاب: ۵۴)

اے مومنو! نبی کے گھروں میں سوائے اس کے کہ تمہیں کھانے کے لئے بلایا جائے ہرگز داخل نہ ہوا کرو۔ وہ بھی اس شرط سے کہ کھانا پکنے کے انتظار میں نہ بیٹھے رہا کرو اور نہ باتیں کرنے کے شوق میں بیٹھا کرو۔ ہاں جب تم کو بلایا جائے تو پھر ضرور چلے جایا کرو پھر جب تم کھانا کھا چکو تو اپنے اپنے گھروں کو چلے جایا کرو۔ یہ امر (یعنی بے فائدہ بیٹھا یا پہلے آجانا) نبی کو تکلیف دیتا تھا۔ مگر وہ تم سے حیا کرتا تھا مگر اللہ تعالیٰ سچی بات بیان کرنے سے باز نہیں رہتا۔

رسول سے مشورہ کرنے سے پہلے نذرانہ پیش کرنا چاہیئے۔

سورۃ مجادلہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَطْهَرُ ۚ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ (المجادلہ: ۱۳)

اے ایمان وارو! جب تم رسول سے الگ مشورہ کرنا چاہو تو اپنے مشورہ سے پہلے کچھ نذرانہ دیا کرو۔ یہ تمہارے لئے اچھا ہوگا اور دل کو پاک کرنے کا موجب ہوگا۔ اور اگر تم کوئی بھی چیز نہ پاؤ۔ پس یقیناً اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

صدقہ سے مراد، یہاں نذرانہ ہے۔

رسول سے کثرت کے ساتھ سوال ایسے نہیں کرنے چاہئیں۔ جو سنت اللہ اور قانون شریعت کے خلاف ہوں جن سوالات کا کوئی فائدہ نہ ہو اور جن سے وقت ضائع ہو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو کثرت سوال سے منع فرمایا تھا۔ اور حضرت موسیٰ کی قوم کی طرح کے سوال کرنے کی ممانعت فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید

سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۰۹ میں فرماتا ہے۔

اَمۡ تُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ تَسۡـَٔلُوۡا رَسُوۡلَكُمۡ كَمَا سُٮِٕلَ مُوۡسٰى مِنۡ قَبۡلُ

کیا تم اپنے رسول سے اسی طرح سوال کرنا چاہتے ہو جس طرح اس سے پہلے موسیٰؑ سے سوال کئے گئے۔

تورات سے پتہ چلتا ہے کہ بنی اسرائیل حضرت موسیٰؑ سے بات بات پر سوال کرتے تھے اور قرآن مجید سورۃ نساء آیت ۱۵۴ میں آتا ہے۔ پس انہوں نے کہا (موسیٰؑ سے)

فَقَالُوۡۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهۡرَةً (سورۃ النساء: ۱۵۴)

کہ تو خدا کو ہمارے آمنے سامنے لا کر دکھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی یہ حالت تھی کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم اس بات کا انتظار کرتے تھے کہ کوئی اعرابی آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی سوال پوچھے تاکہ ہم بھی سن لیں۔ گویا انہیں اس قدر وقار اور ضبط حاصل تھا کہ خود کوئی سوال پوچھنے کی جرأت نہیں کرتے تھے۔

اور ادب کا کمال یہ ہے کہ رسول جو کچھ تم کو دے وہ لے لو اور وہ اختیار کرو اور جس سے منع کرے اس سے باز آجاؤ۔

جیسا کہ سورۃ الحشر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَاۤ اٰتٰٮكُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ وَمَا نَهٰٮكُمۡ عَنۡهُ فَانۡتَهُوۡا (الحشر: ۸)

اور جو کچھ تمہیں رسول دیتا ہے اسے لو۔ اور جس چیز سے تمہیں منع کرے اس سے باز آجاؤ۔

حدیث میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم مجھے چھوڑے رکھو۔ جب تک میں تمہیں چھوڑے رکھوں۔ تم سے پہلے لوگ اسی سبب سے ہلاک ہوئے اپنے انبیاء پر سوال بہت کرتے اور اختلاف کثیر رکھتے۔ پس جب تمہیں کسی چیز سے روکوں تو رک جاؤ

اور جب حکم دوں تو بقدر اپنی طاقت کے اس کی تعمیل کرو۔

(بخاری کتاب الاعتصام باب الاقتداء بسنن الرسول)

صحابہ کرامؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی پیروی عاشقانہ رنگ میں کی۔

حضرت عابسؓ بن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن خطابؓ کو دیکھا کہ حجر اسود چومتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نہ نفع پہنچا سکے۔ نہ ضرر دے سکے۔ اگر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔

(بخاری کتاب المناسک باب ما ذکر فی الحجر الاسود)

عبداللہ بن مغفلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکار کرنے کیلئے پتھر اور گولیاں پھینکنے سے منع فرمایا کہ جب اس سے نہ شکار مرے نہ دشمن زخمی ہو۔ تو مضر ہے۔ ہاں بے شک آنکھ پھوڑتا اور دانت توڑتا ہے۔

(بخاری کتاب الذبائح والصید والتسمیۃ باب الخذف والبندقۃ)

ابن مغفل کے ایک رشتہ دار نے ایسا کیا۔ آپ نے اسے منع فرمایا۔ وہ نہ رکا تو فرمایا۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بیان کیا۔ اور تم پھر بھی وہی کیا کرتے ہو میں تم سے عمر بھر کلام نہ کروں گا۔

(بخاری کتاب الذبائح والصید والتسمیہ باب الخذف والبندقۃ)

نبی کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے ایسے ذومعنی الفاظ استعمال نہیں کرنے چاہئیں۔ جن الفاظ کے مادہ میں بے ادبی، گستاخی اور اہانت پائی جائے۔ ہمیشہ ادب کے الفاظ اور طریقے استعمال کرنے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (سورۃ بقرہ: ۱۰۵)

اے ایماندارو! رسولؐ کو مخاطب کر کے راعنا مت کہا کرو اور انظرنا کہا کرو اور غور سے اس کی بات سنا کرو۔ اور منکروں کے لئے دردناک عذاب مقدر ہے۔

یہود کا مقصد مسلمانوں کے دلوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام اور ادب کو کم کرنا تھا۔ اس لئے وہ آپؐ کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کرتے تھے جن میں ہتک اور شرارت مدنظر ہوتی تھی۔ اور گستاخی پائی جاتی تھی۔ وہ پیچ دے کر اور لفظ کو بگاڑ بگاڑ کر راعنا کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ گو راعنا کے معنی لغت کے لحاظ سے یہ ہیں کہ تو ہمارا خیال رکھ ہم تیرا خیال رکھیں گے لیکن وہ اپنی زبان کو پیچ دے کر راعینا کا لفظ بولتے جس کے معنی ہیں اے ہمارے چرواہے۔ (ارعنا لفظ بولتے جس کے معنی بے وقوف، خود پسند انسان کے ہیں)

گویا وہ ہنسی اور مذاق کے طور پر یہ لفظ استعمال کرتے تھے چونکہ اس لفظ کے مادہ میں بے ادبی کا مفہوم پایا جاتا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس لفظ کو استعمال کرنے سے منع کر دیا اور حکم دیا کہ انظرنا کے الفاظ بولا کرو جس میں بے ادبی کا کوئی احتمال نہیں اور جو رسولؐ کی عزت و شان کے مطابق ہیں۔ اور ایک مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ رسولؐ کے سامنے اپنی عقیدت کا اظہار ایسے الفاظ اور طریقوں سے کرے جن میں سراسر ادب و احترام پایا جاتا ہو۔

اکرامِ والدین کے آداب

والدین وہ نعمتِ عظمیٰ ہیں جس کا کوئی بدل نہیں۔ ان کے اولاد پر اس قدر احسانات ہوتے ہیں کہ اولاد ان کا حق ادا نہیں کر سکتی۔ ان کا جتنا بھی ادب واحترام اور خدمت کی جائے وہ کم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق صرف ایک صورت میں والدین کا حق ادا ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر ماں باپ کسی کے غلام ہوں اور اولاد انہیں خرید کر آزاد کر دے۔

والدین اپنی اولاد سے سچی اور بے لوث محبت رکھتے ہیں۔ اور اس کو آرام و آسائش مہیا کرنے اور اس کی بہترین تربیت کے لئے ہر وقت کوشاں رہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اولاد کی خوشی میں والدین کی خوشی ہوتی ہے اور اولاد کے غم میں والدین کا غم مُضمر ہوتا ہے۔ والدین کے احسانات کا اندازہ لگانا ایک محال اَمر ہے۔

اِسلام وہ اعلیٰ درجہ کا مذہب ہے جس نے والدین کے حقوق اور ان کی تکریم کے آداب سکھائے تاکہ اولاد ان کی بجاآوری سے جنّت حاصل کر سکے اور اُن کی دُعاؤں کے طفیل خدا تعالےٰ کی خوشنودی پا لے۔

آیئے قرآنِ مجید، سُنت نبویؐ اور احادیث نبویہؐ کی روشنی میں والدین کی عزّت و تکریم کے آداب ملاحظہ کریں۔

(۱) والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہیئے۔ قرآنِ مجید میں والدین کے ساتھ

بھلائی سے پیش آنے کی تاکید کی گئی ہے۔ حقوق العباد میں سب سے پہلا حق والدین کا ہے۔ اور توحید کے حکم کے بعد والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے کا تاکیدی حکم آیا ہے۔

اللہ تعالےٰ سورۃ النساء میں فرماتا ہے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

(النسآء : ۳۷)

ترجمہ:- اور تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

پھر سورۃ بنی اسرائیل میں فرماتا ہے۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا۔

(بنی اسرائیل : ۲۴)

اور تیرے ربّ نے فیصلہ کر چھوڑا ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ احسان کرو۔

سورۃ احقاف میں ارشاد ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا۔ (الاحقاف: ۱۶)

کہ ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے کا تاکیدی حکم دیا ہے۔

سورۃ عنکبوت میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا۔ (عنکبوت : ۹)

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین سے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ تعالےٰ کو کونسا عمل زیادہ پسند ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ وقت پر نماز ادا کرنا

میں نے پوچھا پھر کونسا عمل ؟ فرمایا والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔ میں نے پھر پوچھا کہ اس کے بعد کونسا عمل ؟ فرمایا اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔

(بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب فضل الصلوٰۃ لوقتھا)

حُسن سلوک کے سلسلہ میں ماں کا درجہ باپ سے زیادہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ماں کو حمل اور وضع حمل کی تکالیف برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ بچے کی پرورش اور تربیت میں ماں کا دخل بہت زیادہ ہوتا ہے۔

سورۃ احقاف میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا ۭ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا۔ (الاحقاف : ۱۶)

اور ہم نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا تاکیدی حُکم دیا۔ اس کی ماں نے بڑی مشقت کے ساتھ اُسے پیٹ میں اُٹھایا اور بڑی مشقت کے ساتھ اُسے جنا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مبارک ارشاد ہے۔

الجنّۃُ تحتَ اقدامِ الاُمّھات۔

(کنز العمال جز ۱۶ حدیث نمبر ۴۵۴۳۹)

کہ جنّت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضورؐ سے یہ سوال کیا۔ کونسا آدمی زیادہ حق اِس اَمر کا رکھتا ہے کہ اس سے مصاحبت نیک کروں؟ فرمایا۔ تیری ماں۔ عرض کیا پھر۔ فرمایا تیری ماں۔ عرض کیا پھر۔ فرمایا تیری ماں عرض کیا پھر۔ فرمایا تیرا باپ۔

(بخاری کتاب الادب باب من احق بحسن الصحبۃ)

۲ والدین کی اطاعت کرنی چاہیئے۔ اور اُن کے حُکم کی تعمیل کرنی چاہیئے۔ لیکن اگر وہ خلافِ شریعت حُکم دیں تو اُن کی بات نہ مانی جائے۔

جیساکہ اللہ تعالیٰ سورۃ لقمان میں فرماتا ہے۔

وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ

(سورۃ لقمان : ۱۶)

اور اگر وہ دونوں تجھ سے اِس بات پر جھگڑا کریں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرائے جس کا تجھے کوئی علم نہیں۔ پس تو ان کی اطاعت نہ کر۔

والدین کی نافرمانی کو حدیث میں کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا ہے

(ترمذی ابواب البّر والصلۃ باب ماجاء فی حقوق الوالدین)

ماں باپ کی فرمانبرداری میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہوتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"ماں باپ کی اطاعت خدا تعالیٰ کی اطاعت ہے اور ماں باپ کی نافرمانی خدا تعالیٰ کی نافرمانی ہے"۔

(کنزالعمال جلد ۱۶ حدیث نمبر ۴۵۴۷۹)

۳ - والدین کی خدمت کی جائے۔ اگر والدین تنگ دست ہیں تو اپنی استطاعت کے مطابق ان کی ضروریاتِ زندگی کو بھی پورا کیا جائے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ مَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ۔

(سورۃ البقرہ : ۲۱۶)

تو کہہ کہ جو مال بھی تم خرچ کرو تو وہ والدین اور رشتہ داروں کے لئے ہے۔

والدین کی خدمت کرنے سے انسان جنّت کو حاصل کر لیتا ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اُس شخص کی ناک خاک آلود ہو۔ یہ بات آپؐ نے تین دفعہ دُہرائی۔ جس نے اپنے والدین کو بڑھاپے کی حالت میں پایا۔ یا اُن دونوں میں سے ایک کو۔ اور جنّت میں داخل نہ ہوا۔

(مسلم کتاب البرّ والصلۃ باب رغم انف من ادرک ابویہ)

ایک شخص نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ تمہارے جنّت دوزخ ہیں

(ابن ماجہ ابواب الادب باب برّ الوالدین)

مطلب یہ ہے کہ اگر تم ان کی رضامندی حاصل کر لو گے تو جنّت میں جاؤ گے۔ اور اگر ان کی ناراضگی حاصل کی تو جنّت سے محروم رہ جاؤ گے۔ اور دوزخ میں داخل ہو گے۔

بعض حالات میں والدین کی خدمت جہاد سے بھی بالاتر ہوتی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی کہ مَیں جہاد پر آپؐ کی بیعت کرتا ہوں۔ حضورؐ نے پوچھا۔ کیا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے۔ اُس نے کہاں۔ ہاں دونوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ تو واپس جاؤ اور ان کی خدمت میں جد وجہد کرو۔

(ریاض الصالحین باب برّ الوالدین و صلۃ الارحام)

حضرت اُویس قرنیؓ وہ خوش قسمت صحابی تھے جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جسمانی آنکھوں سے دیکھا نہ تھا۔ اپنی والدہ کی خدمت میں مصروف رہنے کی وجہ سے وہ حضورؐ کی زیارت نہ کر سکے تھے لیکن اُنہیں "صحابی" ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ مجھے یمن کی طرف سے خوشبو آتی ہے حضورؐ نے ایک بار اس کے متعلق فرمایا تھا۔ اس کی ماں ہے وہ اس سے

نیک سلوک کرنیوالا ہے وہ ایسا نیک بخت ہے کہ اگر اللہ پر قسم کھلئے تو اللہ اس کی قسم سچّی کر دے۔ (مسلم کتاب الفضائل۔ فضائل اویس قرنی رضی اللہ عنہ)

اللہ تعالیٰ کے ہاں والدین کی خدمت کو بہت مقبولیت حاصل ہے۔ اس بات کا اندازہ ایک حکایت سے ہوتا ہے۔ جو حضورؐ نے ایک دفعہ بیان کی کہ تین شخص سفر پر گئے۔ رات کو ایک غار میں پناہ لی۔ ایک پتھر کے لڑھکنے سے غار کا دہانہ بند ہو گیا۔ تب مسافروں نے اپنے نیک ترین عمل کے واسطہ سے خدا کے حضور التجا کی۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ اے خدا۔ میرے والدین بوڑھے تھے۔ مَیں اُن سے پہلے نہ اپنے بیوی بچّوں کو اور نہ لونڈی غلاموں کو خوراک دیتا تھا۔ ایک دن مجھے کسی سبب سے گھر آنے میں دیر ہو گئی۔ واپس آیا تو دیکھا کہ ماں باپ سو چکے ہیں۔ مَیں نے دودھ دوھا۔ مجھے گوارا نہ ہوا کہ ان سے پہلے مَیں اپنے بیوی بچّوں، لونڈی اور غلاموں کو کھلاؤں۔ مَیں دودھ کا پیالہ ہاتھ میں لے کر اُن کے سرہانے کھڑا ہو گیا کہ وہ جاگیں تو پییں۔ اسی انتظار میں رات گزر گئی۔ صبح ہوئی تو اُن کی آنکھ کُھلی اور اُنہوں نے دودھ پیا۔ اے اللہ! اگر یہ کام مَیں نے تیری رضا کے لئے کیا تھا تو تُو اس پتھر کی مصیبت کو دور کر دے۔ اس پر پتھر کچھ سرک گیا۔ (اس کے بعد باقی دو شخصوں نے بھی اپنے نیک ترین عمل کے ذریعہ خدا سے التجا کی اور دُعاؤں سے وہ پتھر ہٹ گیا۔)

(بخاری کتاب الادب باب اجابۃ الدعاء من برّ الوالدین)

پس جہاں تک ہو سکے والدین کی خدمت کی جائے۔ ان کی ناراضگی سے بچا جائے۔ کیونکہ والدین کی دُعا شرف قبولیت پاتی ہے۔

حضورؐ کا فرمان ہے۔

تین دُعائیں بلاشبہ قبول ہوتی ہیں۔ (۱) مظلوم کی دُعا۔ (۲) مسافر کی دُعا

(۳) والد کی دُعا بیٹے پر۔

(ترمذی ابواب الدعوات باب ماجاء فی دعوت المسافر)

۴ - والدین بہت عزت و احترام کے مستحق ہوتے ہیں۔ ان کے سامنے رحمت آمیز عجز اختیار کرنا چاہیئے۔

سورۃ بنی اسرائیل میں یہ ہدایت دی گئی ہے۔

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ (بنی اسرائیل:۲۵)

کہ ان کے سامنے شفقت اور رحمت کے بازو جھکا دے۔

حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص اپنے والدین پر شفقت کی نظر ڈالتا ہے اس کے لئے ایک مقبول حج لکھا جاتا ہے۔

(کنز العمال جلد ۱۶ حدیث نمبر ۴۵۴۹۶)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ آپؐ کے بچپن میں ہی وفات پاگئی تھیں۔ آپؐ کی کنیز اُمّ ایمنؓ نے آپؐ کی خدمت کی۔ آپؐ جب انہیں دیکھتے تو امّی کہہ کر پکارتے اور فرماتے یہ میرے گھرانے کا بقیہ ہیں۔

آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ میری والدہ کے بعد اُمّ ایمنؓ ہی میری والدہ ہیں۔

ایک بار حضرت اُمّ ایمنؓ نے حضورؐ کو دیکھا کہ آپؐ پانی پی رہے ہیں۔ اُنہوں نے حضورؐ سے کہا کہ مجھے بھی پانی پلایئے۔ حضرت عائشہؓ بولیں۔ کیا تم حضورؐ کو ایسا کہتی ہو؟ اُمّ ایمنؓ نے کہا۔ تم نے مجھ سے بڑھ کر حضورؐ کی خدمت نہیں کی۔ حضورؐ نے فرمایا۔ یہ سچ کہتی ہیں۔ آپؐ پانی لائے اور اُمّ ایمنؓ کو پلایا۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد پنجم صفحہ ۵۵۷ اُردو مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

حضورؐ حضرت اُمّ ایمنؓ سے ملنے ان کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ

نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عمرؓ سے کہا کہ چلو۔ اُمّ ایمنؓ کی زیارت کو۔ جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسکے ہاں جایا کرتے تھے۔ جب ہم اس کے ہاں پہنچے تو وہ رو پڑی۔ پوچھا۔ کیوں روتی ہو؟ کیا تم نہیں جانتیں کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس سے بہتر ہے۔ اس نے کہا۔ مَیں اس لئے نہیں روتی کہ مَیں یہ بات جانتی نہیں۔ بلکہ اس لئے روتی ہوں کہ وحی آسمان سے آنا منقطع ہوگئی۔ یہ سُن کر ابوبکرؓ و عمرؓ کو بھی رونا آگیا۔ اور دونوں رونے لگے۔

(مسلم کتاب فضائل الصحابہؓ باب فضائل اُمّ ایمنؓ)

(۵۱۔ والدین کے ساتھ ہمیشہ مؤدبانہ گفتگو کرنی چاہیئے۔ اُن کے ساتھ سخت کلامی نہیں کرنی چاہیئے نہ اپنے منہ سے اور نہ ہی اپنے عمل سے اُنہیں دُکھ دینا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ بنی اسرائیل میں فرماتا ہے۔

اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا

(سورۃ بنی اسرائیل ۲۴)

ترجمہ:۔ اگر ان میں سے کسی ایک پر یا ان دونوں پر جبکہ وہ تیرے پاس ہوں بڑھاپا آجائے تو تُو انہیں (ان کی کسی بات پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے) اُف تک نہ کہہ۔ اور نہ اُنہیں جھڑک اور اُن سے شریفانہ طور پر نرمی سے بات کر۔

قرآن مجید نے ماں باپ کے ساتھ نیکی اور ان کے ساتھ ادب و احترام کے ساتھ پیش آنے کا حُکم دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ماں باپ کے احسان کی قدر کرنے سے انسان خدا تعالیٰ کے احسان کی قدر کی حقیقت کو پالیتا ہے۔ اسلام نے ماں باپ کے ساتھ نرم اور پسندیدہ بات کرنے اور ان کی خدمت کے متعلق خاص ہدایت دی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔

مَنْ اَدْرَكَ اَحَدَ وَالِدَيْهِ ثُمَّ لَمْ يُغْفَرْ لَهٗ فَاَبْعَدَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ رَوَاهُ اَحْمَد

(مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۳۴۴ مطبوعہ مطبع میمنیہ مصر)

یعنی جس شخص کو اپنے والدین میں سے کسی کی خدمت کا موقع ملے پھر اس کے گناہ معاف نہ کئے جائیں تو خدا اس پر لعنت کرے۔

اللہ تعالےٰ نے والدین کی احسانمندی کو اپنی احسانمندی کے ساتھ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۔ (لقمان : ۱۵)

کہ میرا شکر کر اور اپنے والدین کا بھی احسان مند رہ۔

خصوصاً جب وہ بڑھاپے میں پہنچ جائیں تو ان کا پورا ادب کیا جائے۔ اپنی زبان سے کوئی ایسی بات نہ نکالی جائے جو اُنہیں بُری معلوم ہو۔ اُنہیں نہ ستایا جائے اور نہ دُکھ دیا جائے بلکہ نرمی اور تہذیب کے ساتھ ان کے ساتھ گفتگو کی جائے تاکہ ان کی رضامندی حاصل ہو۔

۶ - والدین کے ادب و احترام کے ضمن میں انسان پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ ایسا طرزِ عمل اختیار کرے کہ دُنیا والے بھی اس کے والدین کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آئیں۔ اُسے چاہیئے کہ وہ دوسروں کے والدین کی عزت و تکریم کرے اور اُن کے ساتھ کبھی گستاخانہ کلام نہ کرے۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"والدین کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے"۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ کیا کوئی شخص اپنے والدین کو بھی گالی دیتا ہے؟ فرمایا۔ کوئی شخص کسی کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے

اور وہ جواب میں اُس کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے۔
(بخاری کتاب الادب باب لا یَسُبُّ الرجل والدہٗ)

۷۔ والدین کے لئے دُعائیں کرتے رہنا چاہیئے۔ اللہ تعالٰے نے والدین کے حقوق قائم فرماتے ہوئے ان کے لئے دُعا بھی سکھائی ہے جیساکہ فرماتا ہے۔

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا۔

(سورۃ بنی اسرائیل: ۲۵)

اور تو کہہ کہ اے میرے رب! تو ان دونوں پر رحم فرما۔ جس طرح انہوں نے رحمت وشفقت سے بچپن میں مجھے پالا ہے۔

نماز کی دُعاؤں میں انسان اپنے والدین کے لئے مغفرت کی دُعا کرتا ہے اور اپنے ربّ سے یوں گویا ہوتا ہے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ (ابراہیم: ۴۲)

اے میرے پروردگار مجھے اور میرے والدین کو بخش دے۔

۸۔ والدین کے اقارب سے بھی حُسنِ سلوک سے پیش آنا چاہیئے۔ اگر وہ ضرورتمند ہوں تو ان کی مدد کرنی چاہیئے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کے اقارب سے محبت کرنے اور ان کی خدمت کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔

حضورؐ فرماتے تھے کہ چچا باپ کی مثل ہوتا ہے۔

ایک دفعہ آپؐ نے فرمایا۔ جس نے میرے چچا (حضرت عباسؓ) کو ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی۔

(ترمذی ابواب المناقب باب مناقب ابی الفضل عم النبیؐ وھو العباسؓ بن عبد المطلب)

ایک دفعہ آپؐ نے حضرت عباسؓ کی زکوٰۃ اپنے پاس سے دی اور فرمایا۔ چچا بھی تو باپ کی مثل ہوتا ہے۔

(مسلم کتاب الزکوٰۃ باب مایجب فیہ الحشر و نصف الحشر)

ایک دن ایک شخص آپؐ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی کہ مجھ سے ایک بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہے۔ کیا اس سے توبہ کی کوئی صورت ہے؟ آپؐ نے پوچھا۔ کیا تمہاری ماں زندہ ہے؟ بولا نہیں۔ پھر پوچھا۔ کیا تمہاری خالہ ہے؟ جواب دیا۔ ہاں۔ آپؐ نے فرمایا۔ تو اس سے نیکی کرو۔

(ترمذی ابواب البرّ والصلۃ باب ماجاء فی برّ الخالۃ)

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ خالہ بمنزلہ والدہ کے ہے۔

(ترمذی ابواب البرّ والصلۃ باب ماجاء فی برّ الخالۃ)

حضرت اُمّ المومنین میمونہؓ نے ایک لونڈی آزاد کی۔ تو آپؐ نے اُنہیں فرمایا کہ اگر تو اپنے ماموں کو دے دیتی تو تجھے بڑا اجر ملتا۔

(بخاری کتاب الھبۃ و فضلہا والتحریص علیہا)

۹ - والدین کے دوستوں اور ملنے جلنے والوں کے ساتھ بھی نیک سلوک رکھنا چاہیئے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ بہترین نیکی یہ ہے کہ والد کے تعلقات کو زندہ رکھا جائے والد کے دوستوں کو چچا کے برابر اور والدہ کی سہیلیوں کو خالہ کے برابر سمجھنا چاہیئے

ابن دینارؓ سے روایت ہے۔ ایک اعرابی ابنِ عمرؓ کو مکّہ کی راہ میں ملا۔ اسے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے سلام کیا اور جس سواری پر سوار تھا۔ اس پر اسے سوار کر لیا۔ اور اپنے سر کی دستار اسے دیدی۔ ابنِ دینارؒ کہتا ہے ہم نے ابن عمرؓ سے کہا۔ یہ اعرابی لوگ ہیں۔ تھوڑی سی بخشش سے خوش ہو جاتے ہیں۔ ابنِ عمرؓ نے کہا۔ اس کا حق ہے۔ کیونکہ اس کا باپ میرے باپ (عمرؓ بن خطاب) کا دوست تھا اور میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ فرماتے تھے۔ بڑی سعادت مندی یہ ہے کہ آدمی باپ کے دوستوں سے ملاپ اور نیک سلوک کرے۔

(مسلم کتاب البرّ والصلۃ باب فضل صلۃ اصدقاء للاب والامّ نحوھا)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عورتوں میں سے کسی پر رشک نہیں کیا۔ جیسے حضرت خدیجہؓ پر کیا۔ مَیں نے تو اُسے نہیں دیکھا۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بہت ذکر فرمایا کرتے تھے اور اکثر بکری ذبح کرکے اس کے اعضاء اس کی سہیلیوں کو بھیجا کرتے۔ مَیں اکثر کہا کرتی۔ گویا دُنیا میں خدیجہؓ کے سوا کوئی اور عورت ہی نہیں۔ آپؐ فرماتے۔ وہ ایسی نیک تھی۔ ایسی تھی۔ اور اس سے میری اولاد تھی۔

(بخاری کتاب المناقب باب تزویج النبی خدیجۃ و فضلھا)

۱۰۔ والدین کی خدمت گزاری اور ان کی احسانمندی کا حق ان کی زندگی میں ہی ختم نہیں ہو جاتا بلکہ ان کی وفات کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ اس لئے انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنے والدین کی نیکیوں کو جاری و ساری رکھے اور ہمیشہ نیکی کی راہوں پر قدم مارے تاکہ اولاد کی نیکی کا ثواب والدین کو بھی پہنچتا رہے اور جنّت میں ان کے درجات بلند ہوں ان کے لئے بخشش کی دُعا مانگتے رہنا چاہیئے۔

حدیث میں آتا ہے بنو سلمہ میں سے ایک آدمی نے حضورؐ سے سوال کیا کہ میرے ماں باپ کے انتقال کے بعد بھی ان کے ساتھ مَیں کوئی سلوک کر سکتا ہوں؟ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں۔ چار سلوک۔ ان کے جنازے کی نماز، اُن کے لئے دُعا و استغفار اُن کے وعدوں کو پورا کرنا۔ اُن کے دوستوں کی عزّت کرنا۔ اور وہ صلہ رحمی جو صرف اُن کی وجہ سے ہو۔ یہ ہے وہ سلوک جو ان کی موت کے بعد بھی تو ان کے ساتھ کر سکتا ہے۔ (ابوداؤد کتاب الادب باب فی برّالوالدین)

بنو سلمہ کا ایک آدمی آپؐ کے پاس آیا۔ اُس نے کہا۔ اے اللہ کے رسولؐ۔ ماں باپ کے وفات پا جانے کے بعد اُن کا کوئی حق باقی رہتا ہے۔ جسے مَیں ادا کردوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں ان کے لئے دُعا و استغفار کرو۔
(ابوداؤد کتاب الادب باب فی برّالوالدین)

ہم پر لازم ہے کہ ہم قرآنی ارشادات اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر اپنے والدین کی صدقِ دل سے خدمت کریں۔ اُن سے حُسنِ سلوک سے پیش آئیں تا ہماری دُنیا اور آخرت سنور جائے اور ہم جنّت کے حقدار بن جائیں۔ آمین۔

نماز کے آداب

نماز فارسی زبان کا لفظ ہے ۔عربی زبان میں نماز کے لئے صلوٰۃ کا لفظ آتا ہے۔
صلوٰۃ کا لفظ ۔صلی سے نکلا ہے ۔جس کے معانی ہیں آگ میں داخل ہونا۔ پس
صلوٰۃ کے ایک معانی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ کی محبت کی آگ میں داخل ہونا۔

لفظ الصّلوٰۃ صَلّٰی سے مشتق بھی ہے جس کے معانی دُعا کرنے کے ہیں ۔الصلوٰۃ
کے اصطلاحی معانی ہیں ۔ایسی عبادت جس میں رکوع و سجود ہوں گویا صلوٰۃ کے معانی
نماز کے ہیں جو ایک مکمل دعا ہے

الدعاء مُخّ العِبَادَۃِ

(ترمذی کتاب الدعوات باب ماجاء فی فضلِ الدعاء)

دعا عبادت کا مغز ہے۔

لفظ صلوٰۃ اپنے اندر وسیع معانی رکھتا ہے۔اس کے دوسرے معانی یہ ہیں ۔
رحمت، شریعت، استغفار، دعا، تعظیم اور برکت، تسبیح .

نماز اسلام کی عمارت کا دوسرا رکن ہے ۔جس پر اسلام کی عمارت کھڑی ہے ۔
یہ وہ پُرمغز عبادت ہے جو مومن اور کافر کے درمیان امتیاز پیدا کرتی ہے ۔نماز وہ اعلیٰ درجہ
کی عبادت ہے جو خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنا خاص فضل کرتے ہوئے نازل کی ہے۔
اور جس کے بجالانے سے انسان ہر قسم کی برائیوں ،بے حیائیوں، لغو باتوں اور ناپسندیدہ
امور و حرکات سے بچ جاتا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے ۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (سورۃ العنکبوت ۴۶:)

یقیناً نماز بے حیائیوں اور ناپسندیدہ کاموں سے روکتی ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے۔ اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِ کہ نماز مومن کی معراج ہے۔ یہ وہ روحانی ترقی کا زینہ ہے جس پر چڑھ کر انسان خدا تعالیٰ کی ملاقات کا شرف حاصل کر لیتا ہے۔ نماز مومن کی روح کی غذا ہے اور جنت کی کلید ہے۔ نماز کا پڑھنا ہر عاقل اور بالغ مسلمان پر فرض ہے۔

اسلامی نماز ایک ایسی جامع عبادت ہے جس میں تمام اقوام کے طریق عبادت کو جمع کر دیا گیا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اسلامی نماز عقیدت و محبت اور ادب و احترام کے لحاظ سے بھی انسانی جذبات کی بہترین عکاس ہے۔

ذیل میں قرآن مجید، سنت نبویہ اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں دیئے گئے نماز کے آداب درج کئے جاتے ہیں تاکہ ہم ان پر عمل پیرا ہو کر اپنے محسن خدا کی زیارت کر سکیں۔

۱ نماز جیسی عظیم الشان عبادت کو بجا لانے کے لئے ضروری اَمر یہ ہے کہ پہلے اچھی طرح وضو کیا جائے۔ کیونکہ وضو یعنی طہارت نماز کی کُنجی ہے۔ اور وضو سے پہلے حاجات ضروریہ سے بھی فارغ ہو لینا چاہیئے۔

حدیث میں آتا ہے لَاصَلٰوۃَ ... وَھُوَ یُدَافِعُہُ الْاَخْبَثَانِ

(مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ باب کراھیۃ الصلوٰۃ بحضرۃ الطعام المراد اکلہ)

یعنی اس حالت میں نماز نہیں ہوتی جب دو سخت ناپاک چیزیں (یعنی پیشاب اور پاخانہ) اُسے روک رہی ہوں۔

وضو کرنے سے پہلے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنی چاہیئے کیونکہ بسم اللہ وضو کی کنجی ہے۔ وضو کرتے وقت کلمہ شہادت پڑھتے رہنا چاہیئے (مسلم و بخاری) اور بعد میں یہ دُعا پڑھنی چاہیئے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ ط

(کنز العمال جلد نمبر ۹ کتاب الطہارۃ باب اذکار الوضوء)

اے اللہ! مجھے توبہ کرنے والوں میں سے بنا اور مجھے پاکیزگی اختیار کرنے والوں میں سے بنا۔

نماز ادا کرنے سے پہلے وضو کرنے کا حکم قرآن مجید میں چھٹے سیپارے کے چھٹے رکوع میں آیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ

(سورۃ المائدہ : ۷)

اے مومنو! جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھو لو۔ اور اپنے سروں کا مسح کر لیا کرو۔ اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں تک دھو لیا کرو۔

وضو کے لئے اگر پانی میسّر نہ ہو۔ یا انسان بیمار ہو۔ یا بیمار ہونے کا خدشہ ہو تو پھر وضو کی بجائے تیمّم کا حکم آیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ

(سورۃ المائدہ : ۷)

پس تم پاک مٹی سے تیمم کر لیا کرو۔ اور اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں کا اس سے مسح کر لیا کرو۔

حضرت عثمان بن عفانؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهٖ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ اَظْفَارِهٖ

(مسلم کتاب الطہارۃ باب خروج الخطایا مع ماء الوضوء)

جو شخص اچھی طرح وضو کرے اس کے قصور اس کے جسم سے یہاں تک کہ اس کے ناخنوں کے اندر سے بھی نکل جاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب مسلمان اور مومن بندہ وضو کرتا ہے اور اپنا منہ دھوتا ہے تو پانی کے آخری قطرے کے ساتھ اس کی وہ تمام بدیاں دُھل جاتی ہیں جن کا ارتکاب اس کی آنکھوں نے کیا ہو۔ پھر جب وہ اپنے دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ اس کی وہ تمام غلطیاں دُھل جاتی ہیں جو اس کے دونوں ہاتھوں نے کی ہوں۔ یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک وصاف ہو کر نکلتا ہے پھر جب وہ اپنے پاؤں دھوتا ہے تو اس کی وہ تمام غلطیاں پانی یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ دُھل جاتی ہیں جس کا اس کے پاؤں نے ارتکاب کیا ہو۔ یہاں تک کہ وہ تمام گناہوں سے پاک وصاف ہو کر نکلتا ہے۔

(مسلم کتاب الطہارۃ باب خروج الخطایا مع ماء الوضوء)

یاد رکھنا چاہیئے کہ نماز کا اصل مقام طہارت ہے جسے وضو کی حالت کہتے ہیں اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کہ جو شخص وضو کر کے نماز کے لئے بیٹھ جاتا ہے وہ نماز ہی کی حالت میں ہوتا ہے

(کنز العمال عربی مطبوعہ مصر جلد ۷ صفحہ ۲۹۸ حدیث نمبر ۱۸۹۶۴)

۲۔ نمازی کے لئے ضروری ہے کہ وہ پاک وصاف لباس میں نماز ادا کرے اور جس جگہ وہ نماز ادا کرنے کے لئے کھڑا ہو وہ بھی پاک وصاف ہو اور اس کا جسم بھی پاک ہو کیونکہ خدا تعالیٰ جمیل ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔ اسی طرح وہ پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

اصطبل، مذبحہ، قبرستان، راستوں کے درمیان، حمام، اونٹوں کے بندھنے اور بیٹھنے کی جگہ اور خانہ کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنا منع ہے۔

(ترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی کراھیۃ مایصلی الیہ وفیہ)

قرآن مجید پارہ نمبر ۱۷ رکوع ۱۱ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ○
(سورۃ الحج : ۲۷)

اور پاک رکھ میرا گھر رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے۔
کناز بن الحصینؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا
کہ فرماتے تھے۔ قبروں کی طرف نماز مت پڑھو۔ اور نہ ان پر بیٹھو۔
(مسلم کتاب الصلوۃ باب النہی عن الجلوس القبر والصلوۃ علیہ)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،
السِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ
(سنن نسائی کتاب الطہارۃ باب السواک اذا قام من اللیل)
مسواک کرنا منہ کی پاکیزگی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا موجب ہے۔

۳۔ اوقاتِ ممنوعہ میں نماز ادا نہ کی جائے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

سورج کے طلوع اور غروب کے وقت اور عین دوپہر کے وقت کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہیئے نہ فرض نماز نہ نفل۔ ان اوقات میں نماز پڑھنے کی ممانعت اس لئے کی گئی ہے کہ طلوع اور غروب آفتاب کے وقت مشرک اور بُت پرست اپنے معبودانِ باطلہ کی پرستش کرتے ہیں۔

۴۔ نماز وقت مقررہ پر ادا کی جائے۔ کیونکہ وقت مقررہ پر نماز ادا کرنا وقت کی پابندی کا درس دیتا ہے نیز اجتماعیت کی روح کو زندہ رکھنے کا موقعہ بھی ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔
اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا (سورۃ النساء : ۱۰۴)
یقیناً نماز مومنوں پر فرض مؤکدہ ہے۔

وقت پر نماز ادا کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ترین عمل ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے پوچھا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا عمل زیادہ پسند ہے۔ آپ نے فرمایا۔ نماز جو وقت پر ادا کی گئی ہو۔ (تجرید بخاری حصہ اوّل ص۱۳۹)

عذر کے باعث دو نمازوں کو ملا کر پڑھنا جائز ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے مدینہ میں سات دفعہ مغرب اور عشاء اور آٹھ دفعہ ظہر وعصر کو ملا کر پڑھا ہے۔ (یہ عذر کے باعث کیا تھا) (تجرید بخاری حصہ اوّل ص۱۴۲)

وہ مواقع جن میں پیغمبر خدا نے نمازوں کو جمع کیا

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے عرفات کو جاتے وقت ظہر وعصر کو جمع کیا۔

۲۔ اور پھر عرفات سے واپس ہو کر مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو جمع کیا۔

۳۔ غزوہ خندق میں آپؐ نے پانچوں نمازوں کو جمع کیا۔

۴۔ آپ نے سفروں میں ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کیا۔

(مجموعہ فتاویٰ احمدیہ ص۶۷ جلد اوّل مرتبہ مولوی محمد فضل صاحب چنگوی)

اگر کوئی شخص نماز بھول جائے یا سو جائے اور وقت پر نماز نہ پڑھ سکے تو جس وقت یاد آئے یا بیدار ہو تو اس وقت وضو کر کے نماز پڑھ لے۔ بعد از وقت نماز ادا کرنے کو قضا کہتے ہیں۔

مومن کو چاہیئے کہ وہ اپنی اور اپنے اہل خانہ کی تمام نمازوں کی حفاظت کرے اور اس قرآنی ارشاد کو ہمیشہ مدنظر رکھے۔

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ○

(سورۃ بقرہ: ۲۳۹)

ترجمہ: تم تمام نمازوں کا اور (خصوصاً) درمیانی نماز کا پورا خیال رکھو۔ اور اللہ کے فرمانبردار ہو

کر کھڑے ہو جاؤ۔

احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز وسطیٰ سے مراد وہ نماز ہے جو کام کے درمیان آجائے۔ نماز عصر کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز وسطیٰ قرار دیا ہے۔ (جنگ احزاب میں عصر کی نماز سے کفار نے جب آپ کو روکا تو آپؐ نے فرمایا۔ خدا ان کے گھروں اور ان کی قبروں اور ان کے پیٹوں کو آگ سے (بھرے) انہوں نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ سے روک دیا ہے)

(بخاری کتاب التفسیر باب قول حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ)

حضرت انس بن مالکؓ نبی کریمؐ سے راوی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔ جو شخص کسی نماز کو بھول جائے اُسے چاہیئے کہ جب یاد آئے پڑھ لے اس کا کفارہ یہی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اقم الصلوٰۃ لذکری" نماز قائم کرو میرے ذکر کے ساتھ۔

(تجرید بخاری حصہ اول ص۱۵۱)

۵۔ نماز ادا کرنے کے لئے قبلہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے۔ قبلہ جسے کعبہ اور بیت اللہ بھی کہتے ہیں۔ وہ مقدس عمارت ہے جسے خالص توحید کی خاطر بنایا گیا۔ اور جو مکہ مکرمہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ آل عمران میں فرماتا ہے

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ (سورۃ آل عمران : ۹۷)

یقیناً پہلا گھر جو لوگوں کے فائدہ کے لئے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے تو آپؐ نے اس کے تمام گوشوں میں دعا کی۔ مگر نماز نہیں پڑھی۔ یہاں تک کہ آپ کعبہ سے نکل آئے پھر جب کعبہ سے نکل چکے تو آپؐ نے کعبہ کے سامنے دو رکعت نماز پڑھ کر فرمایا۔ "یہ قبلہ ہے۔" (تجرید بخاری حصہ اول ص۱۱۱)

پس قبلہ کی تعظیم ضروری ہے اور اس کی طرف پاؤں کر کے سونا جائز نہیں کیونکہ

قبلہ شعائر اللہ میں سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ

(سورۃ الحج : ۳۲)

روایت ہے کہ یہ مقدس گھر تمام انبیاء کا قبلہ رہا ہے۔ حضرت آدمؑ اور دوسرے انبیاءؑ نے اس کا حج کیا۔ (طبری تاریخ الوفا ۱۶۷/۲)

قبلہ کو مقرر کرنے میں یہ حکمت مضمر تھی کہ مسلمانوں کے اندر یکجہتی اور اتحاد پیدا ہو اور سب کی توجہ اور مقصد ایک ہی طرف رہے۔ یعنی توحیدِ خالص کی طرف۔

جن لوگوں کو کعبہ کی عمارت نظر نہیں آتی۔ دُور ہیں یا دوسرے ممالک میں رہتے ہیں۔ ان کا قبلہ۔ کعبہ اور مسجد الحرام کی جہت ہے۔

خوف کی حالت ہو یا انسان کسی ایسی سواری پر سفر کر رہا ہو جسے ٹھہرانا اس کے اپنے اختیار میں نہیں یا ٹھہرانا موجبِ حرج ہے اور چلتے ہوئے صحیح قبلہ کی طرف منہ کرنا خاصہ مشکل ہے یا سفر ہوائی جہاز کا ہے۔ ایسی تمام صورتوں میں جدھر آسانی ہو اُس طرف مُنہ کر کے نماز پڑھ لینا جائز ہے۔

(اسلامی نماز از ملک سیف الرحمٰن ص ۲۳)

اللہ تعالیٰ سورۃ بقرہ میں فرماتا ہے۔

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ

(سورۃ البقرہ : ۱۱۶)

اور اللہ تعالیٰ کے لئے مشرق و مغرب ہیں پس جہاں کہیں تم اپنے رخ پھیرو گے وہیں اللہ کی توجہ ہو گی۔

۶ نماز ادا کرنے سے پہلے نیّت نماز کرے۔ نیّت کے معنی ارادہ کے ہیں یعنی وہ دل میں یہ ارادہ کرے کہ وہ کون سی نماز پڑھ رہا ہے اور کتنی رکعت نماز شروع کرنے لگا

ہے۔ منہ سے نیت کے الفاظ ادا کرنے ضروری نہیں۔ البتہ توجیہ پڑھنا مناسب ہے اور توجیہ یہ ہے۔

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَّمَآ أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ○ (سورۃ الانعام : ۸۰)

یقیناً میں نے اپنی توجہ اس ذات کی طرف کی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ خالص خدا تعالیٰ کی طرف جھکتے ہوئے یا موحد ہو کر اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

۷۔ جب اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کر دی جائے تو اس کے بعد کوئی اور کام نہ کیا جائے اور نہ بات کی جائے بلکہ نماز ادا کی جائے اور نماز پڑھتے ہوئے نظر سجدہ گاہ کی طرف رکھی جائے۔ نماز میں ایک سے زیادہ دفعہ حرکت کرنا نماز کو مکروہ کر دیتا ہے۔

حضرت معیقیبؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی نسبت جو سجدہ کرتے وقت مٹی برابر کرتا تھا یہ فرمایا " اگر تم یہ کرنا ہی چاہتے ہو تو ایک مرتبہ سے زیادہ نہ کرو۔ (تجرید بخاری حصہ اوّل صـ ۲۴۷، ۲۴۶)

حدیث شریف میں آتا ہے۔ حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نماز کی کلید طہارت ہے۔ نماز کی تحریم تکریم ہے۔ نماز کی تحلیل تسلیم ہے۔ یعنی اللہ اکبر کہنے کے بعد نماز کے علاوہ کوئی اور بات یا کام کرنا منع ہو جاتا ہے اور سلام کے بعد تمام وہ کام جو نماز میں منع تھے وہ جائز ہو جاتے ہیں۔

(ترمذی ابواب الطہارۃ باب ما جاء ان مفتاح الصلوٰۃ الطہور)

نماز سے باہر والے کی بات کی طرف توجہ کرنا اور بات کا جواب بھی دینا منع ہے بلکہ نماز میں سلام کرنا یا جواب دینا ناجائز ہے۔ حضورؐ فرماتے تھے۔ ہمیں نماز میں سکوت کا حکم دیا گیا ہے۔

(تجرید بخاری حصہ اوّل صـ ۲۴۶)

حضرت معاویہ بن حکمؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز پڑھ رہا تھا کہ نمازیوں میں سے ایک آدمی کو چھینک آئی۔ میں نے اس کے جواب میں یَرْحَمُكَ اللّٰہ کہہ دیا یعنی اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے۔ دوسرے نمازی مجھے تیز نظروں سے دیکھنے لگے۔ میں نے کہا۔ تمہاری ماں مرے۔ تم مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو؟ اس پر لوگ اپنی رانیں پیٹنے لگے جس طرح لوگ گھبراہٹ اور پریشانی میں کرتے ہیں۔ تب میں سمجھا کہ دراصل یہ لوگ مجھے چُپ کرانا چاہتے ہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے۔ تو آپ نے مجھے بُلایا۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں نے نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد آپؐ سے زیادہ اچھا اور رحمدل معلم کوئی دیکھا۔ خدا کی قسم! آپؐ نے نہ مجھے جھڑکا نہ مارا نہ بُرا بھلا کہا بلکہ نرمی سے فرمایا۔ نماز میں باتیں کرنا ٹھیک نہیں نماز میں تسبیح، تکبیر اور تلاوتِ قرآن مجید ہوتی ہے۔ میں نے کہا حضور میں نیا نیا مسلمان ہوا ہوں۔

(مسلم کتاب الصلوٰۃ باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ)

نمازی کے آگے سے سانپ یا بچھو وغیرہ ظاہر ہو تو اسے مار دینا چاہیئے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صـ۲۳۳ مطبوعہ مطبع میمینۃ مصر)

۸۔ نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا منع ہے۔ اسی طرح نظر پھیرانا۔ بلاوجہ کھانسنا، اِدھر اُدھر ہلنا بھی ناجائز ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لوگوں کا کیا خیال ہے جو اپنی آنکھیں نماز میں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں۔ حضورؐ نے تاکید فرمائی کہ لوگ اس سے باز آئیں یا ان کی آنکھیں اُچک لی جائیں۔

(بخاری کتاب الاذان باب رفع البصر الی السماء فی الصلوٰۃ)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے کے بارے میں پوچھا۔ فرمایا۔ ایسا کرنا اختلاس ہے۔ شیطان بندہ کی نماز اُچک

لینا ہے۔ (بخاری کتاب الاذان باب الالتفات فی الصلوٰۃ)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز میں اِدھر اُدھر نہ دیکھو کہ یہ ہلاکت ہے۔ اگر ضرورت ہی ہو تو نفلوں میں خیر، فرضوں میں بالکل نہیں۔

(ترمذی ابواب السفر باب ما ذکر فی الالتفات فی الصلوٰۃ)

۹۔ نماز میں کسی چیز کا سہارا نہیں لینا چاہیے اور نہ ہی ایک پاؤں پر کھڑا ہونا چاہیے ایسا کرنا منع ہے۔ ہاں معذور شخص سہارا لے سکتا ہے۔ تکان کی حالت میں بیٹھ کر نماز پڑھے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں پہلو پہ ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا۔ (بخاری کتاب التہجد باب الحصر فی الصلوٰۃ)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرمؐ ایک مرتبہ مسجد میں داخل ہوئے تو (کیا دیکھتے ہیں) کہ ایک رسّی دو ستونوں میں لٹک رہی ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ یہ رسی کیسی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا یہ رسی زینبؓ کی لٹکائی ہوئی ہے۔ جب وہ نماز میں کھڑے کھڑے تھک جاتی ہیں تو اسی رسی سے لٹک جاتی ہیں۔ نبی کریمؐ نے فرمایا نہیں یہ ہرگز نہ چاہیئے اس کو کھول دو۔ تم میں سے ہر ایک اپنی طبیعت کے خوش رہنے پر نماز پڑھے۔ پھر جب کھڑا تھک جائے تو اسے بیٹھ جانا چاہیئے۔ یعنی بیٹھ کر نماز پڑھنی چاہیئے۔

(تجرید بخاری حصّہ اوّل ص۲۴۱)

۱۰۔ نماز کی تمام حرکات یعنی قیام، رکوع، سجود اور قعدہ کو صحیح طور پر ادا کیا جائے نماز کے لئے جو قواعد مقرر کئے گئے ہیں ان کو احسن رنگ میں بجا لائے۔

حدیث میں آتا ہے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر (یعنی اللہ اکبر) کہہ کر نماز شروع کرتے تھے۔ اس کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھتے۔ جب رکوع کرتے تو نہ سر کو اُوپر اٹھا کر رکھتے نہ نیچے جھکاتے بلکہ بیٹھ کے برابر اور ہموار رکھتے اور جب رکوع سے اٹھتے تو سیدھے کھڑے ہو کر پھر سجدہ میں جاتے اور جب سجدہ

سے سر اٹھاتے تو پوری طرح بیٹھنے کے بعد دوسرا سجدہ کرتے۔ اور ہر دو رکعتوں کے بعد تشہد کے لئے بیٹھتے۔ اپنا دایاں پاؤں کھڑا رکھتے اور بایاں بچھا دیتے اور اس طرح بیٹھ کر تشہد پڑھتے۔ اور شیطان کی طرح بیٹھنے یعنی ایڑیوں پر بیٹھنے سے منع فرماتے اور سجدہ میں بازو بچھانے سے منع فرماتے۔ جس طرح کہ کتا اپنے بازو بچھا کر بیٹھتا ہے۔ آخر میں آپ السلامُ علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر نماز ختم کرتے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۶ صا۳ا مطبوعہ مطبع میمنہ مصر)

سجدہ کو سات ہڈیوں پر بجالانا چاہیئے کیونکہ حضورؐ فرماتے تھے۔ مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پیشانی کے بل۔ اور آپؐ نے اپنے ہاتھ سے اپنی ناک، دونوں ہاتھوں اور دونوں گھٹنوں اور دونوں پیروں کی انگلیوں کی طرف اشارہ فرمایا۔

(تجرید بخاری حصہ اول صفحہ ۱۸۹)

۱۱۔ نماز کو ٹھہر ٹھہر کر اور سنوار کر پڑھنا چاہیئے۔ مقررہ عبادات، دعائیں اور تلاوت اپنے اپنے موقع پر عمدگی کے ساتھ پڑھی جانی چاہیئے۔ نماز توجہ کے ساتھ ادا کی جانی چاہیئے اللہ تعالیٰ متقیوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ (سورۃ البقرہ : ۴)

کہ وہ اپنی تمام نمازوں کی درستگی کا خیال رکھتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی درستگی کا بہت خیال فرمایا کرتے تھے۔ اور بہت سنوار کر اور عمدگی سے نماز ادا کیا کرتے تھے۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان یا غیر رمضان میں پچھلی رات میں گیارہ رکعت سے زیادہ نفل نماز نہیں پڑھتے تھے۔ آپؐ چار رکعتیں پڑھتے ان کی خوبصورتی اور لمبائی کا نہ پوچھئے (یعنی نماز بہت سنوار کر اور لمبی پڑھتے) پھر چار رکعتیں پڑھتے تھے ان کی خوبصورتی اور لمبائی کا نہ پوچھئے۔ پھر اس کے بعد تین رکعتیں پڑھتے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ کیا وتر ادا کرنے سے قبل آپؐ سوتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اے عائشہؓ! میری آنکھیں تو سو جاتی ہیں لیکن دل نہیں سوتا۔

(بخاری کتاب الصوم باب فضل من قام رمضان)

جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نمازوں کو سنوار کر پڑھا کرتے تھے وہاں دوسروں کو بھی سنوار کر پڑھنے اور عمدگی سے ادا کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔

حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی آیا اور اس نے نماز پڑھی۔ پھر وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا۔ آپؐ نے اس کے سوال کا جواب دیا اور فرمایا۔ جاؤ دوبارہ نماز پڑھو۔ کیونکہ تمہاری نماز نہیں ہوئی۔ تین دفعہ ایسا ہوا کہ آپؐ نے اُسے دوبارہ نماز پڑھنے کے لئے کہا۔ تب اس نے آپؐ سے کہا۔ آپؐ ہی مجھے نماز پڑھنے کا صحیح طریق بتا دیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا۔ جب تم نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو جاؤ تو تکبیر کہو پھر حسب توفیق قرآن پڑھو۔ پھر پورے اطمینان کے ساتھ رکوع کرو۔ پھر سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر پورے اطمینان کے ساتھ سجدہ کرو۔ پھر سجدہ سے اُٹھ کر پوری طرح بیٹھو۔ اس کے بعد دوسرا سجدہ کرو۔ اس طرح ساری نماز ٹھہر ٹھہر کر سنوار کر پڑھو۔

(بخاری کتاب الاذان باب امر النبیؐ الذی لا یتم رکوعہ بالاعادۃ)

ایسی نماز جس میں دل کہیں اور ہو اور خیال کسی اور کی طرف ہو وہ قبول نہیں ہوتی بلکہ لعنت بن کر اس شخص پر پڑتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۙ

(سورۃ الماعون : ۵، ۶)

یعنی لعنت ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں میں غافل ہیں۔

نماز اگر سنوار سنوار کر ادا کی جائے تو نماز نمازی کو دُعا دیتی ہے کہ خدا تعالیٰ تجھے

سنوارے کہ تو نے مجھے سنوارا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اچھی طرح کامل وضو کرے۔ پھر نماز کے لئے کھڑا ہو۔ اور نماز کا رکوع وسجود پورا کرے اور اس میں قرات اچھی طرح پڑھے۔ اس کو نماز کہتی ہے۔ خدا تعالیٰ تجھے محفوظ رکھے جیسا کہ تو نے مجھے محفوظ رکھا۔ پھر نماز کو فرشتے آسمان کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور اس نماز میں روشنی اور نور ہوتا ہے اور اس نماز کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ خدا کے حضور میں پہنچ کر اپنے نمازی کے لئے سفارش کرتی ہے۔ اور جب کوئی نماز کا رکوع اور سجود ضائع کرے اور اس میں قرأت ٹھیک نہ پڑھے تو نماز اس کو کہتی ہے خدا تعالیٰ تجھے ضائع کرے جیسا کہ تو نے مجھے ضائع کیا۔ پھر فرشتے اس کو اوپر لے جاتے ہیں اور اس نماز میں اندھیرا ہوتا ہے جب آسمان کے پاس پہنچتی ہے تو آسمان کے دروازے اس نماز کے آگے بند کئے جاتے ہیں پھر اس نماز کو پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر فرشتے اس نماز کے پڑھنے والے کے منہ پر مارتے ہیں۔

(مجموعہ فتاویٰ احمدیہ جلد اوّل صـ۲۷ مرتبہ مولوی فضل محمد خان صاحب چنگوی)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"بندے کے عمل میں سے سب سے پہلے جس عمل کا حساب ہوگا وہ نماز ہے اگر یہ درست نکلی تو وہ کامیاب و بامراد ہوگیا۔ لیکن اگر یہی خراب نکلی تو وہ ناکام و نامراد رہے گا۔"

(ترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ان اول مایحاسبُ بہ العبد یوم القیامۃ الصلوٰۃ)

۱۲۔ نماز کو خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرنا چاہیئے۔ اس لئے ضروری ہے کہ نماز کی عربی عبارات کا مفہوم اور معانی آتے ہوں اللہ تعالیٰ سورۃ المومنون رکوع ۱ آیت نمبر ۲، ۳ میں فرماتا ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ

(سورۃ المؤمنون ۲، ۳)

یقیناً وہ مومن کامیاب ہو گئے جو اپنی نمازوں میں عاجزانہ رویّہ اختیار کرتے ہیں

نماز خشوع وخضوع کرنے والوں کو کامیابی سے ہمکنار کرتی ہے۔

۱۳۔ نماز کو چٹی سمجھ کر نہیں پڑھنا چاہیئے بلکہ اس یقین اور ایمان کے ساتھ پڑھنا چاہیے کہ ہم اپنے محبوب خدا کی زیارت کر رہے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز اپنے رب کی زیارت ہے۔ اور زیارت الٰہی ایک انعام ہے۔ اور کوئی عقلمند انسان اپنے محبوب کی زیارت کو چٹی نہیں سمجھے گا۔

(تفسیر کبیر جلد چہارم صد ۳۷۴ نیا ایڈیشن)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادت کی شان یہ بتائی ہے

كَاَنَّكَ تَرَاهُ وَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ

(مسلم کتاب الایمان باب تعریف الاسلام والایمان)

کہ جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو تو تو سمجھے کہ تو تو خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ اور اگر یہ حالت نہ ہو کہ تو اُسے نہیں دیکھ رہا تو تو یہ یقین رکھ کر نماز پڑھ کہ وہ خدا تجھے دیکھ رہا ہے۔

گویا نماز رؤیت الٰہی کا نام ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا انعام ہے۔

۱۴۔ نماز کو ہمیشہ چستی اور ہوشیاری کے ساتھ ادا کیا جائے کیونکہ نماز کو سستی سے ادا کرنا یا اس کی ادائیگی میں کوتاہی اور غفلت سے کام لینا منافقت کی علامت ہے اللہ تعالیٰ سورۃ النساء رکوع ۲۱ میں فرماتا ہے۔

وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى

(سورۃ النساء: ۱۴۳)

اور جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی سے کھڑے ہوتے ہیں.

۱۵ نماز میں اگر کسی سے ایسی غلطی سرزد ہو جائے جس سے نماز میں شدید نقص پڑ جائے مثلاً سہواً فرض کی ترتیب بدل جائے. یا رکعتوں کی تعداد میں شک پڑ جائے یا کوئی واجب جیسے درمیانی قعدہ رہ جائے. تو اس غلطی کے تدارک کے لئے دو زائد سجدے کر لے ضروری ہوتے ہیں. اور یہ سجدے نماز کے آخری قعدہ میں تشہد درود شریف اور دعاؤں کے بعد کئے جائیں. جب یہ آخری دعا ختم ہو جائے تو تکبیر کہہ کر دو سجدے کئے جائیں. اور ان میں تسبیحات پڑھی جائیں. اس کے بعد بیٹھ کر سلام پھیرا جائے.

(نماز مرتبہ مولانا ملک سیف الرحمٰن صاحب فاضل ص۴۳، ۴۴)

حدیث میں آتا ہے. عبداللہ بن مالک بُحینہؓ (جو قبیلہ اَزدِ شَنُوأَة سے بنی عبد مناف کے حلیف اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے) کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی تو بھولے سے پہلی دو رکعتوں کے (بعد) کھڑے ہو گئے اور بیٹھے نہیں. چنانچہ لوگ بھی آپؐ کے ساتھ کھڑے ہو گئے. جب آپ نماز تمام کر چکے اور لوگ آپؐ کے سلام پھیرنے کے منتظر تھے تو آپؐ نے بیٹھے ہی تکبیر کہی اور سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کئے پھر اس کے بعد سلام پھیرا. (تجرید بخاری حصہ اوّل ص۱۹۱)

امام اگر کوئی ایسی غلطی کرے جس سے سجدہ سہو لازم آتا ہو تو اس کے ساتھ مقتدیوں کو بھی سجدہ سہو بجا لانا ہو گا. لیکن اگر مقتدی سے کوئی غلطی ہو جائے تو پھر امام کی اتباع کی وجہ سے اس کے لئے سجدہ سہو کرنا ضروری نہیں ہو گا.

۱۶۔ مسنون دعاؤں کے علاوہ نماز میں اپنی زبان میں بھی دعائیں مانگنی چاہئیں. رکوع اور سجود میں قرآنی دعائیں اور آیات نہیں پڑھنی چاہئیں.

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ مجھے کوئی ایسی دُعا تعلیم فرمائیے جسے اپنی نماز میں مانگوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ یہ کہا کرو۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (تجرید بخاری حصہ اوّل ص۱۹۲)

اے اللہ! یقیناً میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے بہت زیادہ اور تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشتا۔ پس تو مجھے اپنی جناب سے بخش دے۔ اور مجھ پر رحم کر یقیناً تو ہی بہت بخشنے والا بار بار رحم کرنے والا ہے۔

۷۱۔ منقش کپڑے پر نماز نہیں پڑھنی چاہیئے اور ایسے پردے پر جس پر تصویریں بنی ہوں ان کے سامنے نہیں پڑھنی چاہیئے۔ کیونکہ یہ نمازی کی توجہ کو پھرا دیتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول کریمؐ نے ایک ایسی خمیصہ پر نماز پڑھی جس میں نقش تھے۔ آپؐ کی نظر اس کے نقوش پر پڑی تو آپؐ نے نماز سے فارغ ہو کر فرمایا۔ میری اس خمیصہ کو ابوجہم کے پاس لے جاؤ اور ان کی انبجانیہ مجھے لا دو۔ کیونکہ اس خمیصہ نے ابھی مجھے غافل کر دیا۔ (تجرید بخاری حصہ اول ص۱۰۷)

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کے پاس ایک پردہ تھا جسے انہوں نے گھر کے ایک گوشے میں ڈال رکھا تھا۔ نبی کریمؐ نے فرمایا۔ ہمارے پاس سے اپنا یہ پردہ ہٹا دو۔ کیونکہ اس کی تصویریں برابر میری نماز میں سامنے آرہی تھیں۔

(تجرید بخاری حصہ اوّل ص۱۰۷)

۷۲۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد استغفار اور دُعائیں مانگنی چاہئیں۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد کہا

کرتے تھے۔

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْـدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَعَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔

(مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ باب استحباب الذکر بعد الصلوٰۃ و بیان صفتہ)

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اس کے لئے بادشاہت ہے۔ اور اسی کے لئے کامل تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر پورا پورا قادر ہے۔ اے میرے اللہ جسے تو عطا کرے اُسے کوئی روکنے والا نہیں۔ اور جس چیز کو تو روکے اس کو کوئی عطا کرنے والا نہیں۔ اور نہیں نفع دیتی کسی بزرگی والے کو تیرے مقابل کوئی بزرگی۔

حضرت ثوبانؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین بار استغفار کرتے پھر یہ دعا مانگتے۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

(مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ باب استحباب الذکر بعد الصلوٰۃ و بیان صفتہ)

اے میرے اللہ! تو سلامتی والا ہے۔ تیری طرف سے ہی سلامتی ملتی ہے۔ اے جلال اور عزت والے خدا تو برکتوں کا مالک ہے۔

حضرت معاذؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا معاذ! خدا تعالیٰ کی قسم مجھے تم سے محبت ہے۔ میں تجھے تاکید کرتا ہوں کہ کسی نماز کے بعد یہ ذکر چھوٹنے نہ پائے۔

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ

(ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب فی الاستغفار)

اے میرے اللہ! میری مدد فرما کہ تیرا ذکر کروں تیرا شکر ادا کروں اور عمدگی سے تیری عبادت بجا لاؤں۔

نماز سے فراغت کے بعد تسبیح و تحمید بجا لانے کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ہر نماز کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ، تینتیس بار الحمد للہ اور تینتیس بار اللہ اکبر کہے اور پھر سو پورا کرنے کے لئے یہ ذکر کرے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔

یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہی بادشاہ ہے اور مستحق حمد و ثنا ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تو اس کے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر (یعنی بہت زیادہ ہی) ہوں۔

(مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ باب استحباب الذکر بعد الصلوٰۃ و بیان صفتہ)

ہر فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنتِ نبویؐ کے خلاف ہے۔

۱۸۔ نمازوں کی ادائیگی ہمیشہ استقلال کے ساتھ بغیر کسی ناغہ کے کی جائے کیونکہ نماز اللہ تعالیٰ کے رحم کو جذب کرنے کا ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ النور میں فرماتا ہے۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

(سورۃ النور : ۵۷)

اور تم سب نمازوں کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

سورۃ الشوریٰ رکوع ۴ میں اللہ تعالیٰ مومنوں کا وصف بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ

(سورۃ الشوریٰ : ۳۹)

اور مومن وہ ہیں جو اپنے ربّ کی آواز کو قبول کرتے ہیں اور نمازوں پر کاربند رہتے ہیں۔

ترک نماز انسان کو دوزخ کی آگ کا مستحق بنا دیتی ہے۔ جیسا کہ سورۃ المدثر رکوع ۲ میں آتا ہے۔

مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ۝ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ۝

(سورۃ المدثر ۴۳، ۴۴)

کہ کیا چیز تم کو دوزخ کی طرف لے گئی، وہ کہیں گے ہم نمازیں نہیں پڑھا کرتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو ترک کرنا شرک اور کفر کی علامت قرار دیا ہے آپؐ فرماتے تھے۔

اَلْعَهْدُ الَّذِیْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلٰوةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ

(ترمذی ابواب الایمان باب ماجاء فی ترک الصلوٰۃ)

کہ ہمارے اور کفار و مشرکین کے درمیان جو طُرہ امتیاز ہے وہ نماز ہے جس نے نماز کو ترک کیا اس نے کفر کیا۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا۔

اِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَالشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ

(مسلم کتاب الایمان باب اطلاق الکفر علی تارک الصلوٰۃ)

کہ ایک انسان اور شرک و کفر کے درمیان صرف نماز کو چھوڑنے کا ہی فرق ہے نماز بالکل چھوڑ دینا دوزخ کی راہ ہموار کرنا اور بہت بڑا گناہ ہے۔

بیماری و لاچاری کی صورت میں بھی نماز نہیں چھوڑنی چاہیئے ۔ بیٹھ کر لیٹ کر یا سر، انگلی اور آنکھوں کے اشارے سے ہی نماز ادا کر لی جائے ۔

۱۹۔ فرض نمازوں کے علاوہ قربِ خداوندی حاصل کرنے کے لئے نوافل بھی ادا کرنے چاہئیں ۔ کیونکہ یہ ایک زائد انعام ہے ۔

فرض نمازوں کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین نماز رات کی نماز (نمازِ تہجد) کو قرار دیا ہے ۔

(ابو داؤد کتاب الصوم باب فی صوم المحرّم)

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کے پہلے حصّہ میں سویا کرتے اور آخری حصّہ میں اُٹھ کر نماز پڑھا کرتے تھے ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ رات کو نمازِ تہجد میں اتنی شدّت فرمایا کرتے تھے کہ کھڑے کھڑے آپؐ کے پاؤں مبارک سُوج جایا کرتے تھے ۔ ایک بار حضرت عائشہؓ نے آپؐ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! آپ کے تو اگلے اور پچھلے گناہ سب اللہ نے بخش دیئے ہیں ۔ آپؐ کو اتنی شدت اختیار کرنے کی کیا ضرورت ہے ۔ تو آپؐ نے جواب دیا ۔

اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا

(بخاری کتاب التہجد قام النبیؐ اللیل حتّٰی ترم قدماہ)

تو کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں ۔

آپؐ نے راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر نمازیں پڑھنے کو جنت میں سلامتی اور امن کے ساتھ داخل ہونے کا ذریعہ قرار دیا ہے ۔

آپؐ نمازِ تہجد کی برکت کے متعلق فرماتے تھے ۔

"رات کے دوران ایک ایسی گھڑی آتی ہے کہ اگر ایک مسلمان کو وہ گھڑی میسّر آجائے اور وہ اس میں اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کی بھلائی کے بارہ میں کوئی سوال

کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی مراد پوری کر دیتا ہے۔ اور ایسا ہر رات ہوتا ہے
(مسلم کتاب الصلوٰۃ المسافرین وقصرھا باب الصلوٰۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ والوتر رکعۃ من آخر اللیل)

حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نوافل کے ذریعہ سے میرا بندہ میرے قریب ہو جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں۔ اور جب میں اس کو اپنا دوست بنا لیتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ یعنی میں ہی اس کا کارساز ہوتا ہوں۔ اور اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اس کو دیتا ہوں۔ اور اگر وہ مجھ سے پناہ چاہتا ہے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں۔

(بخاری کتاب الرقاق باب التواضع)

تمیم داری نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کی ہے کہ قیامت کے روز سب سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جاوے گا اسکی نماز ہوگی پس اگر اس نے اپنی نماز پوری کی ہوگی تو اس کے لئے بخشش لکھی جاوے گی اور اگر اس نے نماز پوری نہ کی ہوگی تو خدا تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا کہ میرے بندے کا کوئی نفل پاؤ تو اس کے ساتھ اس کے ضائع شدہ فرض کو پورا کر دو۔ پھر اس کے سارے عملوں کا حساب اسی مناسبت سے لیا جاوے گا۔

(مجموعہ فتاویٰ احمدیہ جلد اول ص۹۶ مرتبہ مولوی محمد فضل صاحب چنگوی)

۲۰۔ جب دسترخوان پر کھانا چن دیا جائے تو پہلے کھانا کھانا چاہیئے۔ اس کے بعد نماز ادا کرنی چاہیئے کیونکہ ایسے وقت نماز شروع کرنا اُسے خراب کرنے کے مترادف ہے حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ جب دسترخوان بچھ جائے اور کھانا چن دیا جائے تو نماز شروع کرنا اُسے

خراب کرنے کے مترادف ہے۔(مسلم کتاب الصلوٰۃ باب کراھیۃ الصلوٰۃ بحضرۃ الطعام)

۲۱۔ نمازی کو چاہیئے کہ وہ ایسی جگہ نماز پڑھے جہاں سے کسی کے گزرنے کا امکان نہ ہو اور اگر کسی کے گزرنے کا امکان ہو تو اپنے آگے کوئی چیز بطور سُترہ رکھ لے۔

نمازی کے آگے سے بوقت مجبوری دو سجدے کے فاصلے سے گزرنا جائز ہے لیکن اس کے بالکل آگے سے گزرنا گناہ ہے۔

حدیث میں آتا ہے ابوجہیمؓ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر نماز پڑھنے والے کے سامنے سے گزرنے والا یہ جان لینا کہ اس پر اس قدر گناہ ہے تو بے شک اُسے چالیس روز تک کھڑا رہنا بھلا معلوم ہوتا اس بات سے کہ اس کے سامنے سے گزرے۔راوی حدیث کہتے ہیں۔میں نہیں جانتا کہ چالیس دن کہا۔یا چالیس مہینے یا چالیس سال (تجرید بخاری حصہ اول ص۱۳۶)

۲۲۔مردوں کے لئے سوائے کسی عذر و مجبوری کے نماز با جماعت ادا کرنا ضروری ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے۔جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس درجے افضل ہے۔

(مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ)

حضورؐ فرماتے تھے۔"با جماعت نماز کے لئے کوئی جتنے قدم چل کر آئے گا اتنا ہی زیادہ اُسے ثواب ملے گا۔"

(بخاری کتاب الاذان باب فضل الصلوٰۃ الفجر فی جماعۃ)

جو شخص گھر میں وضو کر کے مسجد کی طرف نماز کے لئے روانہ ہو تو ایک قدم پر اس کا ایک گناہ جھڑتا ہے۔اور دوسرے قدم پر اس کا نیکی میں ایک درجہ بڑھ جاتا ہے۔ (مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ باب المشی الی الصلوٰۃ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر اور عشا کی نمازیں با جماعت ادا کرنے کے

ثواب کے بارے میں فرمایا۔

"جو شخص عشاء کی نماز باجماعت پڑھے تو اسے نصف رات تک نماز پڑھنے کا اور جو فجر کی نماز باجماعت پڑھے اُسے پوری رات نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔

(مؤطا کتاب الصلوٰۃ باب ماجاء فی العتمۃ والصبح)

پھر فرمایا "منافقوں پر فجر اور عشاء کی نماز سے بھاری کوئی نماز نہیں۔ اگر وہ جانتے ہوتے کہ ان کا کتنا ثواب ہے تو وہ پڑھنے کے لئے آتے خواہ انہیں گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑتا۔

(مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ باب فضل الصلوٰۃ الجماعۃ والتشدید فی التخلف عنہا)

۲۳۔ نمازی کو چاہیئے کہ وہ مسجد میں نماز پڑھنے کے بعد اپنی جگہ پر تسبیح، تحمید کرے تا اس کے لئے ملائکہ بھی دعائیں مانگتے رہیں۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ نمازی جب تک اپنی جگہ پر بیٹھا رہے فرشتے اس کے لئے یہ دعائیں مانگتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ۔ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُ

(مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ باب فضل الصلوٰۃ المکتوبہ فی جماعۃ وفضل انتظارھا)

اے اللہ۔ اس کو بخش دے۔ اے اللہ اس پر رحم فرما۔

اور ان کی یہ دعا اس کے لئے جاری رہتی ہے جب تک وہ باوضو رہتا ہے۔

۲۴۔ جب نماز کھڑی ہو جائے تو اس وقت فرض نماز کے سوا کوئی اور نماز نہ پڑھی جائے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کھڑی ہو جائے تو فرض نماز کے سوا اور نماز پڑھنا جائز نہیں۔

(مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین وقصرھا باب کراھۃ الشروع فی نافلۃ بعد شروع المؤذن بالاقامۃ)

۲۵۔ نماز کے لئے وقار اور ادب کے ساتھ چل کر جایا جائے۔ دوڑ کر نماز میں شامل

نہیں ہونا چاہیئے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جب نماز کھڑی ہو جائے تو تم دوڑ کر اس میں شامل نہ ہوا کرو۔ بلکہ وقار اور آرام سے چل کر آؤ۔ نماز کا جو حصّہ امام کے ساتھ مل جائے پڑھ لو، جو رہ جائے اُسے بعد میں پورا کرو۔

(مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ باب استحباب اتیان الصلوٰۃ بوقار وسکینۃ)

۲۶۔ نماز کے لئے صفیں سیدھی بنانی چاہیئں کیونکہ صفوں کی درستگی بھی نماز کی تکمیل کا ایک حصّہ ہے۔

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا صفوں کو سیدھا رکھو۔ کندھے سے کندھا ملاؤ۔ درمیانی فاصلہ بند کرو اور اپنے بھائیوں کے پہلوؤں کیلئے نرم ہو جاؤ۔ شیطان کے لئے درمیان میں خالی جگہ نہ رہنے دو۔ اور جو صف میں مِل کر کھڑا ہوا اللہ تعالیٰ اس کو ملائے اور جس نے صف توڑی اللہ تعالیٰ اس کو توڑے۔

(سنن ابو داؤد الصلوٰۃ باب تسویۃ الصفوف)

حضرت ابومسعود انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نماز کی صفوں کو سیدھا رکھنے کے لئے ہمارے کندھوں پر ہاتھ رکھتے اور فرماتے صفیں سیدھی بناؤ۔ اور آگے پیچھے نہ ہو۔ ورنہ تمہارے دلوں میں اختلاف بھر جائے گا۔ میرے قریب زیادہ علم والے، سمجھدار لوگ کھڑے ہوں۔ پھر وہ (لوگ) جو (رتبے میں) ان سے قریب ہوں۔ پھر وہ لوگ جو اُن سے قریب ہوں۔

(مسلم کتاب الصلوٰۃ باب تسویۃ الصفوف)

آپؐ فرماتے تھے۔ تمہیں اپنی صفیں سیدھی رکھنی چاہیئں۔ ورنہ اللہ تمہارے چہروں میں اختلاف کا بیج ڈال دے گا۔

(بخاری کتاب الأذان باب تسویۃ الصفوف ص۱۰۰)

۲۷۔ امام کی حرکت سے پہلے کوئی حرکت نہ کی جائے بلکہ اس کی کامل متابعت کی جائے۔
حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تم میں سے امام الصلوٰۃ سے پہلے سر اٹھا لیتا ہے وہ اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کے سر کی طرح بنا دے۔

(مسلم کتاب الصلوٰۃ باب التحریم عن سبق الامام برکوع او سجود)

۲۸۔ امام کو چاہیئے کہ وہ نماز میں تخفیف کا خیال رکھے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پس جو شخص تم میں سے لوگوں کو نماز پڑھائے تو اُسے چاہیئے کہ تخفیف کرے۔ کیونکہ مقتدیوں میں کمزور بھی ہوتے ہیں۔ بوڑھے اور حاجت مند بھی۔ (تجرید بخاری حصہ اوّل ص۱۷۱)

آپؐ فرماتے تھے کہ جب تم میں سے کوئی تنہا نماز پڑھے تو پھر جتنی لمبی چاہیے پڑھے۔
(بخاری کتاب الاذان باب اذا صلّی لنفسہٖ فلیطول ماشاء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں تخفیف فرمایا کرتے تھے۔ آپؐ فرماتے تھے کہ بعض اوقات میں نماز پڑھانے کے لئے کھڑا ہوتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ لمبی نماز پڑھاؤں۔ لیکن جب میں کسی بچے کا رونا سنتا ہوں تو اپنی نماز مختصر کر دیتا ہوں۔ اس ڈر سے کہیں اس کی ماں کو گھبراہٹ اور پریشانی نہ ہو۔

(بخاری کتاب الاذان باب من اخف الصلوٰۃ عند بکاء الصبیّ)

۲۹۔ امام فجر کی فرض نماز کی دونوں رکعتوں میں اور مغرب اور عشاء کی پہلی دونوں رکعتوں میں قرأت بالجہر کرے۔ یعنی بلند آواز سے پڑھے اور باقی رکعتوں میں نیز ظہر و عصر کی پوری نماز میں قرأت سِرًّا یعنی آہستہ آواز سے پڑھے

۳۰۔ جس وقت امام قراۃ پڑھ رہا ہو تو مقتدی خاموشی سے سُنیں۔ البتہ سورۃ

فاتحہ امام کے ساتھ ساتھ منہ میں پڑھتے جائیں ۔

(المستدرک للحاکم کتاب الصلوٰۃ باب اذا قرأ الامام فلا تقرأ ولا بام القرآن

فانہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرء بہا)

۴۱۔ اگر امام کوئی آیت بھول جائے تو مقتدی وہ آیت اونچی آواز سے پڑھ دیں۔ لیکن امام اگر کوئی اور بات بھول جائے تو مقتدی سبحان اللہ اونچی آواز سے کہہ دیں۔ اور اگر مقتدی عورتیں ہوں تو وہ سبحان اللہ بولنے کی بجائے تالی بجائیں۔ (بخاری ومسلم)

۴۲۔ عورت عورتوں کی امامت کرواسکتی ہے لیکن پہلی صف کے درمیان کھڑی ہو کر۔

۴۳۔ نماز میں اگر سجدہ تلاوت آجائے تو سجدہ تلاوت کیا جائے۔ کیونکہ یہ واجب ہے۔ (بخاری کتاب التہجد باب التصفیق للنساء)

۴۴۔ جب ایک مقتدی ہو تو امام کی دائیں طرف مل کر کھڑا ہو۔ اگر دوسرا مقتدی آجائے تو دونوں امام کے پیچھے ہو جائیں۔ اگر اکیلی عورت مقتدی ہو تو وہ امام کے پیچھے کھڑی ہو۔ ہاں اگر اکیلی عورت امام کی محرم ہو تو اس کی دائیں طرف کھڑی ہو سکتی ہے

(ترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی الرجل یصلی معہ رجالٌ ونساءٌ)

۴۵۔ اگر کسی نے اکیلے نماز پڑھ لی ہو اور بعد میں اُسے نماز با جماعت مل جائے تو وہ جماعت کے ساتھ ضرور پڑھ لے

(ترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی الرجل یصلّی وحدہٗ ثم یدرک الجماعۃ)

اللہ تعالیٰ ہمیں احسن رنگ میں نماز کے آداب بجالانے کی توفیق دے اور پوری محبت اور حضورِ قلب سے ہم اپنی نمازیں ادا کریں تا روح القدس کا ہم پر نزول ہو اور ہم دیدارِ الٰہی کر سکیں۔ آمین۔

جمعہ کے آداب

جمعہ کا لفظ جمع سے مشتق ہے۔ اس کے معانی اکٹھا ہونے کے ہیں جمعۃ المبارک کا دن ایک عظیم الشان اسلامی تہوار ہے۔ مسلمانوں کے لئے روز جمعہ عبادت کا دن ہے۔ قرآن مجید میں اس دن کو خاص طور پر مسلمانوں کے اکٹھے ہو کر عبادت کرنے کا دن قرار دیا گیا ہے۔ روز جمعہ کی فضیلت اس بات سے عیاں ہے کہ قرآن مجید میں ایک خاص سورۃ "سورۃ الجمعہ" آئی ہے۔ جس کے شروع میں مسیح موعود (آپ پر سلامتی ہو) کے زمانہ کا ذکر کیا گیا ہے اور آخر میں بتایا کہ اس کے زمانہ میں تجارت کی کثرت کی وجہ سے نماز جمعہ کی ادائیگی میں تغافل برتا جائے گا۔ لیکن مسلمانوں کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ان کی ترقی اور کامیابی کا راز جمعہ کی ادائیگی میں مضمر ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن کی عظمت یوں بیان فرمائی ہے۔

خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيْهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِيْهِ أُخْرِجَ مِنْهَا۔

(مسلم کتاب الصلوٰۃ باب فضل یوم الجمعۃ)

دنوں میں سے بہترین دن جس دن سورج چڑھتا ہے وہ جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن آدم پیدا کئے گئے۔ اس دن جنت میں لے جائے گئے اور اسی دن جنت سے نکالے گئے۔ یعنی بہشت سے باہر مخلوقات کے پھیلانے کا ذریعہ ہوئے۔

اس دن کی عظمت کے متعلق آنحضرتؐ نے ایک جمعہ میں فرمایا تھا۔ اے مسلمانوں کی جماعت! یہ دن ایسا ہے کہ اسے خدا نے خوشی (عید) کا دن بنایا ہے

(المعجم الصغیر للطبرانی باب الحاء من اسمہ الحسن)

ذیل میں قرآن مجید، سُنتِ نبوی اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں روزِ جمعہ اور نمازِ جمعہ کے آداب بیان کئے جاتے ہیں۔

۱۔ جمعہ کے دن ہر بالغ کے لئے غسل کرنا ضروری ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے:

غُسْلُ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُحْتَلِمٍ

(مسلم کتاب الجمعۃ باب وجوب غسل الجمعۃ)

کہ جمعہ کے دن نہانا ہر بالغ مسلمان کے لئے واجب ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی جمعہ کے دن ضرور غسل فرماتے تھے۔

آپؐ کے صحابی حضرت فاکہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن عرفہ کے دن یعنی نویں ذوالحجہ کو، عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دن ضرور نہاتے تھے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد چہارم ص۷۸، مطبع میمنیہ مصر)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی جمعہ کی نماز کو جائے تو غسل کر لیا کرے۔

(مسلم کتاب الجمعۃ)

آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ جمعہ کے دن غسل کرو اور اپنے سروں کو دھوؤ۔ چاہے تم جنبی نہ ہو۔ (تجرید بخاری حصہ اوّل ص۱۹۹)

اسی طرح آپؐ فرماتے تھے جمعہ کے دن مثلِ غسل جنابت خوب اچھی طرح غسل کرنا چاہیئے۔

۲۔ جمعہ کے دن مسواک کرنی چاہیئے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "ہر بالغ پر جمعہ کے دن اگر میسر ہو سکے تو نہانا مسواک کرنا خوشبو

لگانا ضروری ہے۔ (تجرید بخاری حصّہ اول صہ۱۹۸)

۳۔ جمعہ کے دن خوشبو لگا کر مسجد میں جانا چاہیئے۔ یہ سُنّت ہے۔

۴۔ جمعہ کے دن صاف ستھرے کپڑے پہننے چاہیئں۔ یہ سُنّت ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔ حضرت یحییٰ بن سعیدؓ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ تم میں سے کسی پر کیا حرج ہے کہ وہ اپنے کام کاج کے کپڑوں کے علاوہ دو کپڑے جمعہ کے لئے بنائے۔

(مؤطا کتاب الصلوٰۃ باب الہیئۃ وتخطی الرقاب واستقبال الامام یوم الجمعہ)

۵۔ امام جب خطبہ دے تو خاموشی کے ساتھ خطبہ سننا چاہیئے۔ البتہ امام اگر کوئی بات پوچھے تو جواب دینا چاہیئے۔

۶۔ خطبہ کے دوران بات نہیں کرنی چاہیئے۔ اور اگر کسی کو خاموش کرانا ہو تو اشارہ کے ساتھ چُپ کروایا جائے۔ اور خطبہ کے وقت کنکریوں اور تنکوں سے بھی نہیں کھیلنا چاہیئے۔ کیونکہ خطبہ بھی نماز کا ایک حصّہ ہوتا ہے۔

ایک اور حدیث شریف میں آدابِ جمعہ کا بیان یوں آتا ہے۔

حضرت سلمان فارسیؓ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور جس قدر اس کے امکان میں ہو طہارت کرکے اپنا تیل لگائے یا اپنے گھر کی خوشبو استعمال کرے اور پھر نماز جمعہ کے لئے نکلے اور ایسے دو آدمیوں کے درمیان (جو مسجد کے اندر بیٹھے ہوں) تفریق نہ کرے اور جس قدر اس کی قسمت ہو نماز پڑھے بعد ازاں جس وقت امام خطبہ پڑھنے لگے تو خاموش رہے۔ پس اس کے وہ گناہ جو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان ہوئے ہیں بخش دیئے جائیں گے۔

(تجرید بخاری حصّہ اوّل ۱۹۹)

اور ایک روایت میں ہے اور تین دن اور بھی زیادہ۔ اور جو خطبہ کے وقت کنکریوں سے کھیلے وہ بھی لغو کا مرتکب ہوا۔

(مسلم کتاب الجمعۃ باب فضل من استمع وانصت للخطبۃ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَنْصِتْ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ ۔ (تجرید بخاری حصہ اول صـ ۲۰۷)

جمعہ کے دن جب امام خطبہ پڑھ رہا ہو ۔ اگر تو اپنے پاس والے سے یہ کہے کہ چپ رہ ۔ تو بے شک تو نے لغو حرکت کی ۔

حضرت عثمانؓ اپنے خطبہ میں کہا کرتے تھے ۔ اے لوگو! سنو اور خاموش بیٹھے رہو ۔ کیونکہ خاموش رہنے والے کے لئے جو خطبہ سن نہیں سکتا اتنا ہی ثواب ہے جتنا خاموشی سے خطبہ سننے والے کے لئے ۔

(موطا کتاب الصلوٰۃ باب ما جاء فی الانصات یوم الجمعۃ والامام یخطب)

۷ ۔ جمعہ کے دن تمام کام چھوڑ کر نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے جانا چاہیئے ۔ یہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے ۔

سورۃ الجمعہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ (سورۃ الجمعۃ : ۱۰)

(اے مومنو! جب تم کو جمعہ کے دن نماز کے لئے بلایا جائے (یعنی نماز جمعہ کے لئے) تو اللہ کے ذکر کے لئے جلدی جایا کرو ۔ اور خرید اور فروخت کو چھوڑ دیا کرو ۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو)

۸ ۔ جمعہ کے لئے اوّل وقت مسجد میں آنا چاہیئے ۔ اور اوّل وقت آنے کا ثواب بہت زیادہ ہے ۔ حدیث میں آتا ہے ۔

جو اوّل وقت میں آتا ہے تو گویا اُسے ایک اُونٹ کی قربانی کا ثواب ملتا ہے جو دوسرے وقت میں آتا ہے تو اُسے گائے کی قربانی کا ثواب ملتا ہے ۔ جو تیسرے وقت میں

آتا ہے تو اُسے دُنبے کی قربانی کا ثواب ملتا ہے جو چوتھے وقت میں آتا ہے تو اُسے مرغی کی قربانی کا ثواب ملتا ہے۔ اور جو پانچویں وقت میں آتا ہے تو اُسے انڈے کی قربانی کا ثواب ملتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص جمعہ کے دن مثل غسل جنابت کے غسل کرے۔ بعدازاں نماز کے لئے جائے تو گویا اُس نے ایک اونٹ صدقہ کیا۔ جو دوسری گھڑی میں چلے۔ گویا اس نے ایک گائے صدقہ کی۔ جو تیسری گھڑی میں چلے گویا اس نے ایک سنگھارا ہوا مینڈھا صدقہ کیا۔ جو چوتھی گھڑی میں چلے تو اس نے گویا ایک مرغی صدقہ میں دی اور پانچویں گھڑی میں چلے گویا اس نے ایک انڈا صدقہ میں دیا۔ کیونکہ جب وقت امام خطبہ پڑھنے نکل آتا ہے تو فرشتے خطبہ سننے کے لئے اندر آجاتے ہیں۔ (تجرید بخاری حصہ اول ص ۱۹۹)

۹۔ جمعہ کے دن نماز سے پہلے حلقہ بناکر باتیں نہ کی جائیں۔ آنحضرتؐ نے حلقہ میں بیٹھ کر باتیں کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب التحلیق یوم الجمعۃ قبل الصلوٰۃ)

۱۰۔ جب سایہ ڈھل جائے تو نماز جمعہ کا وقت شروع ہوتا ہے۔ اس وقت پہلی اذان کہی جاتی ہے اور جب امام مُصلّی پر آجائے تو مؤذن دوسری اذان کہے۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم دن ڈھلتے ہی نمازِ جمعہ پڑھ لیا کرتے تھے۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ جب سردی خوب ہوتی تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ سویرے پڑھتے تھے اور جب گرمی زیادہ ہوتی تھی تو نماز (جمعہ) ٹھنڈک کے بعد پڑھتے تھے۔ (تجرید بخاری حصہ اول ص ۲۰۲)

۱۱۔ نماز جمعہ کے لئے جماعت کی شرط ہے۔ امام کے سوا کم از کم دو آدمی ہوں نماز

جمعہ ہو سکتی ہے۔ نماز جمعہ کی دو رکعت فرض ہیں۔

(فقہ احمدیہ حصہ عبادت ص۱۶۱، ص۱۶۸، ص۱۶۲)

۱۲۔ نماز جمعہ کی پہلی رکعت میں سورۃ الجمعہ اور دوسری میں المنافقون

(مسلم کتاب الجمعۃ باب مایقراء فی صلوٰۃ الجمعۃ)

یا پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورۃ الغاشیہ

(مسلم کتاب الجمعۃ باب مایقرأ فی صلوٰۃ الجمعۃ)

اور جمعہ کے دن نماز فجر کی پہلی رکعت میں السجدہ اور دوسری رکعت میں سورۃ الدھر پڑھنا مسنون ہے

(بخاری کتاب الجمعۃ باب مایقراء فی صلوٰۃ الفجر یوم الجمعۃ)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نماز فجر میں اَلٓمّٓ تَنْزِیْل اور ھَلْ اَتیٰ عَلَی الْاِنْسَانِ پڑھتے تھے۔

(تجرید بخاری حصہ اوّل ص۲۰۱)

حضرت نعمان ابن بشیرؓ سے روایت آتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ اور عیدین کی نمازوں کی پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورۃ الغاشیہ تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

(سنن ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب مایقرأ بہ فی الجمعۃ)

احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرتؐ جمعرات کو بھی عشاء کی پہلی رکعت میں اس کو پڑھا کرتے تھے پس ہر ہفتہ میں دوبار جہری قرأت کے ساتھ آپؐ نے سورۃ جمعہ کو لوگوں تک پہنچایا۔

۱۳۔ جمعہ کی نماز سے پہلے اور بعد چار چار رکعت نماز سنت پڑھی جائے۔ بعد میں چار کی بجائے دو رکعت نماز سنت بھی پڑھی جاسکتی ہے۔

(سنن ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ بعد الجمعۃ)

جب خطبہ شروع ہو جائے تو دو رکعت نماز سنت ادا کی جائے۔

حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے۔ آپؐ نے پوچھا۔ کیا تو نماز پڑھ چکا ہے؟ اس نے عرض کی نہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ اُٹھ دو رکعت نماز پڑھ لے۔ (تجرید بخاری حصہ اول صہ ۲۰۶)

۱۴۔ خطبہ کے دوران پہنچنے والے شخص کو چاہیئے کہ وہ جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے۔ وہ صفوں کو پھلانگ کر آگے جانے کی کوشش نہ کرے۔ اور نہ ہی کسی کو اس کی جگہ سے ہٹا کر خود وہاں بیٹھے۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص ایسا نہ کرے کہ اپنے بھائی کو اس کی جگہ سے ہٹا دے اور خود اس کی جگہ بیٹھ جائے۔ عرض کی گئی کیا یہ بات جمعہ کے لئے مخصوص ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ نہیں جمعہ کے علاوہ اور نمازوں کا بھی یہی حال ہے۔ (تجرید بخاری حصہ اول صہ ۲۰۳)

۱۵۔ جمعہ کے دن امام کے خطبہ پڑھنے کی حالت میں گوٹھ مار کر نہیں بیٹھنا چاہیئے۔ حضرت معاذ بن انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے جمعہ کے دن امام کے خطبہ پڑھنے کی حالت میں احتبا (گوٹھ مار کر) کی صورت میں بیٹھنے سے منع فرمایا۔

(ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب الاحتبار والامام یخطب)

۱۶۔ امام پہلے خطبہ کے بعد دو منٹ کے لئے خاموش ہو کر بیٹھ جائے پھر خطبہ ثانیہ پڑھے اور خطبہ ثانیہ کے بعد اقامت کہہ کر دو رکعت باجماعت نماز ادا کی جائے۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے تھے۔ بعد اس کے کچھ بیٹھ جاتے اور پھر کھڑے ہو جاتے جیسا کہ تم اب کرتے ہو

(تجرید بخاری حصہ اوّل صہ ۲۰۴، ۲۰۵)

۱۷۔ جمعہ کی نماز کی کوئی قضا نہیں۔ اگر وقت کے اندر نہ پڑھا جا سکے تو پھر نماز ظہر پڑھی جائے۔

۱۸۔ امام کو چاہیئے کہ وہ خطبہ مختصر دے اور نماز لمبی پڑھے۔

حضرت عمار بن یاسرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ انسان کا لمبی نماز پڑھنا اور مختصر خطبہ دینا اس کے فہم و فراست کی دلیل ہے۔ پس نماز لمبی کرو اور خطبہ مختصر۔

(مسلم کتاب الجمعہ باب صلوٰۃ الجمعہ وخطبتھا)

۱۹۔ جمعہ کے روز کثرت سے دعائیں کرنی چاہئیں۔ کیونکہ اس دن میں ایک ایسا وقت آتا ہے جس میں دُعائیں قبول ہوتی ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کا ذکر کیا اور فرمایا اس میں ایک ایسی گھڑی آتی ہے کہ جب مسلمان کو ایسی گھڑی ملے اور وہ کھڑا نماز پڑھ رہا ہو تو جو دُعا مانگے وہ قبول کی جاتی ہے۔ آپؐ نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ یہ گھڑی بہت ہی مختصر ہوتی ہے۔

(مسلم کتاب الجمعہ باب صلوٰۃ الجمعہ وخطبتھا)

۲۰۔ جمعہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجنا چاہیئے۔

حضرت اوس بن اوسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنوں میں سے بہترین دن جمعہ کا دن ہے اس دن مجھ پر بہت زیادہ درود بھیجا کرو کیونکہ اس دن تمہارا یہ درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

(ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب تفریع ابواب الجمعۃ)

۲۱۔ جمعہ کے دن عبادت کرنے کا خاص ثواب ہے اس لئے اس دن کی عظمت و فضیلت کے پیشِ نظر کثرت سے نیکیاں بجا لانی چاہئیں۔

جس شخص کو اس دن نماز جمعہ، نماز جنازہ، خطبہ نکاح اور کسی بیمار کی عیادت کی توفیق نصیب ہو تو اس کو جنت کی خوشخبری ہو۔

(نماز مترجم صفحہ ۲۹ از حمید احمد ماسٹر مطبوعہ مکتبہ فیض عام ربوہ)

۲۳۔ نماز جمعہ تمام بالغ تندرست مسلمانوں پر واجب ہے۔ البتہ بیمار، مسافر اپاہج نابینا اور معذور اسی طرح عورتوں پر واجب نہیں لیکن اگر وہ نماز جمعہ میں شامل ہوجائیں تو مستحسن ہے اور ان کی نماز جمعہ ہو جائے گی۔ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جمعہ کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے سوائے چار آدمیوں کے غلام جو ماتحت ہو۔ یا عورت، یا بچہ یا بیمار آدمی۔

(ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب الجمعۃ للمملوک والمرأۃ)

۲۴۔ جمعہ کی نماز بغیر کسی عذر کے ہرگز نہیں چھوڑنی چاہیئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو جمعہ کی پرواہ نہیں کرتا اس کے دل کا ¼ حصہ سیاہ ہوجاتا ہے اور دو جمعہ کے ترک سے نصف اور چار جمعہ کے ترک سے سارا دل سیاہ ہوجاتا ہے۔ اور اس طرح گویا عبادت کی لذت ہی باقی نہیں رہتی حضورؐ فرماتے تھے۔

(جو شخص تین جمعہ کی نماز بلاوجہ چھوڑے۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

ابن ماجہ ابواب فرض الجمعۃ باب فیمن ترک جمعہ من غیر عذر)

پھر آپؐ فرماتے تھے۔ جو جمعہ سے تخلف کرتے ہیں۔ میرے جی میں آتا ہے کہ ان کے گھروں میں آگ لگا دی جائے۔

(مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب وجوب الجمعۃ الفصل الثانی)

۲۵۔ جمعہ کے دن سورۃ الکہف کی تلاوت کرنی چاہیئے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ میں فتنِ دجال سے ڈرایا ہے۔ آپؐ فرماتے تھے جمعہ کے دن سورۃ الکہف پڑھ لیا کرو۔ نہیں۔ تو کم از کم پہلی اور آخری دس آیات۔

(ترمذی ابواب الفتن باب ماجاء فی فتنۃ الدجال)

اللہ تعالیٰ ہمیں جمعہ کی برکات اور پاک تاثیرات سے بہرہ ور کرے۔ اور ہم اس دن کی عظمت و فضیلت کو پہچانتے ہوئے نیکیوں کی طرف قدم ماریں۔ تا جنت کی خوشخبری حاصل کر سکیں۔ آمین۔

مساجد کے آداب

مساجد کا واحد مَسْجَد اور مسجِد ہے ۔ مسجَد کے معانی ہیں ہر وہ جگہ جہاں سجدہ کیا جائے اور عبادت کی جائے ۔ اور مسجِد کے معانی مطلق عبادت کی جگہ کے ہیں خواہ اس میں سجدہ کیا جائے یا نہ۔ (اقرب)

مساجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی عبادت کے لئے مخصوص ہیں۔ مساجد درحقیقت خانہ کعبہ کا ظلّ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے۔ نیز تمام عبادت گاہوں کے تقدس و حرمت کو برقرار اور قائم رکھنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ○

(سورۃ الحج : ۴۱)

اور اگر اللہ ان (یعنی کفار) میں سے بعض کو بعض کے ذریعے سے (شرارت سے) باز نہ رکھتا تو گرجے اور یہودیوں کی عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے۔ برباد کر دیئے جاتے اور اللہ یقیناً اس کی مدد کرے گا جو اس (کے دین) کی مدد کرے گا۔ اللہ یقیناً طاقتور اور غالب ہے۔

مساجد خدا تعالیٰ سے دعائیں اور مناجات کرنے کی جگہیں ہیں ۔ اور اللہ تعالیٰ کے انوار اور برکات کی تجلّی گاہ ہیں ۔ یہ مومنین کے اکٹھے ہونے کی جگہ اور انہیں ایک مرکز پہ متحد رکھنے کا ذریعہ ہیں ۔

پس بیوت اللہ کا بہت ادب و احترام کرنا چاہیئے اور کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہیئے جو ان کے تقدس اور احترام کے خلاف ہو۔

ذیل میں قرآن مجید، سنتِ نبوی اور احادیثِ نبویہ کی روشنی میں بیوت اللہ کی حرمت اور پاسبانی کے لئے آداب درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ مسجد میں پاک و صاف ہو کر، صاف ستھرا لباس پہن کر اور باوضو ہو کر جانا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ الاعراف میں فرماتا ہے۔

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ وَّکُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا وَلَا تُسۡرِفُوۡا ۚ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الۡمُسۡرِفِیۡنَ ۝

(سورۃ الاعراف ،۳۲)

اے آدم کے بیٹو! ہر مسجد کے قریب زینت (کے سامان) اختیار کر لیا کرو۔ اور کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ جو بھی خوب پاک و صاف ہو کر کسی مسجد کی طرف جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کے ہر قدم کے بدلے ایک درجہ بلند کرتا ہے اور ایک گناہ مٹاتا ہے۔

(ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب فی فضل المشی الی الصلوٰۃ)

جنبی مرد کا اور حیض و نفاس کی حالت میں عورت کا مسجد میں داخل ہونا منع ہے۔

۲۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت مسجد میں پہلے دایاں پاؤں رکھنا چاہیئے۔

انسانی فطرت میں دائیں کو بائیں پر ترجیح دینا رکھا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی فطرت نہایت درجہ پاک تھی۔ آپ فرماتے تھے۔

اَلۡاَیۡمَنُ فَالۡاَیۡمَنُ

(بخاری کتاب الاشربۃ باب الایمن فالایمن فی الشرب)

دایاں دایاں ہی ہے ۔

۳۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ دُعا پڑھنی چاہیے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ

(ابن ماجہ ابواب المساجد والاجتماعات باب الدعاء عند دخول المسجد)

اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اللہ کے رسول پر سلامتی ہو۔ اے میرے اللہ میرے میرے گناہ بخش دے اور اپنی رحمت کے دروازے مجھ پر کھول دے ۔

۴۔ مسجد سے باہر نکلتے ہوئے السلامُ علیکم کہیں اور پہلے بایاں پاؤں باہر نکالیں اور پھر یہ دعا پڑھیں ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ

(مسند احمد بن حنبل جلد ششم صہ۲۸۲ مطبع میمنہ مصر)

حضرت فاطمہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم مسجد میں داخل ہوتے ہوئے اور مسجد سے باہر نکلتے وقت یہ دعائیں پڑھا کرتے تھے ۔

(ابنِ ماجہ ابواب المساجد والاجتماعات باب الدعاء عند دخول المسجد)

۵۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت بھی حاضرین کو السلامُ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہا جائے۔

حضرت اسماؓ بنت یزید سے روایت ہے۔ ایک دن نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم مسجد میں سے گزرے۔ عورتوں کی ایک جماعت وہاں بیٹھی تھی۔ آپؐ نے (علاوہ قول کے) ہاتھ کے اشارہ سے سلام کیا۔

(ترمذی ابواب الاستیذان والادب باب ماجاء فی التسلیم علی النساء)

۶۔ جب مسجد میں داخل ہوں تو دو نفل ادا کرنے چاہئیں۔

(مشکوٰۃ باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ)

یہ نماز تَحِیَّۃُ الْمَسْجِدُ کہلاتی ہے۔

حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے۔ تو نہ بیٹھے۔ جب تک دو رکعت نماز نہ پڑھ لے۔

(بخاری کتاب الصلوٰۃ باب اذا دخل احد المسجد فلیرکع رکعتین)

۷۔ مسجد میں بلند آواز سے باتیں نہیں کرنا چاہیئے۔ خاموشی سے وقت گزارنا چاہیئے۔ اگر مجبوری سے کوئی دینی بات کرنی ہو تو آہستگی سے کرنی چاہیئے تا نمازیوں کی نماز میں حرج نہ ہو۔ مساجد میں ہنسنا بھی نہیں چاہیئے۔

حضرت السائبؓ بن یزید کہتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا کہ ایک آدمی نے مجھے کنکر مارا۔ جب میں نے دیکھا تو وہ عمرؓ بن خطاب تھے۔ فرمایا۔ جاؤ ان دو شخصوں کو میرے پاس لاؤ۔ میں انہیں لایا۔ پوچھا تم کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا۔ ہم طائف کے لوگوں میں سے ہیں۔ عمرؓ نے کہا۔ اگر تم شہر والوں سے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا۔ کیونکہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آواز بلند کرتے ہو۔

(بخاری کتاب الصلوٰۃ باب رفع الصوت فی المسجد)

۸۔ مساجد میں بیٹھ کر گپیں ہانکنا اور اِدھر اُدھر کی فضول باتیں کرنا سخت ناپسندیدہ حرکت ہے۔ کیونکہ مساجد خدا تعالیٰ کی عبادت کے لئے بنائی گئی ہیں۔

ضرورت محسوس ہونے پر مذہبی، سیاسی، قضائی اور تمدّنی امور پر بھی مساجد میں گفتگو ہو سکتی ہے

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۱۷۰ نیا ایڈیشن)

مساجد کی حُرمت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اور مساجد میں بیٹھنے کے بعد لغویات

سے کنارہ کشی اختیار کرنی چاہیئے ۔ لیکن وہ تمام کام جو قومی فائدے کے ہوں وہ بھی ذکر الٰہی اور دین کی خدمت کے تحت آتے ہیں ۔ چنانچہ رسولِ کریمؐ کے زمانہ میں مساجد میں ہی تعلیم ہوتی تھی ۔ قضا بھی وہیں ہوتی تھی اور لڑائیوں کے فیصلے بھی وہیں ہوتے تھے ۔

۹۔ مساجد میں بیٹھ کر ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن پاک کی جانی چاہیئے ۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے ۔

اِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالیٰ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآن

(مسلم کتاب الطہارۃ باب وجوب ازالۃ النجاسات اذا حصلت فی المسجد)

کہ مساجد اللہ تعالیٰ کے ذکر اور قرآن مجید پڑھنے کے لئے تعمیر کی جاتی ہیں ۔

۱۰۔ مسجد میں لہسن ، پیاز اور بدبودار سبزی کھا کر نہیں آنا چاہیئے کیونکہ فرشتوں کو اس سے تکلیف ہوتی ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جو شخص پیاز یا لہسن کھائے ہماری مسجد میں نہ آئے ۔ اور نہ ہمارے ساتھ نماز پڑھے ۔

(مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ باب النہی اکل الثوم والبصل ونحوھا عند حضور المسجد)

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جو شخص پیاز لہسن یا گندنا کھائے وہ مسجد میں نہ آئے ۔ کیونکہ فرشتوں کو اس چیز سے تکلیف ہوتی ہے جس سے آدمیوں کو تکلیف ہوتی ہے ۔

حضرت عمر بن خطابؓ نے خطبہ پڑھا اور کہا ۔ اے لوگو ! تم پیاز اور لہسن کھاتے ہو ۔ میں تو انہیں خبیث جانتا ہوں ۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب مسجد میں کسی شخص سے ان دونوں کی بُو پاتے تو فرماتے کہ اس کو نکال دو ۔ وہ آپؐ کے فرمان سے بقیع کی طرف نکالا جاتا ۔

(مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ باب النہی اکل الثوم والبصل ونحوھا عند حضور المسجد)

جوان دونوں کو کھائے تو لازم ہے کہ پکا کر ان کی بو زائل کر لیا کرے۔

(مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ باب النہی اکل الثوم والبصل ونحوھا عند حضور المسجد)

۱۱۔ مساجد میں بیٹھ کر خرید و فروخت کی باتیں نہیں کرنی چاہیئے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم مسجد میں کسی کو بیچتا یا خریدتا دیکھو تو اس کو کہو کہ خدا تعالیٰ تیرے سودے میں تجھے نفع نہ دے۔

(ترمذی ابواب البیوع باب النہی عن البیع فی المسجد)

۱۲۔ مسجد میں خالص ذاتی کاموں کے متعلق باتیں کرنا منع ہے۔ اس لیے مسجد میں کھوئی ہوئی چیز تلاش کرنے کی بھی ممانعت آئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا۔ جو شخص مسجد میں کسی کو کھوئی ہوئی چیز ڈھونڈتا سُنے۔ تو کہے اللہ تعالیٰ تجھے وہ چیز واپس نہ دے۔ اس لئے کہ مسجدیں اس کام کے لئے نہیں بنائی گئیں۔

(مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ باب النہی عن نشد الضالۃ فی المسجد)

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے۔ ایک شخص مسجد میں تلاش کرتا ہوا کہتا تھا کہ کون ہے جو سرخ رنگ اُونٹ کا پتہ بتلائے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کرے تو اس کو نہ پائے۔ مسجدیں تو جس کام کے لئے بنائی گئی ہیں اسی کے لئے ہیں۔

(مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ باب النہی عن نشد الضالۃ فی المسجد)

۱۳۔ مساجد میں شعر خوانی نہیں کرنی چاہیئے۔

حضرت عمرو بن شعیبؓ اپنے باپ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ مسجد میں مشاعرہ کے رنگ میں اشعار پڑھے جائیں۔

(مشکوٰۃ باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ)

۱۴۔ مساجد میں جمعہ کے دن نماز سے پہلے حلقہ بنا کر بیٹھنے اور باتیں کرنے کی بھی ممانعت ہے۔
حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ جمعہ کے دن نماز سے پہلے لوگ حلقے بنا کر بیٹھے باتیں کریں۔

(ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب التحلیق یوم الجمعۃ قبل الصلوٰۃ)

۱۵۔ مساجد کو ہر قسم کی گندگی سے پاک صاف رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ مساجد اللہ تعالیٰ کے گھر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الحج رکوع ۴ میں فرماتا ہے

وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِيْنَ وَالْقَائِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝

(سورۃ الحج : ۲۷)

اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور کھڑے ہو کر عبادت کرنے والوں کیلئے اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک کر
حدیث میں آتا ہے۔ مسجد میں تھوکنا گناہ ہے۔ اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کو دبا دیا جائے۔

(مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ باب النہی عن البصاق فی المسجد)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف دیوار میں ناک کا پانی یا کھنکار دیکھا تو اُسے کھُرچ دیا۔

(مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ باب النہی عن البصاق فی المسجد)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد میں بول یا گندگی نہیں چاہیئے۔ یہ تو اللہ کے ذکر کے لئے ہیں اور قرآن کے پڑھنے کے لئے ہیں۔

(مسلم کتاب الطہارۃ باب وجوب ازالۃ النجاسات اذا حصلت فی المسجد

حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے

سامنے میری اُمت کے اعمال پیش کئے گئے اچھے اور بُرے بھی...... اور اس کے بُرے اعمال میں سے یہ عمل بھی نظر آیا کہ کوئی شخص مسجد میں کھنکار (بلغم) پھینکے اور اسے لوگوں کی نظر سے اوجھل نہ کرے یعنی مسجد کو گندہ کرے۔

(مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ باب النہی عن البصاق فی المسجد)

۱۶۔ مساجد میں بدبو اور عفونت کو دور کرنے کے لئے عود (اگربتی) جلانی چاہیئے۔ مساجد کی تطہیر لازم ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مساجد کو صاف رکھو اور اس میں عود وغیرہ جلاتے رہو۔

(تفسیر کبیر جلد دوم ص۱۷۰ نیا ایڈیشن)

۱۷۔ مساجد میں تصویریں نہیں بنانی چاہیں۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت اُم حبیبہؓ اور حضرت اُم سلمہؓ نے حبش میں ایک گرجا دیکھا تھا جس میں تصویریں تھیں۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا۔ ان لوگوں میں سے کوئی نیک مرد جب مر جاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اور اس میں تصویریں بنا دیتے۔ یہ لوگ اللہ کے نزدیک بدترین خلقت ہیں۔

(تجرید بخاری حصہ اول ص۱۱۷)

۱۸۔ مساجد میں باجماعت نمازوں کو ادا کرنا چاہیئے۔ کیونکہ مسجدوں کی اصل زینت نمازیوں کے ساتھ ہے نہ کہ عمارتوں کے ساتھ۔ احادیث میں مساجد میں ادائے نماز کی بہت فضیلت آئی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جماعت کی نماز، اپنے گھر کی نماز اور اپنے بازار کی نماز پہ پچیس درجے (ثواب فضیلت) زیادہ رکھتی ہے۔ اس لئے کہ جب تم میں سے کوئی وضو کرے اور اچھا وضو کرے۔ اور مسجد میں محض نماز کے ہی ادا کرنے کو آئے۔ تو وہ جو قدم رکھتا ہے اس پر اللہ ایک درجہ اس کا بلند کر دیتا ہے۔ یا ایک گناہ اس کا معاف فرماتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ مسجد

میں داخل ہو جاوے اور جب وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے۔ تو نماز میں سمجھا جاتا ہے جب تک کہ نماز اسے روکے اور فرشتے اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ جب تک کہ وہ اس مقام میں رہے جہاں نماز پڑھتا ہے۔ فرشتے یوں دعا کرتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُ اے اللہ اس کو بخش دے اے اللہ اس پر رحم کر۔

یہ دعا اس وقت تک رہتی ہے جب تک کہ اُس کا وضو نہ ٹوٹے۔

(تجرید بخاری حصہ اوّل صـ۱۲۵)

گویا مساجد میں جانے اور نماز ادا کرنے سے انسان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور وہ ملائکہ کی دعاؤں سے حصہ پاتا ہے۔

۱۹۔ مساجد میں صف بندی کا خیال رکھنا چاہیئے اور نماز ادا کرنے کے وقت صفوں کو ضرور درست کرنا چاہیئے کیونکہ صفوں کی درستی نماز کی تکمیل کا ایک ضروری جزو ہے۔ حضرت نعمانؓ بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم اپنی صفوں کو برابر کر لو۔ ورنہ اللہ تمہارے چہرے میں تغیر کر دے گا۔

(تجرید بخاری حصہ اول صـ۱۷۲)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صفوں کو درست کرو۔ میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

(تجرید بخاری حصہ اوّل صـ۱۷۲)

حضرت ابو مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے کندھوں پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے۔ برابر ہو جاؤ۔ اور جدا جدا مت ہو کہ تمہارے دل جدا جدا ہو جائیں گے۔

(مسلم کتاب الصلوٰۃ باب تسویۃ الصفوف واقامتھا وفضل الاوّل فالاوّل منہا)

آپؐ فرمایا کرتے تھے۔ جو صف کو ملائے گا۔ اس کو اللہ تعالےٰ ملائے گا اور جو صف

توڑے گا۔ اللہ اس کو قطع کر دے گا۔

(ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب تسویۃ الصفوف)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صفوں کی دہنی طرف والوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔

(ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب من یستحب أن یلی الامام فی الصف وکراھیۃ التأخر

صفوں کی درستگی کے ساتھ ساتھ پہلے پہلی صف کو پورا کیا جائے پھر دوسری صف کو اور پھر ترتیب کے ساتھ باقی صفوں کو۔

اور حدیث میں آتا ہے کہ پہلی صف میں سمجھدار اور بزرگ لوگ کھڑے ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم فرمایا کرتے تھے۔ چاہیئے کہ تم میں سے سمجھدار لوگ میرے نزدیک کھڑے ہوں، پھر جو اُن سے قریب ہوں پھر جو ان سے قریب ہوں۔

(مسلم کتاب الصلوٰۃ باب تسویۃ الصفوف واقامتھا)

صف اول میں نماز پڑھنے کا ثواب بہت زیادہ ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اگر لوگ جان لیں کہ اذان (کہنے) میں اور پہلی صف میں کیا ثواب ہے۔ پھر (جب صف اول میں جگہ) نہ پاتے مگر یہ کہ اس پر قرعہ ڈالا جائے تو وہ ضرور قرعہ ڈالتے۔

(تجرید بخاری حصہ اول صـ۱۵۶)

۲۰۔ مساجد میں اللہ تعالیٰ کا نام لینے اور اس کی عبادت بجالانے کے لئے کسی کو نہیں روکنا چاہیئے۔ کیونکہ اللہ کے نزدیک ایسا کرنے والا بہت بڑا ظالم ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا

خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ (سورۃ البقرہ : ۱۱۵)
اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے جس نے اللہ کی مساجد سے لوگوں کو روکا کہ اس میں اس کا نام لیا جائے اور اس کی ویرانی کے درپے ہو گیا۔ ان لوگوں کے لئے مناسب نہ تھا کہ ان مساجد کے اندر داخل ہوتے مگر خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے۔ ان کے لئے دنیا میں بھی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے بہت بڑا عذاب مقدر ہے۔

خود بانیٔ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے مسیحوں کو اپنی مسجد میں عبادت کرنے کی اجازت دی تھی۔

زاد المعاد عربی جلد دوم صفحہ ۳۵ مطبوعہ میمینہ بمصر میں لکھا ہے۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نجران کا عیسائی وفد آیا تو وہ لوگ عصر کے بعد مسجد نبوی میں آئے اور گفتگو کرتے رہے۔ گفتگو کرتے کرتے ان کی عبادت کا وقت آگیا (غالباً وہ اتوار کا دن ہوگا) چنانچہ وہ وہیں مسجد میں اپنے طریق کے مطابق عبادت کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے، لوگوں نے چاہا کہ وہ انہیں روک دیں۔ مگر رسول کریمؐ نے فرمایا۔ ایسا مت کرو۔ چنانچہ انہوں نے اسی جگہ مشرق کی طرف منہ کیا اور اپنے طریق کے مطابق عبادت کی۔

پس مساجد میں اللہ کی عبادت سے روکنے کا کسی کو کوئی حق نہیں پہنچتا۔ اور جیسے رسول کریمؐ نے اپنے عمل سے ثابت کر دکھایا۔

(زاد المعاد جلد دوم صـ۳۵ مطبع میمینہ بمصر)

۱۲۔ مساجد کا قیام تقویٰ کو مدِنظر رکھ کر کیا جائے۔ اِن کو فتنہ و فساد کی بنیاد رکھنے کی جگہ نہ بنایا جائے اور نہ ہی بغاوت کرنے کا ذریعہ بنایا جائے کیونکہ یہ بہت بڑا ظلم ہے۔

پس مساجد امن کے لئے روحانیت کی ترقی کے لئے اور دلوں کی تسکین کے لئے بنائی جانی چاہئیں۔ تاکہ مساجد سے مسافر بھی، شہر میں رہنے والے بھی۔ توحید کامل پر قائم رہنے والے لوگ سبھی فائدہ اٹھائیں۔ اور خدا تعالیٰ کی محبت کو حاصل کر سکیں۔

حضرت عثمان بن عفانؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص اللہ تعالیٰ کی خاطر مسجد تعمیر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی اس کے لئے جنت میں اس جیسا گھر تعمیر کرتا ہے۔

(مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ باب فضل بناء المسجد والحث علیھا)

مجالس کے آداب

مجالس، مجلس کی جمع ہے۔ اس کے معنی بیٹھنے کی جگہ کے ہیں۔ یہ ظرف مکاں ہے۔ معاشرہ کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے کے لئے مجالس کا انعقاد ضروری ہوتا ہے۔ مجالس کے قیام سے جہاں جماعتی طور پر افراد ترقی کی منزل کی طرف گامزن ہوتے ہیں وہاں وہ تعاون باہمی کرتے ہوئے ایک دوسرے کی تکالیف کو دور کرنے میں کوشاں رہتے ہیں۔ جماعتی خوش حالی کا راز اس بات میں مضمر ہے کہ افراد کا آپس میں گہرا اور مضبوط تعلق ہو۔ اس کے لئے وہ گاہے بہ گاہے مجالس منعقد کریں اور مجالس کے آداب اور وقار کو ملحوظ رکھ کر اپنے علم، ایمان اور روحانیت میں ترقی کریں۔ کیونکہ علم اور ذکر کی مجالس تو جنت کے باغ ہیں۔ جن کے پھل کھانے کی ہدایت تو آقائے دوجہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو خود دی۔

بے شک مجلسی آداب تمام اقوام میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن اسلام نے مجالس کے جو آداب بیان کئے ہیں وہ اتنے مکمل اور بہترین ہیں جن پر عمل کرنے سے مجالس جنت کے باغوں کا نمونہ بن سکتی ہیں۔

آئیے قرآن مجید اور سنت نبویؐ سے حاصل کردہ آداب سیکھ کر اپنی مجالس کو جنت کے باغ بنائیں۔

۱۔ مجالس میں کھل کر بیٹھنا چاہیئے۔ مجالس میں کشادگی اور فراخی کے سامان پیدا کئے جائیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ (سورۃ المجادلۃ ۱۲:)

اے مومنو! جب تم سے کہا جائے کہ مجالس میں کھُل کر بیٹھو (اور دوسروں کو جگہ دو) تو کھل کر بیٹھ جایا کرو۔ اللہ بھی تمہارے لئے کشادگی کے سامان پیدا کرے گا۔
معلمِ اخلاق حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم فرمایا کرتے تھے۔
"خَیْرُ الْمَجَالِسِ اَوْسَعُھَا"

(ابو داؤد کتاب الادب باب فی الجلوس بالطرقات)

بہترین مجالس وہ ہیں جو کشادہ اور فراخ ہوں۔ اور لوگ کھُل کر بیٹھ سکیں۔ اور بوقتِ ضرورت آنے والوں کو جگہ دیں۔

۲۔ اور جب مجلس میں سے کسی شخص کو چلے جانے کے لئے کہا جائے تو اُسے فوراً اُٹھ کر چلے جانا چاہیئے۔ کیونکہ اصل چیز اطاعت اور فرمانبرداری ہے۔ اور "اسلام" کے معنی بھی یہی ہیں کہ فرمانبرداری کی روح کو اختیار کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ المجادلہ میں فرماتا ہے۔

وَاِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (سورۃ المجادلۃ : ۱۲)

اور جب تمہیں کہا جائے کہ اُٹھ جاؤ تو اُٹھ جایا کرو۔ اللہ ان کو جو کہ مومن ہیں اور جو علم دیئے گئے ہیں درجات میں بڑھائے گا۔

۳۔ مجلس میں داخل ہوتے ہوئے حاضرین کو اسلامُ علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ کہنا چاہیئے۔ اسی طرح مجلس سے باہر جاتے ہوئے بھی اسلامُ علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ کہنا چاہیئے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی کسی مجلس میں پہنچے تو چاہیئے کہ سلام کہے۔ اگر بیٹھنا ہو تو بیٹھ جائے پھر جب اُٹھے تو چاہیئے کہ سلام کہے۔ پہلی بار سلام کہنا پچھلی بار سلام کہنے سے زیادہ تاکید کی بات نہیں۔

(ابو داؤد کتاب الادب باب فی السلام اذا قام من المجلس)

۴۔ مجلس میں کسی شخص کو اٹھا کر خود اس کی جگہ پر نہیں بیٹھنا چاہیئے ۔ یہ ناپسندیدہ بات ہے۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ تم میں سے کوئی کسی دوسرے کو اس کی جگہ سے اس غرض سے نہ اٹھائے کہ تا وہ خود اس جگہ بیٹھے۔ وسعت قلبی سے کام لو اور کھل کر بیٹھو ۔

(مسلم کتاب السلام باب تحریم اقامۃ الانسان من موضعہ الذی سبق الیہ)

حضرت ابن عمرؓ کا یہ طریق تھا کہ آپ اس شخص کی جگہ پر کبھی نہیں بیٹھتے تھے جو آپ کو اپنی جگہ دینے کے لئے اٹھتا تھا۔

(ترمذی ابواب الادب والاستیذان باب ماجاء فی کراھیۃ أن یقام الرجل من مجلسہ ثم یجلس فیہ)

۵ جو شخص کسی ضرورت کے تحت مجلس سے اُٹھ کر جائے ۔ اور پھر واپس آئے تو وہ اپنی جگہ کا زیادہ حقدار ہے ۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ جب تم میں سے کوئی اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہو اور پھر واپس آجائے تو اس جگہ کا وہی زیادہ حقدار ہے۔

(مسلم کتاب السلام باب اذا قام من مجلسہ ثم عاد فھو احق بہ)

۶ مجلس میں جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جانا چاہیئے۔ لوگوں کے کندھوں سے پھلانگ کر آگے جگہ لینے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے ۔ اور نہ ہی دو آدمیوں کے درمیان جگہ بنا کر خود بیٹھنا چاہیئے ،

کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص دو آدمیوں کے درمیان جُدائی نہیں کرتا تو یہ بات اس کے گناہ معاف کرنے میں مدد دیتی ہے ۔

(بخاری کتاب الجمعۃ باب الدھن للجمعۃ)

۷۔ مجلس میں اگر لوگ حلقہ بنا کر بیٹھے ہوں تو حلقہ کے درمیان میں آکر بیٹھنا ناپسندیدہ حرکت ہے۔

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے اس شخص پر جو حلقہ کے درمیان بیٹھے۔

(ابو داؤد کتاب الادب باب فی التحلیق)

۸۔ مجلس، مسجد اور مجمع میں لہسن، پیاز اور کوئی بدبو دار چیز کھا کر نہیں جانا چاہیئے۔
حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کچا لہسن یا پیاز کھایا ہو وہ ہم سے اور ہماری مسجدوں سے الگ رہے۔ یعنی یہ بدبو دار چیزیں کھا کر مجلس یا مجمع یا مسجد میں نہ آئے۔

(بخاری کتاب الاطعمۃ باب مایکرہ من الثوم والبقل)

مسلم کی روایت میں ہے کہ جس نے کچا لہسن اور پیاز یا گندنا کھایا ہو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔ کیونکہ جس چیز کی بدبو سے لوگوں کو تکلیف پہنچے۔ اس سے فرشتے بھی تکلیف محسوس کرتے ہیں۔

۹۔ مجلس میں اگر تین آدمی ہوں تو سرگوشیاں نہ کی جائیں۔ کیونکہ یہ شیطانی کام ہے۔
قرآن مجید میں آتا ہے۔

"اِنَّمَا النَّجْوٰی مِنَ الشَّیْطٰنِ" (سورۃ المجادلۃ : ۱۱)

کہ خفیہ مشورے کرنے کا طریق شیطان کی طرف سے آیا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تین آدمی ایک جگہ میں ہوں تو دو بغیر تیسرے کے اذن کے باہم سرگوشی نہ کریں۔

(مسلم کتاب السلام باب تحریم مناجاۃ الاثنین دون الثالث)

ابن مسعودؓ کی روایت میں ہے۔ سرگوشی نہ کریں۔ یہاں تک کہ تم لوگوں میں مختلط نہ

ہو جاؤ۔ کہ یہ کام اس تیسرے کو رنج میں ڈالتا ہے۔

(مسلم کتاب السلام باب تحریم مناجاۃ الاثنین دون الثالث)

۱۰۔ مجالس میں بیٹھ کر ناشائستہ کلام نہیں کرنا چاہیئے اور نہ ہی بے ہودہ گوئی کرنی چاہیئے لیکن اگر کوئی شخص بے ہودہ گوئی کر بیٹھے تو اسے مجلس میں سے اُٹھنے سے پہلے یہ دُعا ضرور پڑھنی چاہیئے۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ۔

(ترمذی ابواب الدعوات باب مایقول اذا قام من مجلسہ)

اے اللہ! تو پاک ہے اپنی سچی تعریف کے ساتھ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں تجھ سے (اپنے گناہوں کی) بخشش مانگتا ہوں اور تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جو شخص کسی مجلس میں بیٹھ کر بے ہودہ گوئی کر بیٹھے اور اٹھنے سے پہلے یہ دعا پڑھ لے تو جو کچھ مجلس میں اس سے سرزد ہوا۔ وہ بخشا جاتا ہے۔

(ترمذی ابواب الدعوات باب مایقول اذا قام من مجلسہ)

۱۱۔ مجلس میں جمائیاں نہیں لینی چاہئیں۔ اگر جمائی آجائے تو جہاں تک ہو سکے اُسے روکا جائے۔ اللہ تعالیٰ جمائی کو مکروہ اور ناپسندیدہ چیز قرار دیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ جمائی شیطان سے ہے۔ جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو جہاں تک ہو سکے۔ اس کو روکے۔ کیونکہ جب تم میں سے کوئی جمائی لیتا ہے تو شیطان اس سے ہنستا ہے۔ جمائی آئے تو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پڑھنا چاہیئے۔

(بخاری و مسلم)

۱۲۔ مجلس میں اگر چھینک آئے تو جہاں تک ہو سکے آواز کو دبایا جائے۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب آپ کو چھینک

آتی تو اپنا ہاتھ یا کپڑا منہ کے سامنے رکھ لیتے اور جس قدر ہو سکتا تو آواز کو دبانے۔

(ترمذی کتاب الاستیذان باب ما جاء فی خفض الصوت وتخمیر الوجہ

۱۳۔ اگر مجلس میں چھینک آجائے تو

چھینک آنے پر الحمد للہ کہنا چاہیے اور جو شخص سن رہا ہو تو اسے جواب میں یَرْحَمُكَ اللّٰہ کہنا چاہیے۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ چھینکنے کو پسند فرماتا ہے اور جمائی کو مکروہ۔

(ترمذی ابواب الاستیذان باب ما جاء ان اللہ یحب العطاس ویکرہ التثاءب)

جب تم میں سے کوئی چھینکے اور الحمد للہ کہے تو ہر مسلمان پر جو اس کو سُنے لازم ہے کہ یَرْحَمُكَ اللہ کہے۔ یعنی اللہ تم پر رحم کرے۔ اور جب چھینک مارنے والا یہ جواب سُنے تو یھدیکم اللہ ویصلح بالکم کہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے اور تمہارے حالات اچھے کرے۔

(ترمذی ابواب الاستیذان والادب باب ما جاء کیف یشمت العاطس)

۱۴۔ مجلس میں پاؤں پسار کے نہیں بیٹھنا چاہیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مجلس میں بیٹھتے تو آپؐ کے زانو کبھی ہم نشینوں سے آگے نکلے ہوئے نہ ہوتے

(ترمذی ابواب صفۃ القیامۃ باب نمبر ۴۶)

۱۵۔ مجلس میں یا مجلس کے پاس سے کوئی ہتھیار، تیر، چاقو، چھری وغیرہ لے کر نہیں گزرنا چاہیئے۔ اگر کوئی ایسا ہتھیار ہو تو اس کا پھل اپنے ہاتھ میں پکڑ لینا چاہیئے تاکہ دوسرے کو نقصان نہ پہنچے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی ہاتھ میں تیر لے کر مجلس یا بازار سے گزرے تو اس کا پھل اپنے ہاتھ میں پکڑ لے تاکہ وہ کسی کو زخمی نہ کرے۔ آپؐ نے یہ ارشاد تاکید کی غرض سے تین

دفعہ دہرایا۔

(مسلم کتاب البر والصلۃ باب النہی عن الاشارۃ بالسلاح الی المسلم)

۱۶۔ مجلس میں مقرر کی بات ہمہ تن گوش ہو کر سننی چاہیئے۔ اور تقریر کے دوران شور نہیں کرنا چاہیئے، کیونکہ ایسا کرنا اسلامی روایات کے خلاف ہے۔ اور جب مجلس میں قرآن مجید کی تلاوت کی جائے تو قرآن مجید کے ارشاد کے مطابق خاموشی سے اُسے سُنا جائے تاکہ خدا تعالیٰ کی رحمت نازل ہو۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۔

(سورۃ الاعراف : ۲۰۵)

اور جب قرآن مجید پڑھا جائے تو تم اس کو غور سے سنو۔ اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے،

احادیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس میں حاضرین ادب سے سر جھکائے بیٹھے رہتے۔ خود حضورؐ مؤدب ہو کر بیٹھتے۔ اور جب بات فرماتے تو مجلس پر سناٹا چھا جاتا اور ہر شخص پیکرِ تصویر نظر آتا۔

حضرت براءؓ سے مروی ہے کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باہر گئے۔ آپؐ تشریف فرما ہوئے تو ہم بھی آپؐ کے اردگرد بیٹھ گئے۔ اور ہم اس طرح خاموش بیٹھے تھے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے ہیں۔

(سنن نسائی کتاب الجنائز باب الوقوف للجنائز)

۱۷۔ مجلس میں تقریر کے دوران مقرر کی بات کو قطع نہیں کرنا چاہیئے۔ ہوٹنگ کرنا اسلامی طریق نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت تھی کہ آپؐ کسی کی بات کاٹ کر گفتگو نہ فرماتے۔ جو بات ناپسند ہوتی اس سے تغافل فرماتے تھے۔ بعض اوقات حضور کی مجلس میں کوئی بدو آجاتا اور آدابِ مجلس سے ناواقفیت کی وجہ سے وہ آپؐ سے عین سلسلہ تقریر میں کوئی بات پوچھتا تو آپؐ تقریر جاری رکھتے اور فارغ ہو کر اس کی

طرف توجہ کرتے۔ ایک دفعہ آپؐ تقریر فرما رہے تھے ایک بدو آیا اور آپ کے سامنے اس نے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی۔ آپ تقریر کرتے رہے۔ حاضرین سمجھے کہ آپؐ نے نہیں سُنا۔ کسی نے کہا "سنا" لیکن آپؐ کو ناگوار ہوا۔ آپؐ گفتگو سے فارغ ہو چکے تو دریافت فرمایا کہ پوچھنے والا کہاں ہے؟ بدو نے کہا میں حاضر ہوں۔

آپؐ نے فرمایا۔ جب لوگ امانت کو ضائع کرنے لگیں گے۔ بولا۔ امانت کیونکر ضائع ہوگی۔ فرمایا جب نااہلوں کے ہاتھ میں کام آئے گا۔

(بخاری کتاب العلم باب من سئل علما وهو مشتغل فی حدیثہ)

۱۸۔ مجالس میں فضول سوالات نہیں پوچھنے چاہئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم لغو سوالات کو ناپسند فرماتے تھے۔ بعض لوگ مجلس میں حضورؐ سے معمولی اور بے مقصد باتیں پوچھتے تھے مثلاً یارسول اللہ! میرے باپ کا نام کیا ہے؟ میرا اونٹ کھو گیا ہے وہ کہاں ہے؟ آپؐ ان باتوں کو ناپسند فرماتے تھے۔ حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم سے چند باتیں پوچھی گئیں جو آپؐ کے مزاج کے خلاف تھیں۔ (آپؐ نے کچھ جواب نہ دیا) مگر جب ان سوالات کی آپؐ کے سامنے کثرت کی گئی تو آپؐ کو غصہ آگیا اور فرمایا۔ جو کچھ چاہو مجھ سے پوچھو۔ اس پر ایک شخص نے عرض کی میرا باپ کون ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ تیرا باپ حذافہ ہے۔ پھر دوسرا شخص کھڑا ہو گیا اور کہا۔ یارسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا تیرا باپ سالم ہے شیبہ کا مولیٰ۔ پھر جب عمرؓ نے آپؐ کے چہرے مبارک پر غضب کے آثار دیکھے تو عرض کی یارسول اللہ! ہم خدائے بزرگ و بلند سے توبہ کرتے ہیں۔

(تجرید بخاری حصہ اول صد ۴۳، ۴۴)

۱۹۔ مجلس میں صدرِ مجلس سے بہت زیادہ سوال نہ کئے جائیں۔ کیونکہ کثرتِ سوال سے انسان کی ذہنی صلاحیتیں مفقود ہو جاتی ہیں۔

صحابہ کرامؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کی فیض صحبت سے تربیت یافتہ تھے۔

ان کا قاعدہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت کم مسائل پوچھتے تھے۔ اور جب کوئی اجنبی حضورؐ سے بے محابا سوال کرتا تھا تو متعجب ہوتے تھے۔

۲۰۔ مجلس میں کسی بھائی کے عیوب نہیں بتانے چاہئیں، کیونکہ خدائے ستّار اس بات کو ناپسند فرماتا ہے۔ اگر کسی بھائی میں کوئی عیب پایا جاتا ہے تو وفاداری اسی میں ہے اور اس کے ساتھ محبت کا تقاضا یہی ہے کہ نہایت احتیاط کے ساتھ خلوت میں جاکر اس کے عیوب سے اسے مطلع کرنا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ (سورۃ النور آیت ۲۰)

جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ ایمان والوں میں بدکاری کا چرچا ہو۔ ان کے لئے دنیا اور آخرت میں عذاب مقدر ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی بندہ کسی بندے کی پردہ پوشی نہیں کرتا مگر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ (مسلم کتاب البر والصلۃ والادب باب بشارۃ من ستر اللہ تعالیٰ علیہ فی الدنیا بأن یستر علیہ فی الاخرۃ)

۲۱۔ مجالس میں دقیق مباحث جس کی تہہ تک عوام الناس نہ پہنچ سکیں نہیں کرنے چاہئیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکل مسائل اُٹھانے سے منع فرمایا ہے (شرح اربعین) حضور اس بات کو ناپسند فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک روز صحابہؓ کی مجلس میں مسئلہ تقدیر پر گفتگو ہو رہی تھی۔ آپ نے سُنا تو حجرے سے نکل آئے۔ آپ کا چہرہ مبارک اس قدر سُرخ ہو گیا تھا گویا عارض مبارک پر کسی نے انار کے دانے نچوڑ دیئے ہیں۔ آپؐ نے صحابہؓ

کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کیا تم اسی لئے پیدا کئے گئے ہو ؟ قرآن کو باہم ٹکرا رہے ہو۔ گزشتہ اُمتیں انہیں باتوں سے برباد ہوئیں ۔

(ابن ماجہ المقدمۃ باب القدر)

۲۲۔ اگر کسی مجلس میں کسی مسلمان کے خلاف ناحق تہمت لگائی جا رہی ہو۔ تو اس کا واجبی جواب دینا چاہیے کیونکہ انسان کی عزت سب سے قیمتی متاع ہے ۔

صحابہ کرامؓ کو اس بات کی تاکید کی گئی تھی کہ وہ کسی کی شکایت یا عیوب حضورؐ تک نہ پہنچائیں ۔ آپؐ فرماتے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ دُنیا سے جاؤں تو سب کی طرف سے صاف جاؤں ۔

(ابو داؤد کتاب الادب باب فی رفع الحدیث من المجلس)

۲۳۔ مجالس میں ہدایت، ارشاد، آداب، اخلاق۔ قرآنی علوم و معارف اور تزکیہ نفوس کی باتیں کرنی چاہئیں ۔ کیونکہ اسلام خود نیک بننے اور دوسروں کو نیک بنانے کا حکم دیتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے ۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (سورۃ آل عمران : ۱۱۱)

کہ تم وہ بہترین جماعت ہو جو لوگوں کے (فائدہ کے) لئے پیدا کی گئی ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے روکتے ہو ۔

۲۴۔ مجالس میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید ضرور کرنی چاہیئے نیز کثرت سے استغفار کرنا چاہیئے اور درود پڑھتے رہنا چاہیئے ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بزرگ فرشتے ذکر کی مجالس کی تلاش میں لگے رہتے ہیں ۔

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا۔ اے لوگو! جنت کے باغوں میں چرنے کی کوشش کرو۔

ہم نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! جنت کے باغ سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا" ذکر کی مجالس جنت کے باغ ہیں۔

(حدیقۃ الصالحین ص۵۱ شائع کردہ شعبہ اشاعت وقف جدید)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَعْمٰى ○ (سورۃ طٰہٰ: ۱۲۵)

اور جو شخص میری یاد سے اعراض کرے تو اس کے لئے تنگ زندگی ہے اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا اُٹھائیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی مجلس میں بیٹھتے تو ستّر سے زائد بار آپ استغفار کرتے تھے۔

۲۵۔ مجلس میں شگفتہ مزاجی اور ہلکا پھلکا مزاح کا رنگ بھی اختیار کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ حضورؐ مہذب ظرافت اور ہنسی میں خود بھی شریک ہوتے تھے۔

حضور اکرمؐ اور صحابہ کرامؓ کی مجالس شگفتہ مزاجی کے اثر سے خالی نہ تھیں۔ ایک دن حضور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں بیان فرمایا کہ جنت میں خدا سے ایک شخص نے کھیتی کرنے کی خواہش کی۔ خدا نے کہا۔ کیا تمہاری خواہش پوری نہیں ہوئی ہے۔ اس نے کہا۔ ہاں لیکن میں چاہتا ہوں کہ فوراً بوؤں اور ساتھ ہی تیار ہو جائے۔ چنانچہ اس نے بیج ڈالے فوراً دانہ اُگا، بڑھا اور کاٹنے کے قابل ہوگیا۔ ایک بدو بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ یہ سعادت صرف قریشی یا انصاری کو نصیب ہوگی جو زراعت پیشہ ہیں۔ لیکن ہم لوگ تو کاشتکار نہیں۔ آپ ہنس پڑے۔

(بخاری کتاب الرّد علی الجہمیہ وغیرھم التوحید باب کلام الربّ مع اھل الجنّۃ)

ایک دفعہ ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں تباہ ہوگیا۔

ارشاد ہوا۔ کیوں ؟ بولے۔ میں نے رمضان میں بیوی سے ہمبستری کی۔ آپؐ نے فرمایا۔ ایک غلام آزاد کر دو۔ بولا۔ غریب ہوں۔ غلام کہاں سے لاؤں۔ ارشاد ہوا ۲ مہینے کے روزے رکھو۔ بولا۔ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ کہا اتنا مقدور نہیں۔ اتفاق سے کہیں سے زنبیل بھر کر کھجوریں آگئیں۔ آپؐ نے فرمایا غریبوں کو خیرات کر آؤ۔ عرض کی۔ اس خدا کی قسم! جس نے آپؐ کو پیغمبر بنایا ہے۔ سارے مدینہ میں مجھ سے بڑھ کر کوئی غریب نہیں۔ آپؐ بے ساختہ ہنس پڑے اور فرمایا۔ اچھا تم خود ہی کھا لو۔

(بخاری کتاب النفقات باب نفقۃ العسر علی اھلہ)

۲۶۔ مجلس میں جب ایک مسئلہ طے ہو جائے تو دوسرا مسئلہ پیش کرنا چاہیئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس میں اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا تھا۔ تمام حاضرین ادب سے سر جھکائے بیٹھے رہتے۔ کوئی شخص بولتا تو جب تک وہ چپ نہ ہو جائے دوسرا شخص نہیں بولتا تھا۔

۲۷۔ مجلس سے بلا عذر اور مجبوری کے نہیں اُٹھنا چاہیئے کیونکہ ایسا شخص بسا اوقات فیض سے محروم ہو جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لوگوں پر جو مجالس میں آکر واپس چلے جاتے تھے۔ ناراض ہوتے تھے۔ آپؐ ایک مرتبہ صحابہؓ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے کہ تین شخص آئے۔ ایک شخص نے حلقہ میں تھوڑی سی جگہ خالی پائی۔ وہیں بیٹھ گئے۔ دوسرے صاحب کو درمیان میں موقعہ نہیں ملا۔ اس لئے سب کے پیچھے بیٹھے۔ لیکن تیسرے صاحب واپس چلے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب فارغ ہوئے تو فرمایا کہ ان میں سے ایک نے خدا کی طرف پناہ لی۔ خدا نے اس کو بھی پناہ دی۔ ایک نے حیا کی۔ خدا بھی اس سے شرمایا۔ ایک نے خدا سے منہ پھیرا۔ خدا نے اس سے بھی منہ پھیر لیا۔

(مسلم کتاب السلام باب جلوس فی المجلس)

۲۸۔ مجلس کے آداب کو مدِّنظر رکھ کر یہ بات ضروری ہے کہ صدرِ مجلس کی اجازت لے کر مجلس سے باہر جائے۔

۲۹۔ مجلس میں معزز شخص کے آنے پر اس کی پوری تعظیم کی جانی چاہیئے۔

حضورؐ فرمایا کرتے تھے۔ اَکْرِمُوْا کَرِیْمَ کُلِّ قَوْمٍ

(ابن ماجہ ابواب الادب باب اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہٗ)

کہ ہر قوم کے معزز آدمی کی عزّت و تکریم کرو۔

آپؐ خود بھی اس پر کاربند تھے۔ جب کسی قبیلہ کا معزز شخص آتا آپ حسبِ رُتبہ اس کی تعظیم فرماتے۔ آپؐ فرماتے تھے۔

"جس کو یہ پسند آتا ہے کہ اس کے سامنے لوگ تعظیم سے کھڑے رہیں اس کو اپنی جگہ دوزخ میں ڈھونڈنی چاہیئے۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب یقوم الرجل للرجل یعظمہ بذالک)

آپ جوشِ محبت سے حضرت فاطمہؓ کے آنے پر پیشوائی کی خاطر کھڑے ہو جاتے اور پیار سے ان کی پیشانی چومتے۔ ایک دفعہ آپؐ کے رضاعی بھائی آئے تو ان کی پیشوائی فرمائی اور ان کو اپنے سامنے بٹھایا۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے لئے بھی اُٹھ کر اپنی چادر بچھا دیتے تھے۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب فی برّ الوالدین)

۳۰۔ مجلس میں اگر کوئی چیز تقسیم کرنی ہو تو ہمیشہ دائیں طرف سے تقسیم کرنا شروع کیا جائے۔ کیونکہ اس میں برکت ہوتی ہے۔

حضور اکرمؐ جب کوئی چیز مجلس میں تقسیم کرنا چاہتے تو ہمیشہ دائیں جانب سے شروع فرماتے۔ اور اگر اس قدر ہوتی کہ صرف ایک آدمی کو کفایت کرتی تو اُسے دیتے جو دائیں جانب بیٹھا ہوتا۔ حضورؐ اس بات کا اتنا لحاظ رکھتے تھے کہ حضرت انسؓ فرماتے

ہیں۔ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک بکری کا جو گھر میں رہتی تھی دودھ دوھا اور اس کے دودھ میں اس کنویں سے پانی ملایا گیا جو میرے گھر میں تھا۔ پھر رسول کریمؐ کو وہ پیالہ دیا گیا۔ اس وقت آپؐ کے بائیں جانب حضرت ابوبکرؓ اور دائیں جانب ایک اعرابی تھا۔ آپؐ نے اس میں سے کچھ پیا۔ پھر جب پیالہ منہ سے ہٹایا تو حضرت عمرؓ نے اس خوف سے کہیں اس اعرابی کو جو آپؐ کے دائیں جانب بیٹھا تھا نہ دے دیں۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ابوبکرؓ آپ کے پاس بیٹھے ہیں۔ انہیں دے دیجئے گا لیکن آپؐ نے اس اعرابی کو جو آپ کے دائیں جانب بیٹھا تھا وہ پیالہ دیا۔ اور فرمایا کہ دایاں دایاں ہی ہے

حضرت سہل ابن سعیدؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے پاس ایک پیالہ لایا گیا جس میں سے آپؐ نے کچھ حصہ پیا۔ اس وقت آپؐ کی دائیں جانب ایک نوجوان بیٹھا تھا جو سب حاضرینِ مجلس میں سے صغیر السن تھا اور آپ کے بائیں طرف بوڑھے سردار بیٹھے تھے۔ پس آپؐ نے اس نوجوان سے پوچھا کہ اے نوجوان! کیا تو مجھے اجازت دیتا ہے کہ میں یہ پیالہ بوڑھوں کو دوں۔ اُس نوجوان نے جواب دیا کہ یا رسولؐ اللہ! میں آپؐ کے تبرک کے معاملہ میں کسی اور کے لئے اپنا حق نہیں چھوڑ سکتا۔ اس پر آپؐ نے وہ پیالہ اسی کو دے دیا۔ (بخاری جلد اول کتاب المساقاۃ۔ باب فی الشرب

(بحوالہ سیرت خیر الرسل صفحہ ۱۱، ۱۲ مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی
الناشر، شرکۃ الاسلامیہ ربوہ)

۱۳۱۔ مجالس کا انعقاد ناغہ دے کر کیا جائے تا کہ آدمی اکتاہٹ محسوس نہ کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وعظ و نصائح کی مجالس ناغہ دے کر منعقد فرماتے تھے۔ بخاری میں ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ ہم لوگوں کو ناغہ دے کر نصیحت فرماتے تھے کہ ہم لوگ اکتا نہ جائیں۔

بخاری کتاب العلم باب ما کان النبیؐ یتخول بالموعظۃ والعلم)

۱۳۲۔ مجلس میں جودتِ فکر اور اصابت رائے کے لئے کبھی کبھار حاضرینِ مجلس سے

سوالات بھی کرنے چاہئیں۔

حضور اکرمؐ مجالس میں امتحان کے طور پر صحابہؓ سے سوال بھی کرتے تھے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپؐ نے پوچھا وہ کون سا درخت ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے اور جو مسلمانوں سے مشابہت رکھتا ہے۔ لوگوں کا خیال جنگلی درختوں کی طرف گیا میرے ذہن میں آیا کہ کھجور کا درخت ہو گا۔ لیکن میں کم سن تھا۔ اس لئے جرات نہ کر سکا۔ بالآخر لوگوں نے عرض کی کہ حضور بتائیں۔ ارشاد فرمایا "کھجور"

عبد اللہ بن عمرؓ کو تمام عمر حسرت رہی کہ کاش میں نے جرأت کر کے اپنا خیال ظاہر کر دیا ہوتا۔ (سنن ابن ماجہ المقدمہ باب فضل العلماء)

۳۴۔ مجلس سے اٹھتے ہوئے بھی دعائیں مانگنی چاہئیں۔

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ جب کبھی کسی مجلس سے اُٹھتے تو آپؐ دعا فرماتے:

اَللّٰھُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْیَتِکَ مَا تَحُوْلُ بِہٖ بَیْنَنَا وَبَیْنَ معاصیک وَمِنْ طَاعَتِکَ مَا تُبَلِّغُنَا بِہٖ جَنَّتَکَ۔ وَمِنَ الْیَقِیْنِ مَا تُھَوِّنُ بِہٖ علینا مصیبات الدُّنْیَا۔ اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا اَحْیَیْتَنَا۔ وَاجْعَلْہُ الْوَارِثَ مِنَّا۔ وَاجْعَلْ ثَارَنَا عَلٰی مَا ظَلَمَنَا۔ وَانْصُرْنَا عَلٰی مَنْ عَادَانَا۔ وَلَا تَجْعَلْ مُصِیْبَتَنَا فِیْ دِیْنِنَا۔ وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْیَا اَکْبَرَ ھَمِّنَا۔ وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا، وَلَا تُسَلِّطْ عَلَیْنَا مَنْ لَّا یَرْحَمُنَا۔

(ترمذی کتاب الدعوات باب فی جامع الدعوات ص۱۸۸ ج۲)

اے میرے اللہ! تو ہمیں اپنا خوف عطا کر جسے تو ہمارے اور گناہوں کے درمیان روک بنا دے۔ اور ہم سے تیری نافرمانی سرزد نہ ہو۔ اور ہمیں اطاعت کا وہ مقام عطا کر جس کی وجہ سے تو ہمیں جنت میں پہنچا دے اور اتنا یقین بخش کہ جس کی وجہ سے دنیا کے مصائب تو ہم پر آسان کر دے۔ اے میرے اللہ۔ ہمیں اپنے کانوں اپنی آنکھوں اور اپنی

طاقتوں سے زندگی بھر صحیح صحیح فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ اور ہمیں اس بھلائی کا وارث بنا اور جو ہم پر ظلم کرے اس سے تو ہمارا انتقام لے۔ جو ہم سے دشمنی رکھتا ہے اس کے برخلاف ہماری مدد فرما۔ اور دین میں کسی ابتلاء کے آنے سے بچا۔ اور ایسا کر کہ دنیا ہمارا سب سے بڑا غم اور فکر نہ ہو۔ اور نہ یہ دنیا ہمارا مبلغ علم ہو۔ یعنی ہمارے علم کی پہنچ صرف دنیا تک محدود نہ ہو۔ اور ایسے شخص کو ہم پر مسلط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کرے اور مہربانی سے پیش نہ آئے۔

پس ہمیں چاہیئے کہ ہم آداب مجلس کو ملحوظ رکھتے ہوئے علم و عرفان کی مجالس سے استفادہ کریں۔ اور قرآنی ارشاد کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ

سورۃ التوبہ : ۱۱۹)

کہ سچے لوگوں کی صحبت اختیار کرو۔ پر عمل پیرا ہوں۔ کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے بمطابق حدیث قدسی اِنَّھُمْ قَوْمٌ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ

کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا کبھی بدبخت نہیں ٹھہرتا۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ کو دنیا میں بھیجتا ہے۔ وہ پاک لوگوں کی مجلس میں آتے ہیں تو وہاں بیٹھ جاتے ہیں اور پروں سے اس کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ ساری فضا ان کے سایہ برکت سے معمور ہو جاتی ہے۔ جب لوگ اس مجلس سے اٹھ جاتے ہیں تو وہ بھی آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں۔ وہاں اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ تم نے کیا دیکھا۔ وہ کہتے ہیں ہم نے ایک مجلس دیکھی تھی۔ جس میں لوگ تیری تسبیح و تحمید اور تیرا ذکر کر رہے تھے۔ مگر ایک شخص ان میں سے نہیں تھا۔ تو اللہ فرماتا ہے۔ نہیں وہ بھی انہی میں سے تھا۔ کیونکہ ھُمُ القَوْمُ لَا یَشْقٰی بِھِمْ جَلِیْسُھُمْ

وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم اور بدبخت نہیں رہتا

(مسلم کتاب الذکر باب فضل مجالس الذکر ص ۲۲۸/۲)

راستوں اور سرِ راہ نشست گاہوں کے استعمال کے آداب

ہادی برحق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم نے زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق اُمت کو ہدایات اور نصائح فرمائی ہیں۔ آپؐ کی یہ زریں نصائح زندگی کے ہر میدان میں ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ جہاں سرورِ دو عالم حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلّم نے ہمیں خدا تک پہنچنے کا رستہ دکھایا وہاں آپؐ نے عام چلنے والے راستوں اور ان پر موجود نشست گاہوں کے استعمال کے آداب بھی سکھائے تاکہ مسلمان کے ہاتھ، زبان یہاں تک کہ نظر سے بھی کسی کو دُکھ یا تکلیف نہ پہنچے۔

آئیے ان راستوں کے استعمال کے آداب سیکھ کر اپنی زندگی کو صراطِ مستقیم پر گامزن کریں تاکہ خدا اور اس کا رسولؐ ہم سے خوش ہو۔

۱. راستے کے درمیان حلقہ باندھ کر کھڑے ہونا یا بیٹھنا آداب کے منافی ہے اس سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا

اِیَّاکُمْ وَالْجُلُوْسَ عَلَی الطُّرُقَاتِ

(مسلم کتاب السلام باب حق الجلوس علی الطریق ردّ السلام)

خبردار راستوں پر نہ بیٹھنا۔

صحابہؓ نے کہا۔ یارسول اللہ! ہمیں اِن مجلسوں سے چارہ نہیں۔ ہم ان میں باتیں کرتے ہیں۔ فرمایا۔ اگر تم رہ نہیں سکتے تو رستہ کا حق ادا کرو۔

(مسلم کتاب السلام باب حق الجلوس علی الطریق ردّ السلام)

۲۔ راستوں یا سرِراہ نشست گاہوں میں کوڑا کرکٹ نہ پھینکا جائے۔ نہ ہی کوئی ایذا دینے والی چیز پتھر یا چھلکے وغیرہ پھینکے جائیں۔ بلکہ اگر کوئی کانٹا، ہڈی، چھلکے یا کوئی تکلیف دہ چیز اور راستہ میں رکاوٹ ڈالنے والی چیز پڑی ہو اُسے ہٹا دینا چاہیئے۔ کیونکہ یہ نیکی اور ثواب کا کام ہے اور نفس کو دوزخ کی آگ سے بچانے کا ذریعہ ہے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بنی آدم کے ۳۶۰ جوڑ ہیں۔ جو اللہ اکبر، الحمد للہ، لا الٰہ الا اللہ، سبحان اللہ، استغفر اللہ ۳۶۰ بار کہے اور لوگوں کے رستے سے پتھر، کانٹا، ہڈی دور کردے یا اسی قدر نیکی کرے، بُرائی سے روکے تو اُس نے اپنا نفس دوزخ کی آگ سے بچا لیا۔

(مسلم کتاب الزکوٰۃ باب کل نوع من المعروف صدقۃ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان کے کچھ اوپر ستر یا کچھ اوپر ساٹھ شعبے ہیں۔ ان میں سے سب سے افضل لَا اِلٰہ الا اللّٰہ کہنا ہے اور چھوٹے سے چھوٹا رستے سے ایذا کا ہٹا دینا ہے اور حیاء ایمان کی جزو ہے۔ (مسلم کتاب الایمان باب الحیا شعبۃ من الایمان)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مَیں نے ایک آدمی کو بہشت میں سیر کرتے دیکھا۔ اس عمل کے ثواب میں کہ ایک درخت مسلمانوں کی راہ میں ایذاء دیتا تھا۔ اس نے اس ایذاء دینے والی شاخ کو کاٹ کر الگ کر دیا۔

(مسلم کتاب الادب باب فضل ازالۃ الاذیٰ عن الطریق)

۳۔ نشست گاہ اگر سرِراہ ہو تو مَردوں کو چاہیئے کہ عورتوں کے گزرتے وقت وہ اپنی نگاہیں نیچی کر لیا کریں تاکہ دلوں کی پاکیزگی قائم رہے اور شیطان ان پر حملہ نہ کرسکے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ

(سورۃ النور : ۳۱)

تو مومنوں سے کہہ دے کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صحابہؓ کو غضِ بصر کی ہدایت فرمائی اور اُسے راستہ کا حق قرار دیا۔ (احمد بن حنبل جلد ۳ صہ ۳۶)

۴۔ شریعت نے عورت کو بھی باہر نکلنے کی اجازت دی ہے لیکن اُسے یہ ہدایت بھی کی ہے کہ جب وہ باہر نکلے تو پردہ میں نکلے۔ اور اپنی زینت کو غیر مردوں کے لئے ظاہر نہ کرے۔ اور زینت کا اصل مقام عورت کا چہرہ ہوتا ہے۔ اس لئے اُسے چہرہ کا پردہ کرنے کا حکم دیا گیا اور اپنی آنکھوں کو نیچی رکھنے کی تاکید کی گئی تاکہ بُرائی کا سدِّ باب ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ (سورۃ النور : ۳۲)

اور تو مومن عورتوں سے کہہ دے کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کیا کریں۔ سوائے اس کے جو آپ ہی آپ بے اختیار ظاہر ہوتی ہے اور اپنی اوڑھنیوں کو اپنے سینہ پر سے گزار کر اس کو ڈھانک کر پہنا کریں۔

۵۔ عورتوں کو بازار یا مردوں کے اجتماعات میں سے گزرنے کا احتمال ہو تو وہاں انہیں خوشبو لگا کر نہیں جانا چاہیئے۔ گھروں میں عورتوں کے لئے خوشبو کا استعمال کرنا پسندیدہ امر ہے۔

حضرت بُسرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی عشاء کی نماز کے لئے مسجد میں آئے تو خوشبو لگا کر نہ آئے۔

(موطا کتاب الصلوٰۃ باب ما جاء فی خروج النساء الی المساجد)

۶۔ آنے جانے والے اگر سرِراہ بیٹھنے والوں کو سلام کریں تو انہیں لازم ہے کہ وہ سلام کا جواب ضرور دیں۔

قرآن کریم میں یہ حکم دیا گیا ہے۔

وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا ۝ (سورۃ النساء: ۸۷)

اور جب تم کوئی دُعا دیئے جاؤ تو تم بھی دُعا دو بہتر اس سے یا لوٹا دو اسی کو بے شک اللہ ہر امر کا محاسبہ کرنے والا ہے۔

۷۔ راستے میں ایک دوسرے کو سلام کرنا چاہیئے۔ خواہ آپس میں پہچان بھی نہ ہو کیونکہ سلام ایک نیک دُعا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبارک اور پاکیزہ کلمات ہیں۔

صحابہ کرامؓ نیکیاں کمانے کے اتنے مشتاق تھے کہ وہ بازاروں میں نکل جاتے اور ہر ملنے والے، آنے جانے والوں کو سلام کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثِ مبارکہ " اَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ " پر عمل کرتے۔

حضرت طفیل بن ابی کعبؓ کہتے ہیں۔ میں عبداللہ بن عمرؓ کے پاس صبح کو آتا اور ان کے ساتھ علی الصباح بازار میں جاتا۔ جب ہم بازار میں جاتے تو عبداللہ کسی سقاط کے پاس سے گزرتے یا بڑے دوکاندار کے پاس سے یا کسی مسکین یا کسی آدمی کے پاس سے تو اُسے السلام علیکم کہتے۔ ایک روز جب میں عبداللہ بن عمرؓ کے پاس آیا تو انہوں نے مجھے بازار لے جانا چاہا۔ میں نے کہا۔ بازار میں جا کر کیا کرو گے؟ نہ کسی سودے پر ٹھہرتے ہو۔ نہ کسی اسباب کو پوچھتے ہو۔ نہ سودا چکاتے ہو۔ نہ بازار کی مجلس میں بیٹھتے ہو۔ یہیں بیٹھئے صاحب! باہم باتیں کرتے ہیں۔ ابن عمرؓ فرمانے لگے۔ اے بڑے پیٹ والے۔ ہم

تو سلام کے لئے جاتے ہیں۔ جو ہمارے سامنے آئے گا۔ ہم اُسے سلام کہیں گے۔

(موطا کتاب الجامع باب جامع السلام)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واقف یا نا واقف ہولسے سلام کرنے کو اسلام کی بہترین خصلت قرار دیا ہے۔

(مسلم کتاب الایمان باب بیان تفاضل الاسلام وای اموره افضل)

۸۔ سوار کو پیدل چلنے والے شخص کو اور پیدل چلنے والے شخص کو بیٹھے ہوئے شخص کو سلام کرنے میں پہل کرنی چاہیئے۔

حضرت اسامۃؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس کے پاس سے گزرے جس میں مسلمان، مشرکین، بُت پرست، یہود سب ملے جُلے بیٹھے تھے۔ آپ نے ان کو السلام علیکم کہا۔

(بخاری کتاب الاستیذان باب التسلیم فی المجالس فیہ اخلاط من المسلمین والمشرکین)

حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوار پیدل کو سلام کرے اور پیدل بیٹھنے والے کو اور تھوڑے بہتوں کو سلام کیا کریں۔

(مسلم کتاب السلام باب حق الجلوس علی الطریق ردّ السلام

۹۔ اسلام ہر حالت میں عبادات بجالانے کا حکم دیتا ہے۔ راستے میں اگر بلندی یا پستی آئے تو بھی آہستہ آواز کے ساتھ تکبیر و تہلیل اور تسبیح کرنی چاہیئے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ ہم (حج میں) رسول خداؐ کے ساتھ تھے۔ پس جب ہم کسی بلندی پر چڑھتے تو زور کے ساتھ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ واللّٰہ اکبر کہتے تھے۔ پس جب ہماری آوازیں بلند ہوئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اے لوگو! اپنی جانوں پر ترس کھایا کرو۔ کیونکہ تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکارتے بلکہ وہ تمہارے ساتھ ہے۔ بے شک وہ سُننا اور قریب ہے۔ (تجرید بخاری حصہ دوم ص۲۲)

حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ کہتے ہیں کہ جب ہم بلندی پر چڑھتے تھے تو اللہ اکبر کہتے تھے اور جب پستی میں اُترتے تھے تو سبحان اللہ کہتے تھے۔

(تجرید بخاری حصہ دوم صد ۲۷۲، ۲۷۳)

۱۰۔ راستے میں اگر کسی کو سواری میں مدد کی ضرورت ہو تو اس کی مدد کرنی چاہیئے۔
حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا۔
ہر روز جس میں آفتاب نکلتا ہے۔ آدمیوں کے ہر ایک جوڑ پر صدقہ ہے دو شخصوں میں انصاف کرنا صدقہ ہے۔ کسی کی سواری میں مدد کرنا اسے سواری پر چڑھا دینا صدقہ ہے یا کسی کا اسباب اس کے جانور پر لدوا دینا صدقہ ہے۔

(مسلم کتاب الزکوٰۃ باب کل نوع من المعروف صدقۃ)

۱۱۔ راستہ پوچھنے والوں کو راستہ بتانا بھی نیکی ہے۔
۱۲۔ بازار یا راستہ میں چلتے پھرتے کوئی چیز نہیں کھانی چاہیئے۔
۱۳۔ راستوں اور سایہ دار درختوں کے نیچے بول و براز نہیں کرنا چاہیئے تاکہ مسافر کو تکلیف نہ ہو۔ یہ لعنتی کام ہے۔
حدیث میں آتا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دو لعنتی کاموں سے بچو۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ لعنت کا مستحق بنانے والے وہ دو کام کون سے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ لوگوں کی گزرگاہ میں پاخانہ پھرنا۔ یا ایسی سایہ دار جگہ میں پاخانہ کرنا جہاں لوگ آکر آرام کے لئے بیٹھتے ہوں۔

(مسلم کتاب الطہارۃ باب کراہۃ التبرز فی الطریق)

۱۴۔ راستہ میں کوئی ہتھیار کھلے طور پر لے کر نہیں گزرنا چاہیئے تاکہ راہ گیر کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔
رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہماری مسجدوں یا بازاروں میں

گزرے اور اس کے پاس تیر ہوں تو لازم ہے کہ بند کر کے گزرے یا ہاتھ سے ان کی نوک پکڑ لے۔ تاکہ کسی مسلمان کو نوک نہ چبھ جائے۔

(بخاری کتاب الصلوۃ باب المرور فی المسجد)

۱۵۔ اگر راہ چلنے والوں میں کوئی اعتراض کی بات دیکھیں تو پیار اور نرمی سے انہیں منع کریں۔ کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مومن کا شیوہ ہے۔

سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (سورۃ آل عمران : ۱۱۱)

کہ تم وہ بہترین جماعت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لئے بنائی گئی ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (سورۃ التوبہ : ۷۱)

اور مومن مرد اور مومن عورتوں میں بعض ان کے دوست ہیں بعض کے وہ حکم کرتے ہیں نیکی کا اور وہ روکتے ہیں برائی سے۔

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ تم ضرور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو۔ نہیں تو تم پر عذاب نازل ہو گا۔ اور تمہاری دعا قبول نہ ہو گی۔

(ترمذی ابواب الفتن باب ما جاء فی الامر بالمعروف والنہی عن المنکر)

حضرت ابو مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو

شخص نیکی تبلائے۔ اس کو نیکی کرنے والے کی مثل اجر ملتا ہے۔

(مسلم کتاب الامارۃ باب فضل اعانۃ الغازی فی سبیل اللہ تعالیٰ)

پس ہر شخص کے لئے ناصح بن کر نیکی کی طرف قدم مارنا چاہیئے۔

۱۶۔ راستہ کے کناروں پر بیٹھے ہوئے لوگوں پر لازم ہے کہ وہ اپنی مجلس میں کوئی ناشائستہ کلام نہ کریں بلکہ ایسی گفتگو کریں جس سے دل نیکی کے کاموں کی طرف راغب ہوں اور آنے والے وہاں سے کچھ حاصل کر کے ہی جائیں نہ کہ گنوا کر۔ پس ان مجلسوں میں بھی نیکی اور ذکر الٰہی کی باتیں کرنی چاہیں تاکہ ملائکہ اس مجلس کو ڈھانپ لیں اور خدا تعالیٰ کی رحمت ان پر نازل ہو۔

حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اپنی بزم میں یاد کرتا ہے جو اپنی مجلس میں خدا کو یاد کرتے ہیں۔

(ترمذی ابواب الدعوات باب ماجاء فی القوم یجلسون فیذکرون اللہ مالھم من فضل)

گفتگو کے آداب

جسمانی اعضا میں سے زبان وہ جزو اعظم ہے جس کی حفاظت کو دین کی جڑ قرار دیا گیا ہے۔ زبان وہ آلہ ہے جو انسان کی دلی حالت اور اس کے خیالات کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ یہ وہ عضو ہے جس کے ذریعہ سے انسان جنت و دوزخ کی راہ استوار کرتا ہے۔ یہ وہ مفتاح ہے جس کے ذریعہ سے انسان نجات کا دروازہ اپنے اُوپر کھولتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر بات کی خدا تعالیٰ کے ہاں باز پرس ہوگی۔ اس لئے ہمیشہ پاکیزہ اور نیک کلمات بولنے چاہئیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ○

(سورۂ قٓ: ۱۹)

اور انسان کوئی بات نہیں کرے گا کہ اس کے پاس اس کا نگران یا محافظ نہ ہو۔

حضرت اقدس محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بہت زیادہ توجہ کے لائق ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں۔

صبح ہوتی ہے تو انسان کے سب اعضا اس کی (زبان کی) گوشمالی کرتے ہیں کہ دیکھ ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر۔ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ تو سیدھی ہوئی تو ہم بھی سیدھے ہیں اور تو ٹیڑھی ہوئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہیں۔

(ریاض الصالحین کتاب الامور المنہی عنہا باب تحریم الغیبۃ والامر بحفظ اللسان)

زبان کا باہمی تعلقات پر نہایت گہرا اثر پڑتا ہے۔ نیک کلام کے اندر ایک مقناطیسی کشش ہوتی ہے۔ مومن کی زبان گندے اور غلیظ کلام سے محفوظ رہتی ہے۔ اس کا کلام پاکیزہ ہوتا ہے۔ (حدیث میں مومن کی یہ صفات بیان ہوئی ہیں کہ وہ طعنہ زن، نہ بہت بد دُعا کرنے والا، نہ بے حیا اور نہ گندہ زبان ہوتا ہے)۔ وہ حیا دار ہوتا ہے۔ اور حیا دار شخص کی زبان اس کے قابو میں رہتی ہے۔

(ترمذی ابواب البرّ والصلۃ باب ما جاء فی اللعنۃ)

ذیل میں کلام (گفتگو) کے آداب قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں بیان کئے جاتے ہیں تاکہ اسلام کی اس جامع ہدایت کہ اپنی زبان کی حفاظت کرو پر عمل پیرا ہو کر ہم افضل مسلمان بن سکیں۔

۱۔ اگر کوئی بات کہو تو ہمیشہ سچ بات کہو۔ پیچدار بات نہ کرو۔ توحید کے بعد سب سے بڑی نیکی سچ اختیار کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ○

(سورۃ الاحزاب : ۷۱)

اے مومنو! اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور وہ بات کہو جو سچی ہو۔

پھر سچی بات کہنے کا نتیجہ یہ بتایا کہ

يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ○

(سورۃ الاحزاب : ۷۲)

اور اگر تم ایسا کرو گے تو وہ تمہارے اعمال کو درست کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ آنحضرتؐ نے منافق کی ایک علامت یہ بتائی ہے کہ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ کہ جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے۔

۲۔ گفتگو عام فہم اور وضاحت سے کرنی چاہیئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو نہایت شیریں اور دلآویز ہوتی تھی۔ آپؐ بہت ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے تھے اور جب کسی بات پر زور دینا ہوتا تو آپ اُسے دو تین بار دہراتے تاکہ سُننے والوں کو یاد ہو جائے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام البیا کھلا کھلا ہوتا کہ جو سُنتا سمجھ لیتا۔

(ابو داؤد کتاب الادب باب الهدیٰ فی الکلام)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کلام کیا کرتے تو ایک کلمہ کو تین تین بار اعادہ فرماتے تاکہ خوب ذہن نشین ہو جائے اور جب کسی قوم کے پاس تشریف لاتے تو تین بار سلام کہتے

(بخاری کتاب الاستیذان باب التسلیم والاستیذان ثلاثاً)

۳۔ پاکیزہ گفتگو کرنی چاہیئے۔ کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ پاکیزہ کلمہ بھی صدقہ ہے۔ (اور آگ سے بچاؤ کا ذریعہ بھی ہے۔)

(بخاری کتاب الادب باب طیب الکلام)

عدی بن حاتمؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آگ سے بچاؤ کر لو۔ اگرچہ چھوہارے کا ٹکڑا خرچ کرنے سے ہو سکے۔ اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو پاکیزہ کلامی ہی سہی۔

(مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی الصدقۃ وانواعھا وانھا حجابٌ من النار (کل نوع من المعروف صدقۃ)[1]

عمدہ اور پاکیزہ بات کہنا خدا تعالیٰ کا حکم ہے جیسا کہ وہ سورۃ بنی اسرائیل

[1] انڈیکس میں کل نوع من المعروف صدقۃ کا ذکر ہے اور اصل باب کا حدیث والے صفحہ پر ذکر ہے۔

میں فرماتا ہے۔

وَقُلْ لِعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ○

(سورۃ بنی اسرائیل : ۵۴)

اور تو میرے بندوں سے کہہ دے کہ وہ وہی بات کیا کریں جو سب سے زیادہ اچھی ہو۔ کیونکہ شیطان ان کے درمیان فساد ڈالتا ہے۔ شیطان انسان کا کھلا کھلا دشمن ہے

پاکیزہ کلام خدا کے ہاں مقبول اور پسندیدہ ہے جیسا کہ اللہ سورۃ الفاطر میں فرماتا ہے۔ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ

(سورۃ الفاطر : ۱۱)

پاک کلمات اسی کی طرف چڑھ کر جاتے ہیں

۴۔ تکلّف اور تصنّع کے بغیر گفتگو کرنی چاہیئے اور نہ ہی زبان کو موڑ کر گفتگو کرنی چاہیئے۔

یہود کا یہ طریق تھا کہ وہ اپنی زبان کو پیچ دے کے اور لفظ کو بگاڑ کر گفتگو کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس شرارت کا ذکر سورہ نساء آیت ۴۷ میں فرمایا ہے

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ؕ (سورۃ النساء ۴۷)

یعنی یہودیوں میں سے بعض لوگ (اللہ تعالیٰ کی) باتوں کو ان کی جگہوں سے ادھر اُدھر بدل دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے سُنا اور نافرمانی کی اور کہتے ہیں۔ ہماری باتیں سُن تجھے خدا کا کلام کبھی نہ سُنایا جائے۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ راعنا یعنی ہمارا لحاظ کر۔ مگر یہ بات اپنی زبانوں کو پیچ دیتے ہوئے اور دین میں طعن کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہود سے یہ عہد لیا تھا کہ

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا۔ (سورۃ البقرہ: ۸۴)

کہ تم لوگوں کے ساتھ ملاطفت کے ساتھ کلام کیا کرو۔

حدیث میں آتا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ لوگوں میں سے اس شخص کو بُرا جانتا ہے جو اپنی زبان کو کلام کرتے ہوئے پیچ دے جیسے گائے زبان کو پیچ دیتی ہے۔

(ابو داؤد کتاب الادب باب فی التشدق فی الکلام)

آپؐ نے فرمایا جو لوگ گفتگو کے وقت زبان کو مروڑ مروڑ کر باتیں کرتے ہیں قیامت کے دن ایسے لوگ مجھ سے دُور رہیں گے۔

(ترمذی ابواب البرّ والصلۃ باب ماجاء فی معالی الاخلاق)

۵۔ گفتگو میں مبالغہ سے کام نہیں لینا چاہیئے۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مبالغہ سے تکلف کرنے والے ہلاک ہوئے۔ آپؐ نے یہ تین بار فرمایا

(مسلم کتاب العلم باب ھلک المتنطعون)

۶۔ بے ہودہ بکواس اور فحش کلامی نہیں کرنی چاہیئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ نہ تو آپؐ فاحش تھے اور نہ قصداً فحش گوئی کرتے تھے۔

(بخاری کتاب الادب باب لم یکن النبیؐ فاحشًا ولا متفحشًا)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ جب آپؐ نے اس کو دیکھا تو فرمایا کہ قبیلے کا بُرا بھائی یا بیٹا ہے۔ جب وہ بیٹھ گیا تو آپؐ خندہ پیشانی اور کشادہ روئی سے ملے۔ جب وہ چلا گیا تو

حضرت عائشہؓ نے آپؐ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جب آپؐ نے اس آدمی کو دیکھا تو اس اس طرح فرمایا۔ پھر آپؐ خندہ پیشانی اور کشادہ روئی کے ساتھ ملے۔ رسولِ کریمؐ نے فرمایا، اے عائشہؓ! تم نے مجھے فحش گو کب دیکھا؟ قیامت کے دن لوگوں میں سب سے بُرا حال اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس شخص کا ہوگا جس کو لوگ اس کی بُرائی سے اور بے حیائی سے محفوظ رہنے کے لئے چھوڑ دیں۔

(بخاری کتاب الادب باب لم یکن النبیؐ فاحشاً ولا متفحشاً)

ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن فحش بکنے والا، بدزبان اور بدگو نہیں ہوتا۔

(ترمذی ابواب البرّ والصلۃ باب ماجاء فی اللعنۃ)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فحش جس میں ہو اسے عیب ناک کر دیتا ہے۔ اور حیا، جس میں ہو اُسے سنوار دیتی ہے

(ترمذی ابواب البرّ والصلۃ باب ماجاء فی الفحش)

مومن کا یہ شیوہ نہیں ہے کہ وہ بے حیائی اور بے ادبی کا کلام کرے۔ بلکہ وہ بے ہودہ باتوں سے اجتناب کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان محسنوں سے محبت کرتا ہے جیسا کہ وہ محسنین کا خاصہ بیان کرتا ہے کہ

وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ

(سورۃ الشوریٰ : ۳۸)

اور وہ لوگ جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے پرہیز کرتے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ حیاء ایمان کی شاخ ہے اور فحش گوئی منافقت کی شاخ ہے۔ فحش گوئی بہت بڑا گناہ ہے۔ فحش گو کی توبہ قبول نہیں ہوتی جب تک کہ مظلوم خود معاف نہ کرے۔ البتہ اس کا ایک کفارہ ہے اور وہ یہ کہ وہ مظلوم کے حق میں دعا کرتا

ہے ۔حدیث میں آتا ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ یَبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِیَّ

(ترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی حسن الخلق)

کہ یقیناً اللہ تعالیٰ بُرا جانتا ہے بے حیا، اور گندہ زبان آدمی کو فحش کلامی سے بچنا چاہیئے کیونکہ فحش کلام اور بے ہودہ گوئی سے اخلاق میں بے ہودگی پیدا ہوتی ہے۔جسے نہ صرف لوگ ناپسند کرتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی وہ شخص مبغوض ہو جاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ بے ہودہ کلام ترک کر دے ۔

(ترمذی ابواب الزھد باب ماجاء من تکلم بکلمۃ الناس)

پس فحش گوئی سے بچنا چاہیئے اور کثرت سے استغفار کرنا چاہیئے۔آنحضرتؐ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری زبان پر فحش بہت چڑھا ہوا ہے۔آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تو استغفار کیوں نہیں کرتا ۔

(ابن ماجہ ابواب الادب باب الاستغفار)

۷۔ زبان کا سارے اخلاق پر گہرا اثر پڑتا ہے۔اس لئے مسلمان پر واجب ہے کہ وہ سخت زبانی نہ کرے ۔بُرے نام سے نہ پکارے اور نہ ہی کسی پر لعنت کرے۔گالی گلوچ نہ دے ۔کیونکہ یہ وہ بد خلقی ہے جو انسان کے ایمان کو غارت کر دیتی ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ مومن پر لعنت کرنا اس کے قتل کرنے کے مترادف ہے۔

(بخاری کتاب الادب باب ماینھی من السباب واللعن)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مومن بندوں کی صفت یہ بیان فرمائی ہے۔

وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (سورۃ المومنون : ۴)

اور وہ لغو باتوں سے اعراض کرتے ہیں ۔
اللہ تعالیٰ سورۃ القصص میں فرماتا ہے ۔
وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ (القصص : ۵۶)
کہ جب وہ کوئی لغویات سنتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں ۔
طعن و تشنیع کرنا اور بُرے ناموں سے پکارنا گناہ ہے اور مومنوں کو اس سے روکا گیا ہے ۔ سورۃ الحجرات میں آتا ہے ۔
وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ (الحجرات : ۱۲)
اور نہ تم ایک دوسرے پر طعن کیا کرو ۔ اور نہ ایک دوسرے کو بُرے ناموں سے یاد کیا کرو ۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ ایک دوسرے کو بُرا کہنے والے جو کچھ کہیں اس کا وبال ابتدا کرنے والے پر ہوتا ہے جب تک کہ مظلوم حد سے نہ نکلے ۔
(مسلم کتاب البرّ والصلۃ والآداب باب النہی عن السباب)
آپؐ نے فرمایا جس نے مسلمانوں پر سختی کی اس پر اللہ سختی کرے گا ۔
(ترمذی ابواب البرّ والصلۃ باب الخیانۃ والغشّ)
ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا ۔ جب کوئی شخص اپنے بھائی کو کہے کہ اے کافر ۔ تو ان دونوں میں سے ایک پر کفر ضرور آتا ہے ۔ اگر وہ ایسا ہی ہے جیسا اس نے کہا ۔ تو اس پر ۔ ورنہ کہنے والے پر کفر لوٹے گا ۔
(مسلم کتاب الایمان باب حال ایمان من قال لأخیہ المسلم یا کافر)
حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول کریمؐ سے سنا کہ جو شخص کسی دوسرے کو کفر کے ساتھ نسبت کرے یا اسے کہے ۔ اے عدو اللہ اور وہ ایسا نہ

ہو۔ تو یہ الفاظ اُلٹ کر اسی پر آتے ہیں۔

(مسلم کتاب الایمان باب حال ایمان من قال لأخیہ المسلم یا کافر)

جہاں لعنت کے معنی خدا تعالیٰ سے دوری کے ہیں وہاں لعنت کے معانی بد دُعا دینے کے بھی ہیں۔ بد دُعا دینے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ آنحضرتؐ پر کفار نے ان گنت مظالم ڈھائے۔ بہت دُکھ دیئے مگر آپ کی زبان مبارک پر ان کے لئے کبھی بد دعا نہ آئی بلکہ رَبِّ اغْفِرْ قَوْمِيْ فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ

(احمد بن حنبل جلد نمبر ا صفحہ ۳۸۰، صفحہ ۴۳۲)

کہ اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ وہ میرے مقام کو نہیں پہچانتی۔ کے الفاظ سے آپؐ دعا گو رہے۔

حدیث میں ہے کہ اگر کسی کو بد دعا دی جائے اور وہ اس بد دُعا کا سزا وار نہ ہو تو اس کا اثر بد دعا دینے والے پر پلٹ آتا ہے۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب فی اللعن)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کہے کہ لوگ ہلاک و برباد ہوئے (لوگوں کے عیب و برائیاں ان کو حقیر و ذلیل سمجھ کر تعلّی سے بیان کرے) تو وہ خود سب سے زیادہ ہلاک و برباد ہونے والا ہے

(مسلم کتاب البر والصلۃ باب النھی عن قول ھلک الناس)

۸۔ مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے بھائی کی پردہ پوشی کرے۔ اس لئے گفتگو میں غیبت جیسی گھناؤنی بُرائی کرنے سے بچا جائے۔ مومنوں کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ط اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ط (سورۃ الحجرات: ۱۳)

کہ تم میں سے بعض بعض کی غیبت نہ کیا کریں۔ کیا تم میں سے کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا (اگر تمہاری طرف یہ بات منسوب کی جائے تو) تم اس کو ناپسند کروگے۔ سورۃ الھمزہ میں ارشاد ہے

وَیْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ○ (سورۃ الھمزۃ : ۲)

ہر غیبت کرنے والے اور عیب چینی کرنے والے کے لئے عذاب ہی عذاب ہے۔

پس حقیقی یا فرضی عیوب بیان کرنا اور سفیہانہ کلام کرنا گناہ ہے۔ محض طعن اور غرور کی وجہ سے ایسا کرنا گناہ ہے لیکن دین کے دشمنوں اور غداروں کے متعلق آگاہ کرنا ضروری ہوتا ہے اور اہل فساد کی برائی کا بیان جائز ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے حضور حاضری کی اجازت چاہی۔ فرمایا۔ اس کو اذن دے دو۔ یہ اپنی قوم کا برا آدمی ہے

(بخاری کتاب الادب باب یجوز من اغتیاب اہل الفساد)

جب کسی سے مشورہ مانگا جائے تو اس کے علم میں جو صحیح بات ہے پیش کرنی چاہیئے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت قیس سے روایت ہے کہ میں رسول کریم ﷺ کے پاس آئی اور کہا کہ ابوجہیم اور معاویہ نے مجھے نکاح کا پیغام دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ معاویہ مفلس قلاش ہے۔ اس کے پاس کچھ مال نہیں اور ابوجہیم اپنے کندھے سے لاٹھی نہیں اتارتا (مارنے والا یا اکثر سفر میں رہتا ہے)

(مسلم کتاب الطلاق باب المطلقۃ البائن لا نفقۃ لھا)

چغلی کرنا، تہمت لگانا۔ اور نسب میں طعن کرنا کفر کی علامت ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایسا شخص جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔

• گفتگو کے دوران کسی کی حقارت کے ساتھ ہنسی نہ اُڑائی جائے۔

اللہ تعالیٰ مومنوں کو اس برائی سے روکتے ہوئے فرماتا ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا یَسۡخَرۡ قَوۡمٌ مِّنۡ قَوۡمٍ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنُوۡا خَیۡرًا مِّنۡھُمۡ وَلَا نِسَآءٌ مِّنۡ نِّسَآءٍ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُنَّ خَیۡرًا مِّنۡھُنَّ ج

(سورۃ الحجرات : ۱۲)

اے مومنو! کوئی قوم کسی قوم سے اسے حقیر سمجھ کر ہنسی مذاق نہ کیا کرے ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہو۔ اور نہ ہی عورتیں دوسری عورتوں سے ان کو حقیر سمجھ کر ہنسی ٹھٹھا کیا کریں۔ ممکن ہے کہ وہ عورتیں ان سے بہتر ہوں۔

واثلہ بن الاسقع روایت کرتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اپنے مسلمان بھائی کی شماتت نہ کر یعنی ہنسی نہ اُڑا۔ ایسا نہ ہو کہ اللہ اس پر رحم کر دے اور تجھے اُس دُکھ میں مبتلا کر دے۔

(ترمذی ابواب صفۃ القیامۃ باب نمبر ۵۴)

۱۰۔ گفتگو میں اگر کبھی مزاح کا رنگ بھی ہو تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن ایسا مزاح نہ کیا جائے جو گھٹیا ہو اور دوسرے کی دل شکنی کا باعث بنے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم شگفتہ مزاج تھے اور کبھی کبھی ظرافت کی باتیں بھی فرماتے۔ ایک دفعہ حضرت انسؓ کو پکارا تو فرمایا۔" او۔ دو کان والے۔"

(ترمذی ابواب المناقب باب مناقب انس بن مالک)

اس میں یہ نکتہ بھی تھا کہ حضرت انسؓ نہایت اطاعت شعار تھے اور ہر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر کان لگائے رکھتے۔

حضرت انسؓ کے چھوٹے بھائی کا نام ابوعمیر تھا وہ کم سن تھے۔ اور ایک ممولا پال رکھا تھا۔ اتفاق سے وہ مر گیا۔ ابوعمیرؓ کو بہت دُکھ ہوا۔ آپؐ نے ان کو غمزدہ دیکھا تو فرمایا۔ یَا اَبَا عُمَیۡرٍ مَا فَعَلَ النُّغَیۡرُ

اے ابوعمیر تمہارے ممولے نے یہ کیا کیا۔

(بخاری کتاب الادب باب الانبساط الی الناس)

ایک شخص نے حضرت اقدسؐ سے عرض کی کہ آپؐ مجھے کوئی سواری عنایت فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ مَیں تم کو اونٹنی کا بچہ دوں گا۔ انہوں نے کہا۔ یا رسول اللہ! میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا۔ فرمایا۔ کہ کوئی اونٹ ایسا بھی ہوتا ہے جو اونٹنی کا بچہ نہ ہو۔

(ترمذی ابواب البرّ والصلۃ باب ماجاء فی المزاح)

ایک بڑھیا حضور اقدسؐ کی خدمت میں آئی اور دعا کے لئے کہا کہ دعا کریں مجھے بہشت نصیب ہو۔ آپؐ نے فرمایا۔ بوڑھی عورتیں بہشت میں نہیں جائیں گی۔ وہ عورت یہ سن کر روتی ہوئی واپس چلی گئی۔ آپؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ اس کو کہہ دو کہ بوڑھی عورتیں جوان ہو کر جنت میں داخل ہوں گی۔

(ترمذی باب صفۃ مزاح رسول اللہؐ)

حضور اقدسؐ بُرے مزاح کو ناپسند فرماتے تھے۔ آپؐ فرماتے تھے۔

لَا تُمَارِ اَخَاكَ وَلَا تُمَازِحْهُ

(ترمذی ابواب البرّ والصلۃ باب ماجاء فی المراء)

کہ اپنے مسلمان بھائی سے کج بحثی نہ کر اور اس سے بُرا مزاح نہ کر

۱۱۔ بہت زیادہ کلام نہیں کرنا چاہیے کیونکہ کثرتِ کلام سے بسا اوقات لوگوں میں فساد پھیلنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ حضورؐ فرماتے تھے۔ اللہ کے ذکر کے بغیر زیادہ کلام نہ کرو۔ اللہ کے ذکر کے بغیر کثرتِ کلام سے دل سخت ہو جاتا ہے اور سنگ دل آدمی اللہ سے سب کے مقابلہ میں دور تر ہوتا ہے۔

(ریاض الصالحین کتاب الامور المنہی عنہا باب تحریم الغیبۃ والامر بحفظ اللسان)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا بہت کلام نہ کرو۔ کیونکہ بہت کلام کرنے سے جو اللہ کے ذکر

کے بغیر ہو دل سخت ہو جاتا ہے اور سخت دل اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ دور ہے۔ (ترمذی ابواب الزھد باب ماجاء فی حفظ اللسان)

حضرت عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریمؐ سے عرض کیا نجات کیا چیز ہے ؟ فرمایا۔ اپنی زبان کو بند رکھ اور تجھے تیرا گھر گنجائش دے اور اپنی خطا کاریوں پر رو تا رہ (ترمذی ابواب الزھد باب ماجاء فی حفظ اللسان)

حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا۔ کہ کیا میں دین کی جڑ نہ تمہیں بتاؤں ؟ حضرت معاذؓ نے کہا۔ کیوں نہیں یا رسول اللہ! تو آپؐ نے اپنی زبان مبارک پکڑی اور فرمایا۔ تو اپنے پر اس کو بند رکھ میں نے عرض کیا۔ کیا ہم ان باتوں کے سبب پکڑے جائیں گے جو زبان سے کہتے ہیں۔ فرمایا۔ تیری ماں تجھے روئے۔ دوزخ کی آگ میں اوندھے منہ ان کی زبانوں کے پھل ہی گرائیں گے۔

(ترمذی ابواب الایمان فی حرمۃ الصلوٰۃ)

۱۲۔ بات مختصر اور موقع محل کے مطابق کرنی چاہیئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ وصفِ کامل خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیا تھا۔ آپؐ تحدیثِ نعمت کے طور پر فرماتے تھے۔

اَنَا اَفْصَحُ الْعَرَبِ۔ میں فصیح ترین عرب ہوں (اُعْطِیْتُ جَوَامِعُ الْکَلِمِ) کہ مجھے کلمات جامعہ عطا کئے گئے ہیں۔

(ترمذی ابواب السیر باب التحریق والتخریب)

۱۳۔ سوچ سمجھ کر اور عقل کے ساتھ گفتگو کرنی چاہیئے۔ بات کرتے وقت مزاج شناسی کر لینی چاہیئے خوامخواہ ایسی بات نہیں کرنی چاہیئے جسے سن کر دوسرا مشتعل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ

بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ۔ (سورۃ النحل : ۱۲۶)

ترجمہ: اپنے رب کی راہ کی طرف دانائی اور اچھی نصیحت کے ساتھ بُلا۔ اور ان سے بہترین بات کے ساتھ مباحثہ کر۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو آدمی بے سوچے سمجھے منہ سے بات نکالتا ہے وہ آگ کی اتنی گہرائی میں گرتا ہے جتنا مشرق اور مغرب کے درمیان فاصلہ ہے۔ (مسلم کتاب الزھد باب حفظ اللسان)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ انسان بعض اوقات بے خیالی میں اللہ کی خوشنودی کی کوئی بات کہہ دیتا ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے لئے اتنا درجات بلند کر دیتا ہے اور بعض اوقات وہ لاپرواہی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی کوئی بات کر بیٹھتا ہے جس کی وجہ سے وہ جہنم میں جا گرتا ہے۔

(بخاری کتاب الرقاق باب حفظ اللسان)

یعنی اللہ تعالیٰ سے ہر وقت بھلائی اور ہدایت کی توفیق مانگتے رہنا چاہیئے کہ وہ ہمیشہ نیک بھلی بات ہی منہ سے نکلوائے۔

(حدیقۃ الصالحین ایڈیشن اول صفحہ ۲۵۷ شعبہ اشاعت وقف جدید)

۱۴۔ ایسے طریق سے کلام کرنا چاہیئے جو مخاطب کے فہم کے مطابق ہو جس سے وہ بات کو اچھی طرح سمجھ سکے اور اس کی غلط فہمی دور ہو جائے۔

حدیث میں آتا ہے صحابہ کرامؓ کہتے ہیں کہ ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ لوگوں سے ان کے فہم اور ادراک کے مطابق کلام کیا کرو۔ (دیلمی)

حضورؐ تو نباضِ اعظم تھے۔ آپؐ ہمیشہ آدمی کی طبع کا اندازہ لگا کر جواب دیتے تھے۔ صحابہ کرامؓ جب بھی آپؐ سے کوئی سوال یا مسئلہ پوچھتے آپؐ ہمیشہ ان کی سمجھ اور حالت کے مطابق جواب دیتے تھے۔

ایک صحابیؓ نے پوچھا کہ میرے لئے سب سے زیادہ اندیشہ کی کیا چیز ہے ؟
حضورؐ نے زبان کو ہاتھ سے پکڑ کر فرمایا۔ "یہ"

(ترمذی ابواب الزہد باب ماجاء فی حفظ اللسان)

ایک صحابیؓ نے کہا کہ مجھے نصیحت کیجئے۔ فرمایا۔ ہمیشہ سچ بولو۔

۱۵۔ غصّے اور جوش میں آکر تیزی سے جلد جلد بات نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ تحمّل کے ساتھ گفتگو کرنی چاہیئے کیونکہ بے جا غصہ میں کہی گئی بات اپنا اثر کھو بیٹھتی ہے۔ غصّہ کو قابو میں رکھ کر باتیں کرنا حوصلہ مندی اور مردانگی کا ثبوت ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! مجھے نصیحت فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا۔ غصّہ مت کر۔ اس نے سوال بار بار دُہرایا۔ آپؐ نے یہی فرمایا۔ غصّہ مت کر۔

(بخاری کتاب الادب باب الحذر من الغضب)

قرآن مجید میں مومنین کی ایک صفت کاظمین الغیظ بیان ہوئی ہے کہ وہ غصّہ پی جانے والے ہیں۔ اور نرمی اور ملاطفت سے بات کرنے والے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی طبیعت میں تحمّل اس قدر پایا جاتا تھا کہ ایک بار حضورؐ کہیں تشریف لے جارہے تھے کہ ایک بدّو آیا اور اس نے آپؐ کی چادر کو پکڑ کر اتنی شدّت سے کھینچا کہ آپؐ کے کندھے پر نشان پڑ گیا۔ پھر وہ کھُردرے لہجے میں بولا۔ یا محمّدؐ! تمہارے پاس اللہ کا جو مال ہے اس میں سے مجھے کچھ دلوائیے۔ حضورؐ نے اس کی طرف دیکھا۔ مسکرائے اور حکم دیا کہ اسے کچھ دیا جائے۔

حضورؐ کا ارشاد مبارک ہے کہ پہلوان وہ نہیں جو دوسروں کو پچھاڑتا ہے بلکہ وہ ہے جو غصّہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھتا ہے۔

(بخاری کتاب الادب باب الحذر من الغضب)

حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ دودھ یا شہد کے ہر گھونٹ سے غصّہ کا گھونٹ بہتر ہے۔

(کنزالعمال کتاب الثالث الباب الاوّل فی الاخلاق و الافعال المحمودۃ کے تحت باب کظم الغیظ)

پس جب بھی کوئی تنازعہ پیش آئے تو اس کا فیصلہ تحمل کے ساتھ کرنا چاہیئے، ایسے موقعہ پر بے لگام بکتے چلے جانا اور منہ پھٹ ہونا ایک مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔ یہ تو منافقوں کا شیوہ ہے۔

جو اسلام کے احکامات کی خلاف ورزی کرتا ہے اور اہلِ اسلام کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔

۱۶۔ اگر موقع نہ ہو یا کہنے کو اچھی بات نہ ہو تو پھر خاموش رہنا چاہیئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر چپ رہتے اور بے ضرورت کبھی گفتگو نہ فرماتے تھے۔ آپؐ فرماتے تھے جو شخص اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ وہ بھلی بات کہے یا خاموش ہو رہے۔

اربعین نووی حدیث نمبر ۱۵ صفحہ ۱۲۸ از شیخ محمد اقبال ابن شیخ سکندر الدین)

آپؐ فرماتے تھے کہ خاموشی حکمت ہے اور اس پر عمل کرنے والے کم ہیں۔

(بیہقی شعب الایمان حدیث نمبر ۵۰۲۷)

حدیث میں ہے جو خاموش ہوا اس نے نجات پائی

(مشکوٰۃ کتاب الادب باب حفظ اللسان الغیبۃ والشتم)

جسے اللہ تعالیٰ نے دو جبڑوں اور ٹانگوں کے شر سے بچا یا وہ جنت میں داخل ہوا۔

(ریاض الصالحین کتاب الامور المنہی عنہا باب تحریم الغیبۃ والامر حفظ اللسان)

۱۷۔ سُنی سنائی بات کو آگے نہیں پھیلانا چاہیئے۔ افواہیں پھیلانے سے معاشرہ

کی سالمیت اور امن کو سخت نقصان پہنچتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ الحجرات میں فرماتا ہے۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ ○

(سورۃ الحجرات : ۷)

اے مومنو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی اہم خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم ناواقفی سے کسی قوم پر حملہ کر دو۔ اور پھر اپنے کئے پر شرمندہ ہو جاؤ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر سُنی ہوئی بات کو بے سوچے سمجھے پھیلا دینا انسان کے لئے بڑا جھوٹ بن جاتا ہے

(ابو داؤد کتاب الادب باب التشدید فی الکذب)

ایک دوسرے سے بات سن کر بغیر تحقیق کے باتیں پھیلا دینا گناہ ہے کیونکہ اس طرح ایک آدمی کی عزت پر ناحق حملہ ہو جاتا ہے اور وہ بدنام ہو جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ ایسے لوگوں کے لئے سخت عذاب ہوگا۔

حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ وہ شخص جس کو تم نے (معراج کی رات میں) دیکھا تھا کہ اس کے جبڑے چیرے جا رہے تھے وہ بہت بڑا جھوٹا تھا اور اس طرح جھوٹ باتیں اڑاتا تھا کہ دُنیا کے تمام گوشوں میں وہ پھیل جاتی تھیں۔ قیامت تک اس کے ساتھ ایسا ہی ہوتا رہے گا۔

(بخاری کتاب الجنائز باب ما قیل فی اولاد المشرکین)

۱۸۔ مذاق میں بھی جھوٹ نہیں بولنا چاہیئے اور جھوٹ کو سچائی کے رنگ میں بھی پیش نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ جھوٹ ایک زہر ہے جس سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور

جہنم میں جا پہنچتا ہے۔ اگر انسان ہنسی مذاق میں ہی جھوٹ کی عادت ڈال دے تو پھر وہ سنجیدہ جھوٹ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ○ (سورۃ الحج : ۳۱)

جھوٹ بولنے سے بچو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سب سے زیادہ صادق القول اور راستباز تھے۔ آپ جھوٹ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ وہ جھوٹ حرام ہے جو محض ہنسانے اور خوش کرنے کے لئے ہو۔ آپ فرماتے تھے۔ ہلاکت ہے اُس شخص کے لئے جو بات کرتا ہے اور اس میں جھوٹ بولتا ہے تاکہ اس سے لوگوں کو ہنسائے۔ اس کے لئے ہلاکت دنیا ہی ہے پھر اس کے لئے ہلاکت دنیا ہی ہے۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب التشدید فی الکذب)

حضرت اسماءؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے کہا۔ یا رسول اللہ! میری ایک سَوت ہے۔ پس کیا یہ امر گناہ ہے کہ میں اپنے خاوند کی طرف سے ان نوازشات کا اظہار کروں جو مجھ پر نہیں ہوئیں؟ حضورؐ نے فرمایا۔ اس چیز کو ظاہر کرنے والا جو اس کو نہیں دی گئی ایسا ہی ہے جیسے جھوٹ کے کپڑے پہننے والا۔ (جو کسی کے ہوں اور اپنے جتائے بھید کھلنے پر شرمندہ ہو)

(مسلم کتاب اللباس والزینۃ باب النھی عن التزویر فی اللباس وغیرہ)

۱۹۔ جھوٹی گواہی کبھی نہیں دینی چاہیئے خواہ وہ اپنے ماں باپ، حقیقی بھائی یا رشتہ دار کے متعلق ہو۔ کیونکہ جس شخص کی جھوٹی گواہی کا ایک بار تجربہ ہو جائے تو اس کی گواہی قابلِ قبول نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کی صفت یہ بیان فرمائی ہے۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ (سورۃ الفرقان : ۷۳)

اور وہ لوگ جھوٹی گواہیاں نہیں دیتے ۔
حق بات کہنے میں کوئی جھجک نہیں ہونی چاہیئے۔ آپؐ فرماتے تھے ۔
کہ ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا بہت بڑا جہاد ہے ۔
(ترمذی الواب الفتن باب افضل الجہاد کلمۃ عدل عن سلطان جائر)
جب کسی معاملہ میں شہادت دینی پڑے تو جھوٹی گواہی نہیں دینی چاہیئے ۔
کیونکہ جان بوجھ کر جھوٹا بیان دینا اور جھوٹی قسم کھانا اتنا بڑا گناہ ہے جو شرک کے قریب جا پہنچتا ہے ۔ آپس کے معاملات میں ہمیشہ سچی بات کہنی چاہیئے اور سچی گواہی کو چھپانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ البقرہ میں فرماتا ہے ۔

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ

(سورۃ البقرہ : ۲۸۴)

اور تم گواہی کو کبھی مت چھپاؤ ۔ اور جو اُسے چھپائے گا وہ یقیناً ایسا شخص ہے جس کا دل گنہگار ہے جھوٹی قسم بھی نہیں کھانی چاہیئے ۔

۲۰۔ بات بات میں قسم نہیں کھانی چاہیئے ۔ بعض لوگوں کو عادتاً باللہ واللہ کہنے کی عادت ہوتی ہے ۔ قرآنی آیت ہے لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ

(سورۃ المائدہ : ۹۰)

کہ اللہ تعالیٰ تم سے تمہاری لغو قسموں کے بارے میں مؤاخذہ نہیں کرے گا ۔ لیکن قرآنِ مجید میں مومن کی یہ صفت بیان ہوئی ہے ۔

هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ (المومنون ۴)

کہ وہ لغو قسم کی باتوں سے اعراض کرتے ہیں ۔

۲۱۔ غیر اللہ کی اور ناحق قسم کبھی نہیں کھانی چاہیئے ۔
حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول کریمؐ نے ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے

باپوں کی قسم کھانے سے منع کرتا ہے۔ پس جو قسم کھانی چاہے تو خدا کی قسم کھائے ورنہ چپ رہے۔ (مسلم کتاب الایمان باب النہی عن الحلف بغیر اللہ تعالیٰ)

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا۔ جو شخص امانت کی قسم کھائے وہ ہم میں سے نہیں۔ (ابوداؤد کتاب الایمان باب کراھۃ الحلف بالامانۃ)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ نے ایک شخص کو یہ کہتے سنا "لا والکعبۃ" ابن عمرؓ نے کہا۔ غیر اللہ کی قسم نہ کھاؤ۔ میں نے رسول اللہ سے سنا جو غیر اللہ کی قسم کھائے وہ کافر ہوا یا مشرک

(ترمذی ابواب النذور الایمان باب فی کراھۃ الحلف بغیر اللہ)

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص قسم کھائے اور کہے کہ میں اسلام سے بیزار ہوں۔ اگر وہ جھوٹا ہے تو وہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے کہا اور اگر وہ سچا ہے تو اسلام کی طرف سلامت نہ پھرے گا۔

(ابوداؤد کتاب الایمان والنذور باب فی الحلف بالبرآءۃ من ملۃ غیر الاسلام)

ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص مسلمان کے مال پر ناحق قسم کھائے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سوال کرے گا۔ اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوگا۔ پھر رسول کریمؐ نے یہ آیت پڑھی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَھْدِ اللّٰہِ وَاَیْمَانِھِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا۔

(سورۃ آل عمران: ۷۸)

جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے ساتھ تھوڑا مال خریدتے ہیں۔

(مسلم کتاب الایمان والنذور باب قول اللہ تعالیٰ ان الذین یشترون بعہد اللہ)

حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ زیادہ قسم کھانے سے اور سودا بیچنے میں قسم کھانے سے بچو کہ اس سے گو بکری پہلے

سے بڑھ جاتی ہے۔ مگر آخر برکت گھٹ جاتی ہے۔

(مسلم کتاب المساقاۃ والمزارعۃ باب النھی عن الحلف فی البیع)

سمرہ کہتے ہیں مجھے رسول کریمؐ نے فرمایا۔ جب تو کسی کام پر قسم کھائے اور پھر اس کا غیر بہتر معلوم ہو تو جو بہتر ہو وہ کرے اور قسم کا کفارہ دے دے۔

(مسلم کتاب الایمان باب ندب من حلف یمیناً فرای غیرھا خیراً منھا)

آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ جھوٹی قسمیں کھا کھا کر سامان فروخت کرنے والے لوگوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام نہیں کرے گا۔

(مسلم کتاب الایمان باب بیان غلظ

حضورؐ نے یمین غموس (جھوٹی قسم جس کے ذریعہ انسان کسی مسلمان کا حق مارلے) کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے۔

(بخاری کتاب الایمان والنذور باب یمین الغموس ولا تتخذوا ایمانکم)

۲۲۔ یہ بہت بُری خصلت ہے کہ انسان جس کے پاس جائے اس کی بات کرے۔ یہ منافقت ہے۔ اِدھر کی بات سُن کر اُدھر اور اُدھر کی بات سن کر اِدھر نہیں بتانی چاہیئے کیونکہ اس سے فساد پھیلتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ قیامت کے دن لوگوں میں سب سے بُرا اللہ کے نزدیک وہ ہوگا جو دورُخا ہو۔ اس طرف آئے تو ایک چہرہ کے ساتھ اور اس طرف جائے تو دوسرے چہرہ کے ساتھ۔ ان کے پاس آکر کچھ کہتا ہے، دوسروں کے پاس جا کر کچھ کہتا ہے۔

(بخاری کتاب الادب باب ما قیل فی ذی الوجھین)

۲۳۔ کسی کی تعریف کرتے ہوئے مبالغہ اختیار نہ کیا جائے۔ ایسی مدح مکروہ ہے
حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلّم نے ایک شخص کو کسی کی تعریف کرتے ہوئے سُنا اور اس کی تعریف میں مبالغہ کر رہا تھا تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ تم نے ہلاک کر دیا یا اس آدمی کی کمر توڑ دی ۔

(بخاری کتاب الادب باب مایکرہ من التمارح)

حضرت ابوبکرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ کے حضور ایک شخص کا ذکر کیا گیا ۔ ایک شخص نے اس کی تعریف کی ۔ نبی کریمؐ نے فرمایا۔ وائے تجھ کو تو نے اپنے دوست کی گردن کاٹ دی ۔ اگر تم میں سے کسی کو کسی کی مدح ضرور ہی کرنی ہو تو چاہیے کہ کہے میں اس کو ایسا گمان کرتا ہوں ۔ اور اللہ تعالیٰ اس کا حسیب ہے اور یقین سے نہ کہے کہ فلاں اللہ کے نزدیک اچھا ہے ۔

(مسلم کتاب الزھد باب النہی عن الافراط فی المدح اذا خیف منہ فتنۃ الممدوح)

ایسے شخص کی مدح جائز ہے جو کامل معرفت والا ہو۔ لیکن مبالغہ آمیز مدح کرنے سے حضورؐ منع فرماتے تھے ۔ آپؐ فرماتے تھے ۔ میری اس قدر مبالغہ آمیز مدح نہ کیا کرو۔ جس قدر نصاریٰ ابن مریم کی کیا کرتے ہیں ۔ میں تو خدا کا بندہ اور فرستادہ ہوں۔

(بخاری کتاب الانبیاء باب واذکر فی الکتاب مریم اذا نتبذت من اھلھا)

معوذ بن عفراء کی بیٹی ربیع کی شادی پر جب آپؐ تشریف لے گئے تو لڑکیوں نے گاتے ہوئے یہ مصرعہ گایا۔

فِیْنَا نَبِیٌّ یَعْلَمُ مَا فِی غَدٍ ۔ کہ ہم میں ایسا نبی ہے جو (ضرورت کے موقعہ پر) کل کی بات جانتا ہے ۔ آپؐ نے فرمایا یہ چھوڑ دو اور وہی کہو جو پہلے کہہ رہی تھیں ۔

(بخاری کتاب المغازی باب شہود الملئکۃ بدراً)

۲۴۔ گفتگو کے دوران اسلامی شعار کو اپنانا چاہیئے ۔ جزاکم اللہ، انشاءاللہ، ماشاءاللہ اناللہ، استغفراللہ، الحمدللہ کے الفاظ ادا کرنے چاہئیں ۔ ایک دفعہ دو شخص مجلس اقدس میں حاضر تھے ۔ ایک نے جب چھینک آئی تو اسلامی شعار کے مطابق الحمدللہ

کہا۔ آپؐ نے حسب معمول اسے یرحمک اللہ کہا۔ دوسرے شخص نے جس نے چھینک آنے پر الحمد للہ نہ کہا تھا۔ آپؐ سے شکایت کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس نے خدا کو یاد کیا تو میں نے بھی کیا۔ تم نے خدا کو بھلا دیا تو میں نے بھی تم کو بھلا دیا۔

(بخاری کتاب الادب باب لایشمت العاطس اذا لم یحمد اللہ)

گفتگو کی ابتدا ہمیشہ السلام علیکم کے الفاظ سے کرنی چاہیئے۔

(ترمذی ابواب الاستیذان باب ماجاء فی السلام قبل الکلام)

۲۵۔ گفتگو کے دوران کسی کی بات کاٹنی نہیں چاہیئے۔ جب ایک شخص گفتگو کر رہا ہو۔ تو اس کی طرف متوجہ ہو کر اس کی بات سننی چاہیئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت تھی کہ آپؐ کسی کی بات کاٹ کر کبھی گفتگو نہ فرماتے تھے۔ آپ توجہ کے ساتھ معروضات سنتے اور ان کی حاجت براری فرماتے۔

۲۶۔ اخلاق کی درستگی کے لئے یہ بات بھی ضروری ہے کہ جب دو شخص باہم گفتگو کر رہے ہوں اور وہ اس بات کو ناپسند کرتے ہوں کہ کوئی شخص ان کی گفتگو سنے تو تجسس نہیں کرنا چاہیئے اور نہ ہی کان لگا کر ان کی بات سننی چاہیئے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے کسی کی گفتگو پر کان لگائے اور وہ اس بات کو ناپسند کرتے ہوں تو قیامت کے دن اس کے کانوں میں سیسہ ڈالا جائے گا۔

(بخاری کتاب التعبیر باب من کذب فی حلمہ)

حضرت انسؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بھلائی ہے اس کے لئے جس کے اپنے عیب (کی فکر) نے اسے دوسروں کے عیب سے بے توجہ رکھا۔

۲۷۔ بزرگوں کے سامنے اونچی آواز کے ساتھ بات چیت نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ

ادب کے ساتھ ان سے گفتگو کی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حضور اکرمؐ کے سامنے اُونچی آواز سے بولنے سے منع فرمایا۔ جیسا کہ سورۃ الحجرات میں فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ○

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ○ (الحجرات : ۲،۱)

اے مومنو! اللہ اور اس کے رسولؐ کے سامنے بڑھ بڑھ کر باتیں نہ کیا کرو۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ بہت سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اے مومنو! نبی کی آواز سے اپنی آواز اونچی نہ کیا کرو۔ اور نہ بلند آواز سے اُس کے سامنے اس طرح بولا کرو جس طرح آپس میں ایک دوسرے کے سامنے اونچا بولتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں۔ اور تم جانتے بھی نہ ہو۔

صحابہ کرامؓ رسول کریمؐ کے سامنے مؤدب بیٹھتے۔

۲۸۔ اگر کوئی مجلس میں نامناسب گفتگو کرے تو اسے مطلع کر دینا چاہیئے۔ اور اگر کوئی شخص اچھی بات کہے تو اس کی داد دینا بھی جائز ہے۔

حضور اکرمؐ کی مجلس میں جب کبھی کوئی شخص اچھی بات کہتا تو آپؐ تحسین فرماتے اور نامناسب گفتگو کرتا تو اس کو مطلع فرما دیتے۔

(شمائل ترمذی باب ماجاء فی تواضع الرسولؐ اللہ)

۲۹۔ اگر بیت الخلاء میں ہوں تو کسی سے گفتگو نہیں کرنی چاہیئے

عرب میں جائے ضرور یہ نہ تھے۔ لوگ میدانوں میں رفع حاجت کے لئے جایا کرتے۔ لیکن پردہ نہیں کرتے تھے بلکہ آمنے سامنے بیٹھ جایا کرتے اور ہر قسم کی بات چیت کرتے۔ آنحضرتؐ نے اس کی سخت ممانعت کی اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے۔

(ابن ماجہ ابواب الطہارۃ باب النھی عن الاجتماع علی الخلاء والحدیث عندہٗ)

حضورؐ کا معمول تھا کہ آپؐ رفع حاجت کے لئے اس قدر دُور نکل جاتے کہ آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے۔ آپؐ جب بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو فرماتے

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

(بخاری کتاب الوضو باب مایقول عند الخلاء)

اے اللہ تعالیٰ میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔ نقصان پہنچانے والے گندے خیالات اور جراثیم سے اور نقصان پہنچانے والی گندگیوں اور بیماریوں سے۔

(حدیقۃ الصالحین ص۲۴۳ پہلا ایڈیشن شائع کردہ شعبہ اشاعت وقف جدید)

پس ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنی زبان کی حفاظت کریں۔ اپنے ہاتھ اور اپنی زبان سے کسی کو دُکھ نہ دیں۔ مثل مشہور ہے کہ تلوار کے زخم تو مندمل ہو جاتے ہیں لیکن زبان سے دیئے گئے زخم کبھی مندمل نہیں ہوتے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور خوشی کو حاصل کرنے کا یہ طریقہ اپنائیں کہ جب باتیں کریں تو سچ بولیں۔

ہمیں چاہیئے کہ ہم راست گفتار بن جائیں اور کلام کے سب آداب کو مدّنظر رکھتے ہوئے ہمیشہ رفق و ملاطفت کے ساتھ گفتگو کریں۔ تا خدائے کلیم کے پاک کلام اور خوشخبریوں سے ہم اس دنیا میں بھی مشرف ہو سکیں اور اگلے جہان میں اس کا یہ فرمان سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ ہمیں نصیب ہو۔ اے اللہ تو ایسا ہی کر۔ آمین۔

غیبت اور چغلی کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات سے اقتباسات۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ؗ

(الحجرات : ۱۳)

اے ایمان والو اندازے لگانے سے اجتناب کیا کرو۔

اور بہت زیادہ عادت جیسے تخمینوں کی کہ یہ ہوا ہوگا، اور یہ ہوا ہوگا یہ ایک ایسی مہلک عادت ہے کہ ان اندازوں میں سے یقیناً بعض گناہ ہوتے ہیں۔ پس تم ایک ایسے میدان میں پھرتے ہو جس میں خطرناک گڑھے ہیں یا جنگل کے درندے ہیں۔ تم سمجھتے ہو کہ تم دیکھ بھال کر قدم اٹھا رہے ہو مگر جو ایسے خطرے مول لیتا ہے یقیناً اس کا پاؤں کہیں نہ کہیں رپٹ جاتا ہے۔ غلطی سے کسی گڑھے میں پڑ جاتا ہے یا کسی درندے کے چھپنے کی جگہ کے قریب سے گزرتا ہے اور اسے حملے کی دعوت دیتا ہے تو مراد یہی ہے کہ ظن گناہ نہیں ہے، یہ درست ہے بعض ظن جو درست ہوں، حقیقت پر مبنی ہوں وہ خدا کے نزدیک گناہ نہیں لیکن ظن کرنے کی عادت خطرناک ہے اور اس کے نتیجے میں ہرگز بعید نہیں کہ تم سے بعض بڑے گناہ سرزد ہوں۔

دوسری بات یہ فرمائی کہ تجسس بھی نہ کیا کرو ظن کا جو تعلق ہے وہ تجسس سے بہت گہرا ہے۔ جب انسان کو یہ شوق ہو کہ کسی کی کوئی کمزوری معلوم کرے تو اس وقت جو ظن ہیں وہ زیادہ گناہ کے قریب ہوتے ہیں کیونکہ انسان اپنے بھائی یا بہن میں بدی ڈھونڈ رہا ہوتا ہے اور تجسس کی عادت اگر ظن کی عادت کے ساتھ مل جائے تو بہت بڑا احتمال پیدا ہو جاتا ہے کہ یہ شخص گنہگار ہوگا۔ پس اس مضمون کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ فرمایا۔ اور کوئی تم میں سے کسی دوسرے شخص کی غیبت میں غیبت نہ کرے یعنی اس کی غیوبیت

ہیں، اس کی عدم موجودگی میں اس پر تبصرے نہ کیا کرے۔

تجسّس کا مطلب ہے اُسے شوق ہے کچھ معلوم کرنے کا

تجسّس کا مطلب ہے کہ اُسے شوق ہے کچھ معلوم کرنے کا اس لیئے بے وجہ ظن نہیں کر رہا۔ یونہی اتفاقاً ظن نہیں کر رہا۔ بلکہ اس کا ظن کسی خاص مقصد کی تلاش میں ہے۔ اور ایسے موقع پر وہ نتیجہ نکالنا جو غلط ہے اور محض اپنے تجسّس کے شوق میں اس نے نکالا ہے یہ ایک طبعی بات ہے۔ ایسا احتمال بہت بڑھ جاتا ہے۔ تیسری صورت میں اگر تجسّس کرتا ہے تو کیوں کرتا ہے۔ بنیادی طور پر اس کو اپنے بھائی یا بہن سے کوئی دبی ہوئی مخفی نفرت ہوتی ہے۔ وہ پسند نہیں ہوتا اور غیبت اسی کی کی جاتی ہے جو پسند نہ ہو۔ کبھی آپ یہ نہیں دیکھیں گے کہ ماں باپ بیٹھ کر بچوں کی غیبت کر رہے ہیں یا بچے بیٹھ کر ماں باپ کی غیبت کر رہے ہیں۔ اگر ایسا ہو تو بنیادی طور پر ان کے تعلقات کے نظام میں کوئی ایسا رخنہ ہے جسے پاگل پن کہا جا سکتا ہے۔ مگر غیبت اور کسی شخص سے پرخاش رکھنا کوئی اس کے متعلق حسد کا پیدا ہونا، اس قسم کے محرکات ہیں جو تجسّس کی پہلے عادت ڈالتے ہیں اور پھر تجسّس جب ان کے سامنے کوئی تصورات پیش کرتا ہے۔ حقائق نہیں بلکہ وہ ظن جو ان کی عادت میں داخل ہے تجسّس کے نتیجے میں یہ اندازے لگاتا ہے کہ ہم یہاں تک تو پہنچ گئے ہیں۔ اندر کمرے میں جا کر تو نہیں دیکھا۔ مگر صاف پتہ لگتا ہے کہ یہ ہوا ہوگا۔ اور چونکہ بدنیتی سے ہی اس سفر کا آغاز ہے اس لئے جو بھی ماحصل ہے وہ یقینی ہو یا غیر یقینی ہو۔ وہ اسے آگے مجالس میں بیان کر کے اس کے چسکے لیتے ہیں۔ یہ ایک پورا نفسیاتی سفر ہے جو غیبت کرنے والا اختیار کرتا ہے جس کو قرآن کریم نے سلسلہ بہ سلسلہ اسی طرح بیان فرمایا ہے جس طرح انسانی فطرت میں یہ بات پائی جاتی ہے۔ لیکن غیبت کی صرف یہ وجہ نہیں ہے۔ یہ مراد نہیں ہے کہ اس کے

سوا اور کوئی غیبت نہیں ہے۔ غیبت بغیر تجسّس کے بھی پیدا ہوتی ہے۔ غیبت ایک شخص کی بدی جو کھل کر سامنے آئی ہے اور تجسّس کے نتیجے میں نہیں۔ اس کو نفرت کی نظر سے دیکھتے ہوئے اس میں دور کرنے کی بجائے ان لوگوں کو پہچان کر جو اس کو سن کر اس شخص سے اور دُور ہٹ جائیں گے۔ اور اس کی اس شخص سے دشمنی میں اس کے طرفدار ہو جائیں گے۔ یہ نیت بھی ہوتی ہے اور بعض دفعہ حقائق پر مبنی غیبتیں بھی کی جاتی ہیں۔ اور ہر نیت کا ٹیڑھا ہونا لازم ہے۔ ورنہ گناہ نہیں۔

برائی کی نیت غیبت کا لازمی حصہ ہے

اس نیت سے خواہ برائی کی تلاش کی جائے یا برائی اتفاقاً نظر آ جائے اور پھر اس نیت سے ان باتوں کو دوسروں کے سامنے پیش کیا جائے کہ جس کے متعلق بیان کیا جا رہا ہے اس پر بیان کرنے والے کو ایک قسم کی فوقیت مل جائے کہ دیکھو میں بلند ہوں اس بات سے اور نیت یہ ہو کہ دیکھو یہ آدمی کیسا ذلیل اور گھٹیا ہے اور اس کے ساتھ اس بات کا خوف بھی دامن گیر ہو کہ یہ بات اس شخص تک نہ پہنچ جائے۔ یہ خوف دامن گیر ہونا یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ چھپ کر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ وہ جب موجود نہیں پیچھے سے حملہ کرنا چاہتا ہے کہ جس کا وہ جواب نہ دے سکے۔ اگر یہ نیت ہو تو یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ اور اس کی مثال دیتے ہوئے قرآن کریم بیان فرماتا ہے۔

اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِھْتُمُوْهُ (الحجرات : ۱۳)

کیا تم میں سے کوئی شخص یہ بات پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔ تم تو کراہت کرنے لگے ہو۔ دیکھو دیکھو تم یہ بات سنتے ہی سخت کراہت محسوس کرتے ہو۔ اب کیسی کراہت جبکہ عملاً اپنی زندگی میں تم نے یہی وطیرہ اختیار کر

رکھا ہے۔ جب اپنے بھائی اپنی بہن یعنی مومنوں کے تعلقات کی بات ہو رہی ہے۔
سگے بھائی یا بہن کی بات نہیں۔ ان کے خلاف جب تم باتیں کرتے ہو تو مردے کا گوشت
کھانے والی بات ہے لیکن کراہت کے ساتھ نہیں چسکے لے لے کر۔ مثال تو ایک ہی
ہے ایک جگہ تم چسکے لیتے ہو۔ ایک جگہ تم کراہت محسوس کرتے ہو۔ یہ تمہاری زندگی کا
تضاد ہے جو درست نہیں ہے۔ حالانکہ دونوں کو ایک ہی پیمانے سے جانچنا چاہیئے۔

اس نصیحت اور اس مثال کے بعد پھر بھی انسان غیبت کے مزے اٹھاتا ہے۔
جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ روحانی لحاظ سے بعض باتوں کی کراہت کو جاننے کی صلاحیت
نہیں رکھتا۔ وہ مثال سنتا ہے ایمان لے آتا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے ٹھیک ہی ہوگا۔ لیکن
جہاں تک، وہ سوچتا ہے، میری ذات کا تعلق ہے، مجھے تو مزا آرہا ہے۔ مجھے بھائی
کے گوشت والی کراہت ذرا اس میں محسوس نہیں ہو رہی۔ جس کا مطلب ہے اس کا تناظر
بدل گیا ہے۔ وہ جس پہلو اور جس زاویے سے چیزوں کو دیکھ رہا ہے وہ خدا کا پہلو نہیں
خدا کا زاویہ نہیں ہے۔

غیبت جھوٹی بات کو نہیں کہتے

دو طرح سے غیبت کا احتمال ہے۔ ایک ہے بدنیتی کے ساتھ حملہ کرنے کی خاطر
جھوٹی بات کرنا۔ ایک سچی بات کو بدنیتی سے دشمنی کے نتیجے میں پھیلانا۔ جو جھوٹی بات
ہے اس کے دو پہلو ہیں ایک ظن ہے۔ ظن کے پردے میں شک کا فائدہ اپنے لئے اٹھاتے
ہوئے کہ شاید سچ ہو، اس لئے میں جھوٹ نہیں بول رہا۔ یہ حصہ ہے جو زیادہ غیبت سے
تعلق رکھتا ہے۔ جو واضح جھوٹ بولا جارہا ہے اس کو غیبت نہیں کہتے اس کا کچھ اور
نام ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، یہ روایت مسلم کتاب البر میں درج

ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ غیبت کیا ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اپنے بھائی کا اس کی پیچھے اس رنگ میں ذکر کرنا جسے وہ پسند نہیں کرتا۔ عرض کیا گیا اگر وہ بات جو کہی گئی ہے وہ سچ ہو اور میرے بھائی میں وہ موجود ہو تب بھی یہ غیبت ہوگی۔ آپؐ نے فرمایا اگر وہ عیب اس میں پایا جاتا ہے جس کا تو نے اس کی پیٹھ پیچھے ذکر کیا ہے تو یہ غیبت ہے۔ اور اگر وہ بات جو تو نے کہی ہے وہ اس میں پائی ہی نہیں جاتی تو یہ بہتان ہے۔ جو اس سے بھی بڑا گناہ ہے۔ بہتان تراشی معصوم پر تو ایسا سخت گناہ ہے کہ قرآن کریم نے اس کی بہت سخت سزا بیان فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شدید ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔ تو دونوں صورتوں میں جواز کوئی نہیں رہتا اور سچ ہے تو غیبت ہے اگر جھوٹ ہے تو بہتان جو اس سے بھی زیادہ بڑا گند ہے۔ اگر سچ ہے تو غیبت ہے ان معنوں میں کہ بھائی مرچکا اور مرے ہوئے بھائی کو ڈیفنس کا موقع نہیں دیا گیا۔ اس کی عدم موجودگی میں اس پر حملہ کیا گیا۔ گویا اس کا گوشت کھایا گیا اور اس کے مزے اڑلئے گئے۔ اور بہتان کا مطلب ہے کسی کو قتل کر دینا یعنی روحانی دنیا میں بہتان قتل کے مشابہ ہے۔ تو یہ تو مرڈر MURDER (قتل) کا گناہ ہے۔ جو مرے ہوئے کا گوشت کھانے سے زیادہ مکروہ تو نہیں مگر زیادہ بڑا ظلم ضرور ہے اور زیادہ قابل مواخذہ ہے۔

اس کسوٹی پر اپنی اندرونی حالتوں کا جائزہ لیں

جب تک آپ کا ذوق درست نہیں ہوتا اور خدا کی وہ محبت دل میں پیدا نہیں ہوتی اور وہ نظر آپ کو عطا نہیں ہوتی جس نظر سے خدا اپنے بندوں کو دیکھتا ہے۔ اس وقت تک آپ کو پتہ ہی نہیں لگے گا کہ آپ غیبت کرتے ہیں تو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھا رہے ہیں اور اس سے کراہت کا نہ ہونا آپ کے بگڑے ہوئے ذوق کی نشانی ہے پس اتنی کھلی کھلی

ایک نشان آپ کے ہاتھوں میں تھما دی ہے کہ اس کسوٹی پر اپنی اندرونی حالتوں کا جائزہ لینا ایک فرضی بات نہیں رہی بلکہ ایک یقینی حقیقت بن چکا ہے پس جس حد تک ہم اس کسوٹی کے ظاہر کردہ نتیجے کی رو سے ناکام ہو رہے ہیں اس حد تک ہمیں اپنی فکر کرنی چاہیے یہ کسوٹی وہ ہے جو جھوٹ نہیں بولتی۔

یہ دیکھیں کہ کیا غیبت سے آپ کو مزا آتا ہے

پس اپنے ذوق درست کریں تو پھر آپ کو خدا سے محبت ہوگی۔ اپنے ذوق درست کریں پھر آپ کو رسولؐ سے محبت ہوگی۔ اپنے ذوق درست کریں تب گناہوں سے دوری ہو سکتی ہے اور نیکیوں سے پیار ہو سکتا ہے ورنہ نہیں ہو سکتا۔ پس غیبت کے حوالے سے میں اگلا آپ سے تقاضا یہ کر سکتا ہوں کہ اپنے دل کا یہ جائزہ لیں کہ آپ کو غیبت میں کتنا مزا آرہا ہے۔ اگر ایک دم یہ نہیں چھٹتی منہ سے اور رفتہ رفتہ جائزہ لیں تو آپ کے دل میں اس کا ذوق شوق کم ہوتا چلا جا رہا ہے کہ نہیں۔ اگر کم ہو رہا ہے تو شکر ہے آپ بچ رہے ہیں۔ آپ رو بہ صحت ہیں اگر زور لگا کر نصیحت سن کر آپ کہتے ہیں کہ میں نے غیبت نہیں کرنی اور پھر آپ کرتے ہیں اور مزا اتنا ہی آتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی اصلاح کوئی نہیں ہوئی۔ زبردستی تعلق کاٹنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور جو طبعی رجحانات ہیں ان کے رستے زبردستی بند نہیں ہوا کرتے۔ کچھ دیر تک ہوں گے پھر کھل جاتے ہیں اور پہلے سے بڑھ کر بعض دفعہ بدیوں کا سیلاب پھوٹ پڑتا ہے۔ اس لئے غیبت کے معاملے کو اہمیت دیں اور اس کو گہرائی سے دیکھیں جس طرح میں نے آپ کے سامنے اس کو کھول کر بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور یقین کریں کہ اگر ہم غیبت سے مبرا ہو جائیں بحیثیت جماعت تو ہمارا نظام بھی محفوظ ہو جائے گا۔ ہمارے معاشرتی تعلقات بھی محفوظ ہو جائیں گے۔ ہمارے اندر جتنی رخنہ پیدا کرنے والی باتیں ہیں

وہ اگر سب دور نہیں ہوئیں تو ان میں غیر معمولی کمی پیدا ہو جائے گی اور وہ بدنتائج جو روزانہ شادیوں کی ناکامی کی صورت میں ہمیں دکھائی دیتے ہیں ان پر بھی غیر معمولی مثبت اثر ظاہر ہو گا۔

مجلس کی امانت کا حق رکھنا

بعض دفعہ غیبت کی بجائے مجلس کی امانت کا حق نہ رکھا تو وہ بھی غیبت بن جاتی ہے۔ ہم جب آپس میں ملتے ہیں ایک دوسرے کے ساتھ باتیں کرتے ہیں تو بعض دفعہ ایک شخص غیبت کی نیت سے نہیں بلکہ بعض حوالوں کی وجہ سے ایک شخص کا ذکر کر دیتا ہے جسے سب جانتے ہیں۔ اس کی کوئی چھپی ہوئی بدی بیان نہیں کی جاتی جس کا ان کو علم نہ ہو۔ بلکہ کسی گفتگو کے حوالے سے از خود یہ بات جاری ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص اس بات کو اٹھائے اور باہر بیان کر دے تو یہ امانت میں خیانت ہے کیونکہ یہ امانتیں ہیں۔ اور ان کی بات بغیر اجازت کے، بغیر حق کے باہر کرنا ایک گناہ ہے۔ اور یہ بھی ایک ایسی چیز ہے جس کے متعلق بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ لیکن میں اصول بتا دیتا ہوں کہ کہاں امانت ہے کہاں ایک ایسی نصیحت ہے جس کا بنی نوع انسان کی بہتری سے تعلق ہے بھلائی سے تعلق ہے ایسی بات ہے جس کو سن کر ایمان تازہ ہوتا ہے تو یہ وہ امانت نہیں ہے جس کو آپ پوچھے بغیر آگے بیان نہیں کر سکتے۔ اس کے متعلق فرمایا۔ کہ جو حاضر شاہد ہے وہ غائب کو یہ باتیں بیان کرے کیونکہ اچھی باتیں ہیں اور ان کے نتیجے میں خیر پھیلتی ہے۔ مگر اگر اس مجلس میں کسی ایک شخص کا ذکر آیا ہے اور اس کو اگر دوسری میں بیان کیا جائے تو اس شخص کے خلاف دلوں میں نفرت پھیلے گی۔ تو اس کو دوسرے دل میں بیان کرنا بھی ناجائز اس تک بات پہنچانا بھی ناجائز۔ اگر کسی مقصد مجبوری سے بات کرنی ہو تو لازم ہے کہ اس سے اجازت لی جائے جس نے ایک مجلس میں یہ بات بیان

کی تھی ۔ اگر ہم پوری طرح اس اصول پر کاربند ہو جائیں تو غیبت کے سارے رستے بند ہو جاتے ہیں ۔ (خطبہ ۱۸ر نومبر ۱۹۹۴ء ، الفضل ۱۳ر دسمبر ۱۹۹۴ء)

بدترین آدمی وہ ہے جو دو منہ رکھتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اقدس محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلّم نے فرمایا بدترین آدمی تم اُسے پاؤ گے جو دو منہ رکھتا ہے ۔ ایک کے پاس جاکر کچھ کہتا ہے دوسروں کے پاس جاکر کچھ اور کہتا ہے ۔ جہاں تک یہ نتیجہ نکالنے کا تعلق ہے کہ اس سے چغل خور ہی مراد ہے تو یہ بعید نہیں ہے ۔ کیونکہ چغل خوری کے ساتھ یہ لعنت ضرور لگی رہتی ہے اور اس کا ایک لازمی جزو بن جاتی ہے ۔ ایک انسان ادھر کچھ بات کرتا ہے اُدھر کچھ بات کرتا ہے ۔ جتنے بھی چغل خوری کے نتیجے میں فساد پھیلتے ہیں اور قریبی قریبیوں سے لڑ پڑتے ہیں اور بعض دفعہ وہ فساد لمبے ہو کر رشتوں کے انقطاع تک پہنچ جاتے ہیں ۔ رشتے ٹوٹ جاتے ہیں ۔ خونی رشتے بھی ایسے ٹوٹتے ہیں کہ پھر ان کا جوڑنا مشکل ہو جاتا ہے ۔ ان پر آپ سب نے کبھی نہ کبھی نظر ڈالی ہو گی ۔ جو میں اپنی یادداشت سے یہ باتیں مستحضر کر رہا ہوں اپنے ذہن میں ان دونوں باتوں کا بہت گہرا تعلق مجھے دکھائی دے رہا ہے ۔ وجہ یہ ہے کہ ایک شخص باخصوصاً خواتین میں یہ بات زیادہ پائی جاتی ہے اس لئے خواتین سے معذرت کے ساتھ میں ایک خاتون کی مثال آپ کے سامنے رکھتا ہوں ۔ ایک خاتون نے کوئی بات کی وہ بات اس خاتون تک پہنچی جس کے متعلق بات کی گئی تھی ۔ اور ایسے رنگ میں پہنچی جس میں کچھ زیادہ تلخی پائی گئی بجائے اس کے کہ بعینہٖ اسی طرح پہنچتی ۔ اور بعض دفعہ اس طرح ہوتا ہے کہ بعینہٖ اس طرح پہنچا دی جاتی ہے مگر بات ایسی ہے جس کے نتیجے میں لازماً ان دونوں کے تعلقات میں خرابی پیدا ہوئی ۔ جب وہ سننے والی یہ بات سنتی ہے تو پہلے یہ عہد کر کے سنتی ہے کہ میں آگے کسی سے

بات نہیں کروں گی تو سب سے پہلے تو اس کے دومنہ ہو جاتے ہیں۔ یعنی وہ بات سنتی ہے اور پھر طیش میں آکر بلا توقف دوسری خاتون پر حملہ آور ہوتی ہے۔ دھاوا بول دیتی ہے اس پہ۔ اور اس کا سارا عہد کہ خاموش رہوں گی اپنے تک محدود رکھوں گی جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔ تو اس کے دومنہ بن گئے اور جو سنانے والی ہے اس کے پہلے ہی دومنہ ہو چکے ہیں۔ کیونکہ جب وہ مجلس میں بیٹھی تھی تو امانت کے لحاظ سے بات ہو رہی تھی اور اگر واضح طور پر یہ نہیں بھی کہا گیا تھا تو ایک عام دستور سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ ایک انسان جب کسی تیسرے شخص کے متعلق کسی سے بات کرتا ہے جو کچھ ناپسندیدہ پہلو رکھتی ہے تو اس یقین اور اعتماد پہ کرتا ہے کہ یہ بات آگے نہیں پہنچائے گا ورنہ اگر پہنچاتی ہو تو وہ کیوں نہ پہنچا دے۔ تو دومنہ سے بات شروع سے ہی چل رہی ہے۔ ایک سننے والے کے دومنہ جس نے آگے دوسرے منہ سے بات پہنچائی پھر جس نے اس سے بات سنی اُس کے دومنہ بن گئے اور پھر جب وہ پاس پہنچے گی لڑنے کے لئے تو پھر یہ دومنہ آگے دومنہ آگے دو دومنہ بنتے چلے جائیں گے۔ وہ کہے گی جھوٹ بول رہی ہے میں نے یہ تو نہیں کہا تھا۔ میں نے تو یہ کہا تھا۔ اور وہاں سے پھر جھوٹ کا تیسرا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور بسا اوقات اس نے کہا بھی ہو تو پھر دوسرے معنے پہنانے کی کوشش کرتی ہے۔ بعض دفعہ پھر اسے بھی جھوٹا کر دیتی ہے پھر وہ آتی ہے لڑتی ہوئی کہ تم نے یہی کہا تھا، وہ کہتی ہے میں نے یہ نہیں کہا تھا۔ تو ایک منہ جب پھٹ کے دومنہ بنتا ہے تو پھر پھٹتا چلا جاتا ہے اس کا پھر ایک منہ بننا بہت ہی مشکل کام ہے اور ایسے فسادات میں سب سے زیادہ مشکل پڑتی ہے فیصلہ کرنے کی۔ کیونکہ ہر گواہی مِٹی ہوئی ہے اور اگر وہ مان بھی جائے کچھ حصہ تو کہے گا میرا یہ مطلب تو نہیں تھا۔ میرا تو یہ تھا۔

تلخی پیدا کرنے والی سچی باتیں بھی آگے نہ پہنچاؤ۔

ایسی باتیں جو دوسرے کے لئے تلخی کا موجب ہوں اگرچہ سچی ہوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تمہیں وہ سچی باتیں دوسرے تک پہنچانے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اگر جھوٹی باتیں ہوں تو وہ افترا ہے چغلی کا مضمون ہی سچی باتوں سے تعلق رکھتا ہے لیکن اس سچ میں جھوٹ بھی شامل ہو جاتا ہے یہ الگ مسئلہ ہے۔ مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ ہے کہ اگر بات کرنے والے نے سچا عیب بیان کیا ہو اور اس سچے عیب کو سن کر اس شخص تک بات پہنچا دی جائے جس کے متعلق وہ بات بیان ہوئی تھی تو کہنے والا بھی سچا دوسرا جو وسیلہ بنا وہ بھی سچا ہے۔ لیکن حرکت معیوب اور جھوٹی اور گندی ہے۔ ایسی گندی حرکت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ گویا کسی نے کسی کی طرف تیر پھینکا اس کے سینے کا نشانہ باندھا لیکن وہ اس کو لگا نہیں۔ اس کے قدموں میں جا پڑا۔ ایک شخص نے سچائی کے نام پر وہ تیر اٹھایا اور اس کے سینے میں گھونپ دیا کہ نشانہ تو یہاں کا تھا۔ اس تیر کو یہاں گرنے کا کیا حق ہے۔ وہ بھی قاتل ہے بلکہ زیادہ مکروہ قاتل ہے۔ پہلے تو شاید کسی غصے کی وجہ سے کسی وجہ سے خواہ وہ جائز تھی یا ناجائز تھی۔ ایک طبعی جوش سے مجبور ہو کر یہ حرکت کی۔ اس ظالم نے تو بغیر کسی جواز کے ایک شخص، معصوم شخص کی جان لی ہے۔

بدظنی سخت قسم کا جھوٹ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اور یہ مسلم باب تحریم الظن و بخاری کتاب الادب سے لی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بدظنی سے بچو کیونکہ بدظنی سخت قسم کا جھوٹ ہے۔ ایک دوسرے کی عیب کی ٹوہ میں نہ رہو۔ اپنے بھائی

کے خلاف تجسّس نہ کرو۔ اچھی چیز ہتھیانے کی حرص نہ کرو، حسد نہ کرو۔ دشمنیاں نہ رکھو بے رخی نہ برتو۔ جس طرح اس نے حکم دیا ہے اللہ کے بندے اور بھائی بن کر رہو۔ اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تقویٰ یہاں ہے۔ تقویٰ یہاں ہے۔ مراد یہ ہے کہ میرے دل میں ہے۔ اگر دل کا حوالہ ہے تو یہ مراد ہے کہ تقویٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں ہے۔ آپ کا سینہ تقویٰ کے نور سے روشن ہے۔ اگر تم نے تقویٰ سیکھنا ہے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی سیکھو اور کوئی راہ نہیں ہے تقویٰ کی حقیقت کو سمجھنے کی۔

(خطبہ جمعہ ۲۵ نومبر ۱۹۹۴ مطبوعہ الفضل یکم جنوری ۱۹۹۵ء)

سونے اور بیدار ہونے کے آداب

نیند یعنی سونا اللہ تعالےٰ کے انعامات میں سے ایک انعام ہے اور جسمانی علاجوں میں سے ایک مؤثر علاج بھی ہے۔

اللہ تعالےٰ قرآنِ مجید میں فرماتا ہے۔

وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝ (سورۃ النّبا ، ۱۰)

کہ ہم نے تمہاری نیند کو موجب راحت اور آرام بنایا ہے۔

نیند ایک طرح کی موت کی حالت ہوتی ہے جس میں انسان کی رُوح کچھ دیر کے لئے قبض کر لی جاتی ہے۔ اِس لئے سونے سے پہلے دُعائیں کرنے کی تلقین کی گئی ہے پھر نیند سے بیدار ہونے پر بھی خدا تعالےٰ کا شکر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے

آیئے اپنے آقا فخرِ دو جہاں حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیّبہ سے جن کی زندگی اور موت خدائے رب العالمین کے لئے تھی۔ سونے اور بیدار ہونے کے آداب سیکھیں تاکہ ہم بھی اپنی زندگی اور موت کو خدا تعالےٰ کی ذات اور اس کے بابرکت نام سے وابستہ کریں۔

۱۔ اگر ہو سکے تو سونے سے پہلے نمازِ عشاء سے فارغ ہونے کے بعد قرآنِ مجید کی تلاوت کرنی چاہیئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت التزاماً قرآنِ مجید کی کوئی سورۃ پڑھ کر سوتے۔

سورۃ بنی اسرائیل، سورۃ زمر، سورۃ حدید، سورۃ حشر، سورۃ صف سورۃ تغابن یا جمعہ پڑھ کر سوتے تھے۔

(ابو داؤد کتاب الادب باب ما یقول عند النوم)

۲۔ رات کا اندھیرا پھیلنے کے وقت بچوں کو گھروں میں روک لینا چاہیئے اور انہیں باہر بے مقصد پھرنے کے لئے جانے نہ دیا جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے ناپسند فرماتے تھے۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات کا اندھیرا جھک آئے تو تم اپنے لڑکوں کو گھروں میں روک لو۔ کیونکہ اس وقت شیاطین پھیل جاتے ہیں۔ پھر جب کچھ حصّہ رات کا گزر جائے تو لڑکوں کو چھوڑ دو یعنی عشاء کے بعد سونے دو اور اپنا دروازہ بند کر لو۔

(تجرید بخاری ص۱۱۹ حصہ دوئم)

۳۔ سونے سے پہلے رات کو آگ بجھا دینی چاہیئے۔

حضرت ابو موسیٰؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مدینہ میں رات کے وقت ایک مکان رہنے والوں کے سمیت جل گیا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا حال بتایا گیا تو آپؐ نے فرمایا۔ "آگ تمہاری دشمن ہے۔ جب تم سونے لگو تو اُسے بجھا دیا کرو"۔ (تجرید بخاری ص۱۴۵ حصہ دوم)

۴۔ رات کو سوتے وقت بسم اللہ پڑھ کر گھر کے دروازے بند کر کے سونا چاہیئے۔ اسی طرح چراغ گُل کر کے سونا چاہیئے۔ اور خدا تعالےٰ کا ذکر کیا جائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

اَغْلِقْ بَابَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ وَاَطْفِئْ مِصْبَاحَكَ وَاذْكُرِ اللّٰهَ ۔ (تجرید بخاری ص۱۱۹ حصہ دوئم)

اپنا دروازہ بند کرلو اور اللہ کا نام لو۔ اور اپنا چراغ گل کر دو۔ اور اللہ کا نام لو۔

۵۔ رات کو سونے سے پہلے پانی اور کھانے کے برتن ڈھک کر سونا چاہیئے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ

اپنے پانی کا برتن ڈھک دو اور اللہ کا نام لو۔ اور کھانے کا برتن ڈھانک دو اور اللہ کا نام لو۔ اور اگر کوئی چیز پوری بند کرنے کے لئے نہ ملے تو کوئی چیز اس کے عوض میں رکھ دو۔ (تجرید بخاری ص ۱۱۹، ۱۲۰ حصہ دوم)

۶۔ خواب گاہ میں جانے سے پہلے اور بستر پر لیٹنے سے پہلے وضو کرلینا چاہیئے۔

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تو اپنے بچھونے پر آئے تو وضو کرے جیسا کہ نماز کے لئے وضو کرتے ہیں۔

(مسلم کتاب الذکر باب مایقول عند النوم واخذ المضجع)

۷۔ بستر پر لیٹنے سے پہلے بستر کو جھاڑ لینا چاہیئے تاکہ سوتے وقت بے آرامی محسوس نہ ہو۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بچھونے پر آئے تو پہلے اپنے بستر کو جھاڑ لے۔ کیونکہ معلوم نہیں کہ اس کے پیچھے اس میں کیا پڑا ہو۔ پھر یہ دُعا پڑھے۔

بِاسْمِكَ رَبِّيْ وَضَعْتُ جَنْبِيْ وَبِاسْمِكَ اَرْفَعُهٗ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِيْ فَارْحَمْهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصّٰلِحِيْنَ۔ (مسلم کتاب الذکر باب مایقول عند النوم واخذ المضجع)

ترجمہ: تیرے ہی نام کے ساتھ اے میرے ربّ میں اپنا پہلو رکھتا ہوں اور تیرے ہی نام کے ساتھ اس کو اٹھاؤں گا۔ اگر تو میری جان کو روک لے (یعنی

رُوح قبض کرے، تو اس پر رحم کیجیو۔ اور اگر چھوڑ دے تو ان کی حفاظت کیجیو۔ جس طرح تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔

۸۔ عشاء سے پہلے سونا نہیں چاہیئے اور عشاء کی نماز کے بعد بے مقصد باتیں نہیں کرنی چاہیئے۔ لیکن وعظ و نصائح اور علمی مذاکرات کرنا جائز ہیں۔

حضرت ابو برزہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ عشاء سے قبل سو جانے کو اور عشاء کے بعد باتیں کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔

(ترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی کراھیۃ النوم قبل العشاء والسمر بعدھا)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات کے قریب آئے اور عشاء کی نماز پڑھائی۔ راوی کہتا ہے پھر ہم کو آپؐ نے وعظ فرمایا۔ کہ لوگ نماز پڑھکر سو گئے ہیں۔ اور تم جب تک منتظر رہے نماز میں رہے۔

(بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب وقت الصلوٰۃ الی نصف اللّیل)

اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وعظ و نصیحت کی باتیں کرنا اور علمی مذاکرت اور مباحثات کرنا جائز ہے۔

۹۔ دائیں پہلو پر لیٹنا چاہیئے اور دایاں ہاتھ رُخسار کے نیچے رکھ کر سونا چاہیئے اور دُعائیں پڑھنی چاہیئں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ دائیں پہلو پر لیٹتے تھے اور یہ دُعا بھی پڑھتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْكَ وَوَجَّھْتُ وَجْھِیْ اِلَیْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْكَ وَاَلْجَأْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْكَ رَغْبَۃً وَّرَھْبَۃً اِلَیْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ اِلَّا اِلَیْكَ اٰمَنْتُ بِکِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَنَبِیِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ۔

(بخاری کتاب الدعوات باب النوم علی شق الایمن)

ترجمہ:۔ اے اللہ! میں نے اپنی جان کو تیرے سپرد کیا ہے اور میں نے تیری طرف اپنا رُخ کیا ہے اور اپنا کام تجھے سونپ دیا اور میں نے تجھ کو اپنا پُشت و پناہ بنایا۔ تیری طرف رغبت کرتے ہوئے اور خوف کرتے ہوئے تیرے جلال کے سوا کوئی ماویٰ اور ملجا نہیں۔ میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی اور اس نبیؐ پر جو تو نے بھیجا۔

حضرت حُذیفہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب خواب گاہ میں جاتے تو اپنا ہاتھ رُخسار کے پیچھے رکھ کر فرماتے۔

اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيٰ

(بخاری کتاب الدعوات ماذا یقول اذا نام)

اے اللہ! میں تیرے نام (کی برکت) کے ساتھ سوتا ہوں اور تیرے نام کے ساتھ اُٹھوں گا۔

۱۰۔ سوتے وقت اللہ تعالےٰ کا ذکر ضرور کرنا چاہیئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے تھے کہ جو شخص خواب گاہ میں لیٹے اور اللہ کو یاد نہ کرے۔ اس پر اللہ کی طرف سے افسوس۔

(ابو داؤد کتاب الادب باب مایقول عند النوم)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب خواب گاہ میں جاتے تو دونوں ہاتھوں میں معوذات (سورۃ کافرون، سورۃ اخلاص، سورۃ فلق اور سورۃ الناس پڑھ کر پھونکتے اور وہ ہاتھ بدن مبارک پر پھیر لیتے۔

(ابو داؤد کتاب الادب باب مایقول عند النوم)

اور بعض حدیثوں میں آتا ہے۔ سورۃ اخلاص کے بعد معوذتان یعنی سورۃ فلق اور سورۃ الناس پڑھ کر بدن پر پھونک کر سو جاتے۔

(ابو داؤد کتاب الادب باب مایقول عند النوم)

۱۱۔ پیٹ کے بَل نہیں لیٹنا چاہیئے۔ پُشت پر لیٹنے میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت یعیشؓ سے روایت ہے کہ میرے باپ کا بیان ہے کہ مَیں مسجد میں پیٹ کے بَل لیٹا ہوا تھا کہ ناگاہ ایک شخص نے مجھے پاؤں سے ہلا کر کہا کہ اس صورت پر لیٹنے کو خدا تعالےٰ ناپسند فرماتا ہے۔ مَیں نے آنکھ کھولی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

(ابو داؤد کتاب الادب باب فی الرجل ینبطح علی بطنہٖ

حضرت عبداللہ بن یزید سے روایت ہے میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں ایک پاؤں دوسرے پر رکھ کر پُشت پر لیٹے ہوئے دیکھا۔

(بخاری الصلوٰۃ باب الاستلقاء فی المسجد و مدّ الرجل)

۱۲۔ سوتے وقت اگر کوئی اچھا خواب دیکھے تو آنکھ کُھل جانے پر اسے اللہ تعالےٰ کی حمد کرنی چاہیئے اور اگر کوئی بُرا خواب دیکھے تو اُسے اعوذ باللہ پڑھنا چاہیئے اور کروٹ بدل لینی چاہیئے۔

حضرت ابو سعید الخدریؓ سے روایت ہے اُنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جس کو پسند کرتا ہو تو وہ خدا کی جانب سے ہے اس کو چاہیئے کہ اس پر اللہ کی حمد کرے۔ اور لوگوں سے ذکر کرے۔ (بخاری کتاب التعبیر باب اذا رای مایکرہ فلا یخبر بھا و یذکرھا)

اور ایک روایت میں ہے کہ

اس کا ذکر اسی شخص کے پاس کرے جس سے اس کو محبت ہے۔

(بخاری کتاب التعبیر باب اذا رای مایکرہ فلا یخبر بھا و یذکرھا)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی خواب دیکھے جس کو مکروہ جانتا ہے تو چاہیئے کہ بائیں طرف

تین بار تھوک دے اور اللہ کی جناب میں تین بار شیطان سے پناہ مانگے اور جس کروٹ پر لیٹا ہو اس کو بدل کر دوسری کروٹ پر پڑ جائے۔

(مسلم کتاب الرؤیا)

۱۳۔ اگر صحت ہو تو رات کے پچھلے پہر اُٹھ کر نماز تہجد ادا کرنی چاہیئے۔ یہ نماز اگرچہ فرض نہیں لیکن خدا تعالےٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے پڑھنے کی تاکید کی ہے۔ تہجد کے معنی سو کر اُٹھنے اور نیند کو ہٹا کر کھڑے ہونے کے ہیں۔ تہجد کی نماز سے پہلے سونا ضروری ہے۔ تہجّد کی نماز احسانِ الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتا ہے۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○ (سورۃ بنی اسرائیل : ۸۰)

اور رات کو بھی تو اس (قرآن مجید) کے ذریعہ کچھ سو لینے کے بعد شب بیداری کیا کر۔ جو تجھ پر ایک زائد انعام ہے۔ عین ممکن ہے کہ تیرا ربّ تجھے حمد والے مقام پر کھڑا کر دے۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ط

(سورۃ الدھر : ۲۶)

رات کو اُٹھ کر خدا تعالےٰ کے حضور سجدہ کر اور کافی رات گئے تک اس کی پاکیزگی بیان کر۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْمَفْرُوْضَةِ صَلٰوةُ جَوْفِ الَّيْلِ

(ترمذی ابواب الصلوٰۃ ماجا فی فضل صلاۃ اللیل)

فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل تہجّد کی نماز ہے۔

اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں نماز تہجد کی فضیلت سورۃ مزمل میں یوں بیان فرمائی ہے۔

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ؕ

(سورۃ المزمل : ۷)

بے شک رات کے وقت اُٹھنا نفس کو خوب زیر کرتا ہے اور دُعا بھی ٹھیک دِل سے نکلتی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ ہر رات کو جب اس کا آخری تہائی حصّہ رَہ جاتا ہے سب سے نچلے آسمان پر اُترتا ہے اور کہتا ہے کہ کون مجھ سے دُعا مانگتا ہے تاکہ مَیں اس کی دُعا قبول کروں۔ کون مجھ سے سوال کرتا ہے کہ مَیں اس کا سوال پورا کروں۔ کون مجھ سے بخشش چاہتا ہے کہ مَیں اس کے گناہ معاف کردوں۔

(ترمذی ابواب الصلوٰۃ باب نزول الرّب تبارک وتعالیٰ الی السماء الدنیا)

ایک اور موقع پر حضورؐ نے فرمایا کہ ہر رات ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ جس میں اس کا بندہ اس سے دینی و دنیاوی یا جس قسم کی بھلائی مانگے۔ اللہ تعالےٰ اس کو دے دیتا ہے۔ (احمد بن حنبل جلد ۴ صفحہ ۱۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ پہلی رات سوتے تھے اور آخر رات میں اُٹھ کر نمازِ تہجد ادا کرتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ آدھی رات کے بعد آپ اُٹھتے تھے۔ (سنن ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب فی صلوٰۃ اللیل)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعت نماز رات کو پڑھتے تھے۔ سجدہ اس قدر لمبا ہوتا جتنے میں کوئی تمہارا پچاس آیتیں پڑھ لے۔ اور دو رکعت فجر کی نماز سے پہلے پڑھتے پھر دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے یہاں تک کہ نماز کے لئے بُلانے والا آتا۔ (بخاری کتاب التہجد باب طول السجود فی قیام اللیل)

حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے لوگو! سلام پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ۔ رات کو اس وقت نماز پڑھو جبکہ عام لوگ سو رہے ہوں۔ تو جنّت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ گے۔

(ترمذی ابواب صفۃ القیامۃ)

یہ وہ مبارک ارشاد ہے جو مدینہ میں تشریف آوری کے بعد سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔

لاریب تہجد کی نماز ادا کرنا یعنی صَلُّوْا وَالنَّاسُ نِیَامٌ پر عمل کرنا مسلمان کا شعار ہے۔ اور جنّت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہونے کا ذریعہ ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے اللہ تعالےٰ اس مرد پر رحم کرے جو رات کو اٹھ کر نماز پڑھے اور اپنی اہلیہ کو بھی جگائے اور اگر نہ اُٹھے تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے دے۔ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب قیام اللیل)

۱۴ نیند کے بعد بیدار ہونا ایک نئی زندگی سے ہمکنار ہونا ہے۔ اس لئے سب سے پہلے خدا تعالےٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بیدار ہوتے تو یہ دُعا پڑھتے تھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ۔

(بخاری کتاب الدعوات باب مایقول اذا نام)

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں زندہ کیا ہمارے مَر جانے کے بعد اور اسی کی طرف ہمارا حشر ہوگا۔

۱۵ بیدار ہونے کے بعد مسواک کرنا سُنّتِ نبویؐ ہے اس لئے نیند سے اُٹھ کر مسواک کرنی چاہیئے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز جماعت

سے پڑھ کر گھر میں چلے آتے اور یہاں چار رکعتیں پڑھ کر خواب راحت فرماتے۔ وضو کا پانی اور مسواک سرہانے رکھ دی جاتی سو کر اُٹھتے پہلے مسواک فرماتے۔

(سنن ابوداؤد باب فی صلوٰۃ اللیل۔ کتاب الصلوٰۃ)

حضرت حُذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نیند سے اُٹھتے تو اپنے منہ میں مسواک کرتے۔

(مسلم کتاب الطہارۃ باب السواک)

۱۶۔ صبح اُٹھ کر بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کہہ کر وضو کرنا چاہیئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کے بعد وضو فرمایا کرتے تھے۔ وضو کے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اپنے ہاتھوں کو دھونا چاہیئے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب کوئی تم میں سے اپنی نیند سے بیدار ہو تو وضو کے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اپنے ہاتھوں کو دھوئے کیونکہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ رات کو اس کا ہاتھ کہاں پھرتا رہا ہے

(تجرید بخاری ص۴۳ حصہ اوّل)

۱۷۔ صبح کے وقت اُٹھ کر وضو کے بعد نماز پڑھنی چاہیئے۔

اِنَّ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ کَانَ مَشۡهُوۡدًا (سورۃ بنی اسرائیل : ۷۹) کے حکم میں صبح کی نماز کی فرضیت کا ذکر ہے۔

احادیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صُبح کی نماز کے وقت دن کے فرشتے آتے ہیں اور رات کے فرشتے چلے جاتے ہیں۔ وہ فرشتے جب خدا کے پاس جاتے ہیں تو دریافت کرنے پر کہتے ہیں کہ جب ہم دُنیا میں گئے تو تیرے بندوں کو نماز پڑھتے ہی دیکھا اور واپس آئے تو نماز پڑھتے ہی چھوڑ کر آئے ہیں۔

(بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب فضل صلوٰۃ العصر)

صُبح کی نماز خاص طور پر خدا کے حضور پیش کی جاتی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سونے کی حالت میں شیطان تمہارے سر میں تین گرھیں لگا دیتا ہے جب انسان جاگتا ہے اور اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ اگر وضو کر لیتا ہے تو دوسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور اگر اٹھ کر نماز پڑھ لیتا ہے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے۔

(بخاری کتاب التہجد باب عقد الشیطان علیٰ قافیۃ الراس اذا لم یصلّ باللیل)

۱۸۔ صبح اُٹھ کر گھر والوں کو سلام کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ وہ قولِ سلام ہے جو اللہ کی طرف سے ایک پاکیزہ اور مبارک دُعا ہے۔ اور بہشت میں داخل ہونے کا ذریعہ ہے۔
حضورؐ فرماتے تھے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو ملے تو چاہیئے کہ اس کو سلام کہے۔ اگر ان کے درمیان درخت یا دیوار یا پتھر حائل ہو جائے اور پھر ملاقات ہو تو چاہیئے کہ پھر السلام علیکم کہے۔

(ابو داؤد کتاب السلام باب فی الرجل یفارق الرجل ثم یلقاہ یسلم علیہ)

۱۹۔ صبح اُٹھ کر قرآنِ مجید کی تلاوت بھی کرنی چاہیئے۔ کیونکہ صبح کے وقت قرآنِ مجید کی تلاوت کرنا خدا تعالےٰ کے ہاں ایک پسندیدہ عمل شمار ہوتا ہے۔

اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا (سورۃ بنی اسرائیل : ۷۹)

صبح کے وقت قرآن پڑھنے کو بھی لازم سمجھ کیونکہ صُبح کے وقت قرآن کا پڑھنا اللہ کے ہاں ایک مقبول عمل ہے۔ اور یہ خدا کے حضور پیش کیا جاتا ہے۔

۲۰۔ صُبح بیدار ہونے پر ذکرِ الٰہی کرنا چاہیئے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہیئے۔
حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر روز جس میں آفتاب

نکلتا ہے۔ آدمیوں کے ہر ایک جوڑ پر صدقہ ہے۔

(مسلم کتاب الزکوٰۃ باب کل نوع من المعروف صدقۃ)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بنی آدم کے ۳۶۰ جوڑ ہیں جو اللہ اکبر، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ، لا اِلٰہ اِلّا اللہ، سُبحان اللہ، استغفر اللہ، ۳۶۰ بار کہے۔ اور لوگوں کے راستے سے پتھر، کانٹا، ہڈی دور کر دے یا اسی قدر نیکی کا امر کرے، بُرائی سے روکے تو اس نے اپنا نفس دوزخ کی آگ سے بچا لیا۔

(مسلم کتاب الزکوٰۃ باب کل نوع من المعروف صدقۃ)

پس ہمیں چاہیئے کہ ہم سوتے اور بیدار ہوتے وقت ذکر الٰہی کریں۔ اور اُسوۂ محمدیؐ پر عمل پیرا ہو کر اپنی رُوحانیت کو ترقی دیں۔ تا ہماری دُنیا اور ہماری آخرت سنور جائے۔ آمین۔

لباس کے آداب

لباس کے معنی ستر یعنی پردہ پوشی کے ہیں۔ لباس جسم کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ لباس جہاں انسان کے عیوب ڈھانپنے، اُسے سردی و گرمی کے اثرات سے محفوظ رکھنے کے کام آتا ہے۔ وہاں وہ اس کے لئے زینت کے سامان بھی مہیا کرتا ہے۔ لباس کا حکم اللہ تعالیٰ کے احکامات میں سے ہے۔

لباس اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ سورۃ الاعراف میں فرماتا ہے۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝

(سورۃ الاعراف : ۲۷)

اے آدم کی اولاد! ہم نے تمہارے لئے ایک ایسا لباس پیدا کیا ہے جو تمہاری چھپانے والی جگہوں کو چھپاتا ہے اور زینت کا موجب بھی ہے۔ اور تقویٰ کا لباس تو سب سے بہتر لباس ہے۔ یہ لباس کا حکم اللہ کے احکام میں سے ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

سورۃ النحل میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ

(سورۃ النحل : ۸۲)

اُس نے تمہارے لئے گرمی سردی کے ضرر سے بچانے کے لئے قمیضیں بنائیں اور بعض ایسی قمیضیں بنائیں جو تمہیں جنگ (کی سختی) سے بچاتی ہیں۔

قرآن مجید میں لباس کے مقاصد ستر پوشی، موسم کی سختی سے بچاؤ، دشمن سے حفاظت اور زینت بیان کیئے گئے ہیں۔ اور انہیں مقاصد کو مدِنظر رکھتے ہوئے ہی خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ بہترین لباس تقویٰ ہے۔ بس تقویٰ کے احساس کو کبھی مرنے نہ دینا۔ اور اپنی عائلی ازدواجی زندگی میں تقویٰ کا جامہ پہن کر خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرو

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ کہ وہ عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم مردان کا لباس ہو۔ (البقرہ : ۱۸۸)

اس آیت میں بھی اس امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ جس طرح لباس جسم کی حفاظت کرتا ہے اور اسے خوبصورتی بخشتا ہے اسی طرح تمہارا آپس کا تعلق بھی باعثِ راحت وزینت ہو۔

پس لباس شرم وحیا کی حفاظت کا دوسرا نام ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم لباس کے متعلق بے اعتدالیاں نہ کریں بلکہ ہادی برحق حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقوں سے آداب سیکھ کر اس نعمت کی قدر کریں۔

۱۔ لباس ہمیشہ صاف ستھرا پہننا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاکی کو پسند فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ وَّ یُحِبُّ الْجَمَالَ

(احمد بن حنبل جلد ۴ صا۱۵)

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ

(سورۃ البقرہ : ۲۲۳)

یقیناً اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

سورۃ المدثر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ (سورۃ المدثر : ۵)

اور اپنے کپڑوں کو پاک وصاف رکھو۔
حقیقت یہ ہے کہ صاف ستھرے لباس میں انسان معزز لگتا ہے۔ نماز جو رُوحانی ترقیات کا سرچشمہ ہے اس کی ادائگی کے لیے لباس کا پاک وصاف ہونا ضروری ہے۔
۲۔ لباس ایسا تنگ نہیں پہننا چاہیئے کہ ہاتھ اور پاؤں نہ ہلائے جاسکیں۔ ہادیٔ اعظم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے روکا ہے کہ چادر یوں لپیٹ کر اوڑھی جائے کہ ہاتھ نماز یا کسی اور کام کے لئے نکل نہ سکیں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد نمبر ۳ صہ ۲۹۳ مطبوعہ مطبع میمینۃ مصر)

۳۔ لباس کی اصل غرض پردہ پوشی ہے۔ اس لئے ایسا لباس پہنا جائے جو کامِل ستر پوش ہو۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ وہ عورتیں جو کپڑوں میں بھی عریاں ہیں۔ غیر مردوں کی طرف مائل ہوتی ہیں اور انہیں دعوتِ میلان دیتی ہیں وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو ہی پائیں گی۔ حالانکہ جنت کی خوشبو پانچ سو برس کی مسافت سے آئے گی۔

(مؤطا کتاب الجامع باب مایکرہ للنسآء لباسہ من الثیاب)

وہ عورتیں جو لباس کا حق بجا نہیں لائیں ان کے متعلق حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ دنیا میں کتنی ہی ایسی ملبوس عورتیں ہیں جو قیامت کے دن ننگی ہوں گی۔

(مؤطا کتاب الجامع باب مایکرہ للنسآء لباسہ من الثیاب)

ایک مرتبہ حضرت حفصہؓ بنت عبدالرحمٰنؓ حضرت عائشہؓ کے پاس آئیں۔ حفصہؓ باریک اوڑھنی پہنے ہوئے تھیں۔ حضرت عائشہؓ نے اُسے لے کر چاک کر دیا اور حفصہؓ کو موٹی اوڑھنی پہنائی۔ (مؤطا کتاب الجامع باب مایکرہ للنسآء لباسہ من الثیاب)

نیم عریانی قاتلِ اخلاق ہے۔ اس لئے اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔

۴۔ لباس میں ہمیشہ سادگی کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ لباس میں بے جا آرائش اور تصنع و تکلف مردوں کو شایاں نہیں۔ ہادی برحق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ لباسِ فاخرہ ترک ایمان کا ایک حصّہ ہے۔

(ریاض الصالحین کتاب اللباس باب تحریم لباس الحریر علی الرجال)

حضرت معاذ بن انسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تواضعاً للہ باوجود قدرت کے لباس فاخرہ چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ان لوگوں کے روبرو کر کے فرمائے گا۔ ایمان کے لباس میں سے جو لباس تو چاہتا ہے پسند کر کے پہن لے۔ (ترمذی ابواب صفۃ القیامۃ باب نمبر ۳۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی آپ کے قول مبارک مَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ (کہ میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں) کے مطابق گزری۔ لباس میں بھی آپؐ تکلف کو ناپسند فرماتے تھے۔ آپ کا عام لباس قمیص، تہمد اور چادر ہی ہوتا تھا۔

آپؐ کی وفات کے وقت آپ کا لباس فقط ایک پیوند کی ہوئی چادر اور ایک موٹا تہمد تھا۔ (مسلم کتاب اللباس باب التواضع فی اللباس)

لباس میں بے جا نمائش کو آپؐ ناپسند فرماتے تھے۔ یہی سادگی اُمہات المومنینؓ کی ساری زندگی پر چھائی نظر آتی ہے۔

۵۔ لباس پر فضول خرچ کرنا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ اسلام لباس کے بارے میں اسراف سے روکتا ہے اور میانہ روی کا حکم دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ جیسا کہ سورۃ الاعراف میں ارشادِ ربانی ہے۔ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ○

(سورۃ الاعراف : ۳۲)

پھر سورۃ بنی اسرائیل میں ارشادِ ربانی ہے۔

إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ ۖ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا ○ (سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۲۸)

اسراف کرنے والے لوگ شیطانوں کے بھائی ہوتے ہیں اور شیطان اپنے ربّ کا بہت ہی ناشکر گزار ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم فرمایا کرتے تھے۔

كُلْ مَا شِئْتَ وَالْبَسْ مَا شِئْتَ مَا أَخْطَأَتْكَ اثْنَتَانِ سَرَفٌ أَوْ مَخِيلَةٌ ۔ (بخاری کتاب اللباس پہلی حدیث)

یعنی جو چاہے کھا اور جو چاہے پہن جب تک دو باتیں تجھ میں پیدا نہ ہو۔ ایک اسراف دوسرے تکبر۔ ابوداؤد اور احمد نے اس کو روایت کیا ہے اور بخاری نے اسکے متعلق بتایا ہے کہ کھا اور پی اور پہن اور خیرات کر بغیر اسراف کے اور بغیر گھمنڈ کے۔

۶۔ لباس فقط ضرورت بھر پہننا چاہیئے۔ فالتو لباس سے بھی احتراز کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ بھی اسراف میں شامل ہے آنحضرتؐ کے اس ارشاد کو ہمیشہ مدِ نظر رکھنا چاہیئے کہ جس نے مقدرت کے باوجود محض تواضع کے خیال سے کوئی فالتو لباس چھوڑا۔ اللہ قیامت کے دن اسے سب لوگوں کے سامنے بلا کر اختیار دے گا کہ ایمان کا جو لباس چاہے چن لے

(ریاض الصالحین کتاب اللباس باب استحباب ترک الترفع فی اللباس تواضعاً)

۷۔ لباس زینت بخش ہونا چاہیئے۔ قرآنی ارشاد ہے

يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ

(سورۃ الاعراف : ۳۲)

اے آدم کے بیٹو! ہر مسجد کے قریب زینت کے سامان اختیار کر لیا کرو

جہاں خدا تعالےٰ کے گھر میں جانے سے پہلے دلوں کی پاکیزگی کا حکم دیا گیا ہے۔ وہاں لباس کی ظاہری صفائی اختیار کرنے کو بھی لازم ٹھہرایا گیا۔ کیونکہ ظاہر کا باطن پر گہرا

اثر پڑتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اس امر کو پسند فرماتا ہے کہ بندہ پر اس کی نعمت کا اثر دکھائی دے (یعنی لباس حسب حیثیت پہنے)

(ترمذی ابواب البرّ والصلۃ باب ماجاء فی الاحسان والعفو)

"وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ" (سورۃ الضحیٰ آیت نمبر ۱۱)

اور تو اپنے رب کی نعمت کا ضرور اظہار کرتا رہ

الٰہی فرمان کے مطابق نعمت کے اثرات کی قدر کرنی چاہیئے۔ اور اس نعمت کا اظہار کرنا اپنے رب کے انعامات کا شکریہ ادا کرنا ہے۔

ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گھٹیا لباس میں آئے۔ آپؐ نے پوچھا۔ کیا تمہارے پاس مال ہے؟ اس نے جواب دیا۔ ہاں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اونٹ اور بکریاں دیئے ہیں۔ فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے تجھے مال دیا ہے تو اس مال کے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کے اثرات تجھ پر نظر آنے چاہئیں۔

(ترمذی ابواب البرّ والصلۃ باب ماجاء فی الاحسان والعفو)

حضرت عمرؓ کا بھی ایک قول ہے کہ جب خدا نے تمہیں کشائش دی ہے تو اپنے پر کشائش ظاہر کرو (مؤطا کتاب الجامع باب ماجاء فی لبس الثیاب)

۸۔ سفر میں بھی لباس کی درستگی کا خیال رکھنا چاہیئے۔ ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ایک خادم پر پڑی جس کے بدن پر پھٹا ہوا لباس تھا۔ آپؐ نے ایک ساتھی سے پوچھا کہ کیا اس کے پاس اور لباس نہیں۔ جواب ملا ہے۔ آپؐ نے خادم کو حکم دیا کہ اچھے کپڑے پہنو۔ (مؤطا کتاب الجامع باب ماجاء فی لبس الثیاب)

آپؐ کا ارشاد ہے کہ تم اپنے بھائیوں کے پاس جاتے ہو تو اپنا سامان سفر اور پوشاک درست کرو۔ تاکہ تم معزز نظر آؤ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو فحش اور تفحش (بے حیائی) ناپسند

ہے۔ (ریاض الصالحین کتاب اللباس باب صفۃ طول القمیص)

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔ تم اپنے بھائیوں کے پاس آنے والے ہو۔ اپنے اونٹوں کے کجاوے درست کر لو اور اپنے لباس سنوار لو۔ کہ تم لوگوں میں ایسے دکھائی دو۔ جیسے بدن میں خال دکھائی دیتا ہے۔

(ابوداؤد کتاب اللباس باب ماجاء فی اسبال الازار)

۹۔ کپڑے یعنی ازار اور دامن کو گھسیٹ کر نہیں چلنا چاہیئے۔ کیونکہ کپڑے گھسیٹ کر چلنا تکبّر اور غرور کی علامت ہے۔ تکبر اور بڑائی صرف خدا تعالیٰ کو زیب دیتی ہے۔ حدیث قدسی ہے اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ کہ کبر میری چادر ہے۔

(ابن ماجہ کتاب الزھد باب براءۃ من الکبر والتواضع)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جو شخص تکبّر و غرور سے کپڑا گھسیٹ کر چلے۔ قیامت کے دن خدا تعالیٰ اس کی طرف نظر تک نہ کرے گا۔ ابوبکرؓ نے کہا یا رسولؐ اللہ! میرا تہمبند ڈھیلا ہو کر لٹک جاتا ہے۔ مگر یہ کہ اس کا خیال رکھوں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ آپ ان میں سے نہیں جو یہ کام تکبّر سے کرتے ہیں۔

(بخاری کتاب المناقب باب مناقب ابوبکرؓ)

عرب میں یہ رواج تھا کہ اُمراء اپنی شان نمایاں کرنے کے لئے تہمبند کو اتنا لمبا رکھتے تھے کہ وہ زمین پر گھسٹتی چلی جاتی تھی۔ حضور اکرمؐ نے اس حرکت کو سخت ناپسند بلکہ حرام قرار دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر نظر نہیں ڈالے گا جو اپنی پوشاک گھسیٹ کر چلتے ہیں۔

(ترمذی ابواب اللباس باب ماجاء فی کراھیۃ جرّ الازار)

آپؐ نے بتایا کہ ایک شخص غرور سے اپنی ازار لٹکائے چلا جاتا تھا وہ زمین میں دھنس گیا۔ قیامت تک دھنستا چلا جائے گا۔

(بخاری کتاب اللباس باب من جرّ ثوبہ من الخیلاء)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ازار ٹخنوں سے نیچے ہو۔ وہ آگ میں ہے۔

(بخاری کتاب اللباس باب ما اسفل والکعبین ففی النار)

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخص ہیں جن سے خدا کلام نہیں کرے گا قیامت کے دن اور نہ ان کی طرف رحمت کی نظر سے دیکھے گا اور نہ ان کو گناہوں سے پاک کرے گا۔ اور ان کے لئے عذاب دردناک ہے۔ ابوذرؓ نے پوچھا۔ ان کا بُرا ہو وہ کون ہیں یارسولؐ اللہ؟ فرمایا ایک ازار لٹکانے والا، دوسرا وہ احسان کرنے والا جو احسان جتائے۔ تیسرا جھوٹی قسمیں کھا کھا کر اپنا سودا بیچنے والا

(مسلم کتاب الایمان باب اسبال اللازار والمن بالعطیۃ وتنفیق السلعۃ بالحلف)

تہہ بند لٹکانے والے شخص کی نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی تہہ بند لٹکائے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا۔ رسول کریمؐ نے اس کو فرمایا۔ جاؤ پھر وضو کر کے آؤ۔ اس نے جا کر وضو کیا۔ آیا تو پھر فرمایا۔ جا پھر وضو کر۔ ایک شخص نے پوچھا۔ یارسول اللہ! کیا سبب ہے کہ آپ نے اس کو وضو کرنے کا امر کیا؟ آپؐ نے کچھ دیر چپ رہ کر فرمایا۔ وہ تہہ بند لٹکائے نماز پڑھ رہا تھا اور اللہ تعالیٰ تہہ بند لٹکانے والوں کی نماز قبول نہیں کرتا۔

(ابوداؤد کتاب اللباس باب ما جاء فی اسبال الازار)

ابوجری جابر بن سلیمؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نصیحت کی تھی۔ اپنی آزار نصف ساق تک اونچی رکھا کر، اگر یہ نہ ہو تو دو ٹخنوں تک کرے اور لٹکے نہیں۔ کیونکہ یہ تکبّر کی نشانی ہے اور اللہ تعالیٰ غرور سے خوش نہیں۔

(ابوداؤد کتاب اللباس باب ما جاء فی اسبال الازار)

صحابہ کرامؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اطاعت گزار اور ہر حکم پر لبیک کہنے والے وجود

تھے۔ خزیم الاسدی صحابی رسولؐ کو جب یہ خبر پہنچی کہ حضورؐ نے ان کے متعلق فرمایا ہے کہ خزیم الاسدی بہت خوب آدمی ہے اگر اس کے بال لمبے نہ ہوں اور اس کا تہہ بند لٹکا ہوا نہ ہو۔ تو انہوں نے اسی وقت چھری لے کر سر کے بال کاٹ کر کانوں کے برابر کر دیئے اور تہہ بند کو پنڈلیوں کے نصف تک اٹھا لیا۔

(ابو داؤد کتاب اللباس باب ما جاء فی اسبال الازار)

۱۰۔ مردوں اور عورتوں کے لباس میں فرق ہونا چاہیئے۔ کیونکہ مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں لباس کا حکم بھی آجاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو مرد عورتوں کا اور جو عورتیں مردوں کا تشبہ کریں۔ ان پر لعنت ہے۔

(ابو داؤد کتاب اللباس باب فی لباس النساء)

۱۱۔ زیور کی اجازت بھی عورتوں کو ہے۔ لیکن مردوں کے لئے سونے کے زیور ممنوع ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی۔ آپ نے اُتار کر پھینک دی اور اُسے انگارہ سے تشبیہ دی

(مسلم کتاب اللباس باب تحریم خاتم الذھب علی الرجال)

ہاں چاندی کی انگوٹھی مرد کو پہننا جائز ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسولؐ خدا نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی اور اس میں "محمد رسول اللہ" کھدوایا۔ اور فرمایا۔ ہم نے ایک انگوٹھی بنوائی ہے اور اس میں محمد رسول اللہ کھدوایا ہے۔ کوئی ایسا اپنی انگوٹھی پر یہ نقش کندہ نہ کرے۔ (تجرید بخاری صفحہ ۴۵۰ حصہ دوم)

۱۲۔ مردوں کے لئے ریشمی لباس پہننے کی ممانعت آئی ہے۔ ایک دفعہ مدینہ میں ایک ریشمی حُلّہ بکنے آیا۔ حضرت عمرؓ نے آنحضورؐ سے عرض کیا کہ آپؐ اسے خرید لیں

اور جمعہ کے دن اور وفود کی آمد پر پہنیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ اس کو وہ شخص پہنے گا جو آخرت میں بے نصیب ہو۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ کے پاس کہیں سے ریشمی حُلّے آئے۔ ان میں سے ایک حُلّہ آپؐ نے حضرت عمرؓ کو دیا۔ انہوں نے عرض کیا۔ ریشمی حُلّے کے بارے میں آپ جو کچھ فرما چکے ہیں اس کے پیشِ نظر مجھے کیوں عطا فرماتے ہیں۔ جواب دیا کہ میں نے تمہیں پہننے کے لئے نہیں دیا اسے بیچ کر حاجت میں لاؤ۔

(مسلم کتاب اللباس باب تحریم الذھب والحریر علی الرجال واباحتہ للنسآء)

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ہمیں ریشم اور دیباج پہننے سے منع فرمایا تھا۔ اور فرمایا کہ یہ اس دنیا میں دوسروں کے لئے ہیں لیکن آخرت میں تمہارے لئے ہوں گے۔

(مسلم کتاب اللباس باب تحریم استعمال الذھب والحریر للرجال)

حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ تم ریشم کا کپڑا نہ پہنو۔ جو مرد دنیا میں ریشم پہنے گا۔ آخرت میں نہیں پہنے گا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ریشم کو دائیں ہاتھ میں لیا اور سونے کو بائیں ہاتھ میں اور فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں میری اُمّت کے مردوں پر حرام ہیں۔

(ابو داؤد کتاب اللباس باب فی الحریر للنسآء)

اور ترمذی میں بروایت ابو موسیٰ الاشعریؓ ہے کہ عورتوں کے لئے حلال ہیں۔
حضورؐ سوتی کپڑے کو اور خصوصاً دھاری دھار کپڑے کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔
(سیرت خیر الرسلؐ صلا از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی شائع کردہ الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ)

ہاں کسی بیماری کی وجہ سے مرد کو ریشم پہننے کی اجازت ہے۔ جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت زبیرؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو خارش کی وجہ سے ریشم

پہننے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اور یہ لباس اس مرض کے لئے مفید ہے۔

(مسلم کتاب اللباس والزینۃ باب لبس الحریر للرجل اذا کان بہ حکمۃ)

۱۳۔ درندوں کے چمڑوں سے بنی ہوئی پوشاک استعمال نہیں کرنی چاہیئے۔ حدیث میں آتا ہے۔ حضرت ابوالملیحؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درندوں کے چمڑوں سے نہی فرمائی ہے۔

(ابوداؤد کتاب اللباس باب فی جُلُود النُمُورُ)

۱۴۔ سفید کپڑوں کو اپنا لباس بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کیونکہ سفید رنگ حضورؐ کو بہت پسند تھا۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلْبَسُوْا مِنْ ثِیَابِکُمُ الْبَیَاضَ فَاِنَّھَا مِنْ خَیْرِ ثِیَابِکُمْ وَکَفِّنُوْا فِیْھَا مَوْتَاکُمْ

(ابوداؤد کتاب اللباس باب فی البیاض)

سفید کپڑے پہنا کرو۔ کیونکہ یہ بہترین لباس ہے۔ اسی طرح سفید کپڑوں میں ہی کفن دیا کرو۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔

سفید کپڑوں سے اپنا لباس بناؤ۔ یہ بہت پاکیزہ اور ستھرا ہے۔

(شمائل ترمذی باب ماجاء فی اللباس رسولؐ اللہ)

حدیث میں آتا ہے حضرت رسول کریمؐ تین کپڑے سفید سمولی زدئی کے بنے ہوؤں میں کفن دیئے گئے۔ ان میں کرتا اور پگڑی نہ تھی۔

(مسلم کتاب الجنائز باب تکفین المیّت)

۱۵۔ مردوں کو زعفرانی رنگ کے کپڑے پہننے منع ہیں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے مرد کو زعفرانی رنگ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (تجرید بخاری حصہ دوم ص۴۴۹)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر دو کپڑے کسم کے رنگے ہوئے دیکھ کر فرمایا۔ تیری ماں نے تجھے ایسا پہننے کا حکم دیا ہے ؛ میں نے عرض کیا کہ حضورؐ ان کو صاف کر ڈالوں ؟ فرمایا بلکہ ان کو جلا دو۔

(مسلم کتاب اللباس والزینتہ باب النہی عن لبس الرجل الثوب العصفر)

اور ایک روایت میں ہے
کہ آپؐ نے فرمایا یہ دونوں کفار کے کپڑے ہیں تو ان کو نہ پہنا کر۔
(مسلم کتاب اللباس والزینتہ باب النہی عن لبس الرجل الثوب العصفر)

۱۶۔ ایک پاؤں میں جوتا پہننا منع ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی تم میں سے ایک جوتی پہن کر نہ چلے چاہیئے کہ دونوں پہنے یا دونوں اُتار دے۔ (تجرید بخاری حصہ دوم ص۴۴۹)

۱۷۔ لباس پہنتے ہوئے دائیں اور بائیں کی ترتیب کا خیال رکھنا چاہیئے۔
پہنتے وقت دائیں سے ابتدا کی جائے۔ اور اُتارتے وقت بائیں سے۔ اسی طرح جوتیاں پہنتے وقت بھی پہلے دائیں جوتی پہنی جائے اور اُتارتے وقت پہلے بائیں پاؤں کی جوتی اتاری جائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں جانب کا ہمیشہ لحاظ رکھا کرتے تھے۔ آپؐ لباس پہنتے تو ہمیشہ پہلے دایاں ہاتھ یا دایاں پاؤں ڈالتے پھر بایاں۔
(مشکوٰۃ کتاب اللباس الفصل الثانی)

جوتی پہنتے تو پہلے دایاں پاؤں پہنتے۔ اُتارتے تو پہلے بایاں پاؤں اتارتے تاکہ شروع

اور آخر دونوں حالتوں میں برکت ہی برکت نازل ہو۔

(مشکوٰۃ باب النعال الفصل الاوّل)

حضرت ابوہریرہؓ سے نقل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ تم میں سے جو شخص جوتیاں پہنے اُسے چاہیئے کہ اوّل داہنی پہنے اور جب اُتارے تو پہلے بائیں اتارے تاکہ داہنا پاؤں پہننے میں اوّل ہو اور نکالنے میں آخر ہو۔

(تجرید بخاری حصہ دوم صہ ۴۴۹، ۴۵۰)

۱۸۔ اپنے کپڑوں کو پیشاب اور گندگی کے چھینٹوں سے بچانا چاہیئے۔ اور پیشاب کے بعد ضرور طہارت کرنی چاہیئے۔ عرب میں پیشاب کے بعد طہارت کرنے اور اپنے کپڑوں کو پیشاب سے بچانے کا مطلق دستور نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ راستہ میں جا رہے تھے۔ دو قبریں نظر آئیں۔ فرمایا کہ ان میں سے ایک پر اس لئے عذاب ہو رہا ہے کہ وہ اپنے کپڑوں کو پیشاب سے محفوظ نہیں رکھتا تھا۔

(بخاری کتاب الجنائز باب عذاب القبر من الغیبہ والبول)

آپ فرماتے تھے اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ

(مسلم کتاب الطہارۃ باب فضل الوضوء)

کہ پاکیزگی ایمان کا ایک حصہ ہے۔

۱۹۔ نیا کپڑا پہنتے وقت دُعا کرنی چاہیئے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول کریمؐ نیا کپڑا پہنتے تو اس کا نام لیتے مثلاً عمامہ (پگڑی) قمیص۔ چادر۔ پھر آپؐ دعا کرتے۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ كَسَوْتَنِيْهِ، اَسْأَلُكَ خَيْرَهٗ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهٗ. وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ

(ترمذی کتاب اللباس باب مایقول اذا لبس ثوباً جدیداً)

اے میرے اللہ! تو ہی تعریف کا مستحق ہے تو نے مجھے یہ کپڑا پہنایا ہے۔ میں تجھ سے اس کپڑے کے فائدے مانگتا ہوں اور اس کی خیر چاہتا ہوں اور اس کی بھی جس کے لئے یہ بنایا گیا اور میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس کپڑے کے نقصان اور مقصد کے شر سے جس کے لئے یہ بنایا گیا ہے۔

(حدیقۃ الصالحین ص۲۲۸ پہلا ایڈیشن شائع کردہ شعبہ اشاعت وقف جدید)

۲۰۔ عید کے دن نہا کر نیا اور عمدہ لباس پہننا چاہیئے۔ یہ سُنّت ہے

(فقہ احمدیہ حصہ عبادات ص۱۷۸)

پس ہمیں چاہیئے کہ ہم لباس کو مقصود فی الذات نہ بنائیں اور تفاخر نہ کریں۔ خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق ایمان اور تقویٰ کے لباس کو اختیار کریں۔ ہمارا اوڑھنا اور بچھونا خدا کے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے عین مطابق ہو۔ خدا کرے کہ ہم خدا تعالیٰ کے اس مبشر فرمان وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ

(سورۃ الحج: ۲۴)

(کہ مومنوں کا لباس ان جنتوں میں ریشم کا ہوگا) کے مصداق بنیں اور روز قیامت خدائے ودود ومنان ہم سے یہ کہے کہ ایمان کے لباسوں میں سے جو لباس تم چاہتے ہو وہ چُن لو اور پہن لو۔ آمین۔

ملاقات کے آداب

اسلامی معاشرہ کی تکمیل میں باہمی میل اور ملاقات، ہمدردی و اخوت کو بہت بڑا دخل ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ۔ (سورۃ الحجرات : ۱۱)

کہ تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اور رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ (سورۃ الفتح : ۳۰) کی صفت کے مطابق وہ آپس میں رحم کا پیکر ہوتے ہیں۔

پس انہیں آپس میں ایسے روابط رکھنے چاہئیں جن سے برائیوں کا سدِ باب ہو سکے اور نیکی کی اشاعت ہو سکے اور ایک دوسرے کو نفع پہنچایا جا سکے۔

پس اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کے رسول کا خادم اور مومنوں کا خیر خواہ بننے کے لئے ضروری ہے کہ اسلام نے تمدنی زندگی گزارنے کے لئے جو اعلیٰ درجہ کی ہدایات دی ہیں ان پر عمل پیرا ہو کر آپس میں مہر و محبت کی فضا قائم کی جائے۔ اور روحانی اور معاشرتی برائیوں سے بچا جائے۔ ذیل میں قرآن مجید، سنت نبویؐ اور احادیث نبویہؐ کی روشنی میں ملاقات کے آداب درج کئے جاتے ہیں جو اجنبیت کے احساسات کو ختم کرنے اور تعلقات محبت کو بڑھانے میں ممد و معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔

۱۔ ملاقات کی ابتداء السلامُ علیکم کے الفاظ سے کی جانی چاہیئے نیز سلام کرنے میں سبقت اختیار کرنی چاہیئے۔

۲۔ آپس میں خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرنی چاہیئے۔ کیونکہ انسانی جذبات ایک دوسرے پر نہایت تیزی سے اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس لئے بشاش صورت دیکھ

کر خوشی اور راحت حاصل ہوتی ہے۔ کشادہ چہرہ کے ساتھ پیش آنا نیکی ہے۔

حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا وَلَوْ اَنْ تَلْقٰی اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلِيْقٍ ۔ (مسلم کتاب البرّ والصلۃ والادب باب استحباب طلاقۃ الوجہ عند اللقاء)

کہ کم معمولی نیکی کو بھی حقیر نہ سمجھو۔ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آنا بھی نیکی ہے۔ حضرت علیؓ آنحضرتؐ کے اخلاق کے متعلق فرماتے تھے کہ آپؐ خندہ جبیں، نرم خو اور مہربان طبع تھے

(شمائل ترمذی باب ماجاء فی خلق رسولؐ اللہ)

۳۔ خدا تعالیٰ کی محبت اور رضا حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے ملاقات کرنی چاہیئے اور انس و محبت سے پیش آنا چاہیئے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ایسے اشخاص کو اپنا دوست رکھتا ہے جو اس کے جلال و محبت کی خاطر آپس میں میل جول رکھتے ہیں (ابو ادریسؒ سے روایت ہے۔ دمشق کی مسجد میں معاذ بن جبلؓ سے میں نے کہا۔ میں آپ سے محبت محض اللہ کے لئے رکھتا ہوں۔ معاذؓ نے کہا۔ کیا خاص اللہ کے لئے؟ میں نے کہا۔ ہاں۔ پھر کہا۔ کیا خاص اللہ کے لئے۔ میں نے کہا ہاں۔ تب انہوں نے میری چادر کا کونہ پکڑ کر کھینچا اور فرمایا۔ خوش ہو جاؤ کہ میں نے رسول کریمؐ سے سنا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ میری محبت واجب ہوئی ان لوگوں سے جو محض میرے لئے باہم محبت رکھتے ہیں اور محض میرے لئے مل کر بیٹھتے ہیں۔ محض میرے لئے ایک دوسرے کی ملاقات کو جاتے اور محض میرے لئے اپنا جان و مال خرچ کرتے ہیں)۔

(موطا کتاب الجامع باب ماجاء فی المتحابین فی اللہ)

حدیث میں آتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بھائی کے پاس ملاقات کے لئے اللہ کی خوشنودی کی خاطر جاتا ہے تو ایک آواز دینے والا اُسے آواز دیتا ہے کہ تو بھی مرغوب

ہے۔ اور تیرا چلنا پھرنا بھی مرغوب ہے۔ تو نے جنت میں اپنا گھر بنا لیا

(ترمذی ابواب البرّ والصلۃ باب ماجاء فی زیارۃ الاخوان)

حضرت رسول کریمؐ اپنے صحابہ کرامؓ کے گھروں میں ملاقات کے لئے جایا کرتے تھے۔
حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ ہم سے ملتے جلتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ میرے ایک چھوٹے بھائی سے فرماتے کہ اے ابوعمیر نغیر کو کیا ہوا۔

(بخاری کتاب الادب باب الانبساط الی الناس)

۴۔ بعض لوگ بدظنی کی طرف جلد مائل ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اسلام نے حکم دیا ہے کہ اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں ملاقات کے لئے بغیر اجازت اور سلام کے داخل نہ ہوا جائے جیسا کہ سورۃ النور میں آتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○

(سورۃ النور : ۲۸)

ترجمہ: اے مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جب تک اجازت نہ لے لو۔ اور داخل ہونے سے پہلے ان گھروں میں بسنے والوں کو سلام کرو۔ یہ تمہارے لئے اچھا ہوگا تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب خود کسی سے ملنے جاتے تو اسی طرح اجازت مانگتے اور کوئی شخص اس طریقہ کے خلاف کرتا تو اُسے واپس کر دیتے۔

ایک دفعہ صفوان بن اُمیہ نے جو قریش کے رئیس تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے بھائی کلدہ کے ہاتھ، دودھ، ہرن کا بچہ اور ککڑیاں بھیجیں۔ کلدہ یوں ہی بے اجازت چلے آئے۔ آپ نے فرمایا واپس جاؤ اور سلام کرکے اندر آؤ۔

(ابوداؤد کتاب الادب فی الاستیذان)

سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اِذن مانگنا اس لئے ہے تا نا محرم پر نظر نہ پڑے

(مسلم کتاب الادب باب تحریم النظر فی بیت غیرہ)

۵۔ اگر گھر والے کہیں باہر گئے ہوں۔ تو باہر ہی ان کی واپسی کا انتظار کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ان کی اجازت کے بغیر گھر میں داخل ہونا معیوب ہے اور اسلام نے اس سے روکا ہے۔ قرآنی ارشاد ہے۔

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَا اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ج

(سورۃ النور، ۲۹)

اور اگر تم ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ۔ تب بھی ان میں داخل نہ ہو جب تک کہ تمہیں گھر والوں کی طرف سے اجازت نہ مل گئی ہو۔

۶۔ جب کسی کے گھر ملاقات کے لئے جائیں تو عین دروازہ کے سامنے نہ کھڑے ہوں بلکہ دروازہ کے ایک طرف کھڑے ہو کر السلامُ علیکم کہہ کر اذن طلب کریں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی یہ عادت تھی کہ آپ جب کسی کے گھر جاتے تو دروازہ کے دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے اور السلامُ علیکم کہہ کر اذن طلب فرماتے۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب کم مرّۃ یسلم الرجل فی الاستیذان)

۷۔ اگر کسی کے گھر ملاقات کے لئے جائیں تو دروازہ کو زور زور سے نہ کھٹکھٹائیں اور نہ گھنٹی بجاتے چلے جائیں بلکہ وقفہ وقفہ سے تین بار السلامُ علیکم کہہ کر اجازت طلب کریں۔

حضرت ابو موسیٰؓ الاشعری سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اذن مانگنا تین بار ہے۔ اگر اِذن دیا گیا تو فبہا ورنہ واپس لوٹ جاؤ۔ (مسلم و بخاری

حدیث میں آتا ہے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن عبادہ کے گھر تشریف لائے اور باہر کھڑے ہو کر اذن طلبی کے لئے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا۔ سعدؓ نے اس طرح آہستہ سلام کا جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں سُنا حضرت سعدؓ کے فرزند قیس بن سعدؓ نے کہا۔ آپ رسول اللہ کو اندر آنے کی اجازت کیوں نہیں دیتے۔ حضرت سعدؓ نے کہا چپ رہو۔ رسولؐ اللہ بار بار سلام کریں گے جو ہمارے لئے برکت کا سبب ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ السلام علیکم کہا اور سعدؓ نے پھر اسی طرح جواب دیا۔ آنحضرتؐ نے تیسری دفعہ پھر اسی طریقے سے اذن طلب کیا۔ اور جب کوئی جواب نہ ملا تو آپ واپس چلے۔ حضرت سعدؓ نے جب آپؐ کو واپس جاتے دیکھا تو دوڑ کر گئے اور عرض کی کہ میں آپ کا سلام سن رہا تھا لیکن آہستہ جواب دیتا تھا کہ آپ بار بار سلام فرمائیں۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب کم مرّۃ یسلم الرجل فی الاستیذان)

۸۔ اگر گھر والے ملاقات نہ کرنا چاہیں تو بغیر بُرا منائے واپس لوٹ آنا چاہیئے۔ جیسا کہ سورۃ النور میں آتا ہے :-

وَاِنْ قِیْلَ لَکُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْکٰی لَکُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ○ (سورۃ النور آیت نمبر ۲۹)

اور اگر تمہیں کہا جائے کہ اس وقت چلے جاؤ۔ تو تم چلے آؤ۔ یہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ ہوگا۔ اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب جانتا ہے۔

صحابہ کرامؓ کے اندر احکام شریعت پر عمل کرنے اور نیکیاں حاصل کرنے کا اس قدر جوش پایا جاتا تھا کہ حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ مجھے سالہا سال یہ خواہش رہی کہ میں کسی کے ہاں جاؤں اور وہ مجھے کہے کہ واپس چلے جاؤ تا کہ هُوَ اَزْکٰی لَکُمْ کے ماتحت میں ثواب حاصل کر سکوں مگر مجھے کبھی ایسا موقع نہیں ملا۔

(فتح البلدان جلد ۶)

۹۔ اُمراء یا سرداران قوم سے ملاقات کی اجازت طلب کرنے کا ایک طریق یہ بھی ہے کہ تعارفی کارڈ یا رقعہ لکھ کر خادم کے ذریعہ اندر اطلاع بھجوائی جائے اور پھر ملاقات کے وقت السلام علیکم کہا جائے۔ حضور اکرمؐ ہمیشہ ملاقات کی ابتدا السلامُ علیکم کے الفاظ سے کرتے تھے۔

۱۰۔ ملاقات کے لئے اگر کسی کے گھر جائیں تو دروازوں کی درزوں میں سے جھانکنا نہیں چاہیئے۔ یہ بہت بُری حرکت ہے اور حضور اکرمؐ اسے سخت ناپسند فرماتے تھے۔

حضرت سہل بن سعدؓ سے بیان ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجروں میں سے کسی ایک حجرے میں جھانک کر دیکھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں سر کھجلانے کا آلہ تھا جس سے آپؐ اپنا سر کھجلا رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ اگر میں جانتا کہ تو جھانک کر دیکھے گا تو میں اس سے تیری آنکھ میں مارتا۔ اجازت غیر محرم کے دیکھ لئے جانے ہی کی وجہ سے مقرر کی گئی ہے۔

(بخاری کتاب الاستیذان باب الاستیذان من اجل البصر)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجروں میں سے کسی ایک حجرے میں دیکھا۔ آپؐ تیر کا ایک پھلا لے کر یا کئی پھلے لے کر اس کی طرف لپکے اور حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ گویا آپ اس شخص کو ڈھونڈ رہے ہیں تاکہ اس کو وہ پھلے ماریں۔

(بخاری کتاب الاستیذان باب الاستیذان من اجل البصر)

۱۱۔ گھر والے اگر پوچھیں کہ کون ملنے کے لئے آیا ہے؟ تو جواب میں اپنا نام بتانا چاہیئے میں کے لفظ میں جواب نہیں دینا چاہیئے۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس قرض کے سلسلہ میں حاضر ہوا جو میرے والد پر تھا۔ میں نے دروازہ کو کھٹکھٹایا۔ آپؐ

نے فرمایا۔ کون ہے ؟ میں نے کہا میں ہوں ۔ آپ نے فرمایا میں میں۔ گویا کہ آپ نے اُسے ناپسند فرمایا۔

(بخاری کتاب الاستیذان باب اذا قال من ذا فقال أنا)

۱۲۔ ملاقات کے لئے کسی کے گھر اگر جایا جائے تو ممتاز مقام پر بیٹھنے سے پرہیز کرنی چاہیئے۔ نیز اہل خانہ نے اگر اپنے لئے کوئی نشست مخصوص کی ہو تو اس پر بیٹھنے سے اجتناب کیا جائے۔ سوائے اس کے اہل خانہ خود وہ جگہ پیش کرے۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے گھر تشریف لے جاتے تو ممتاز مقام پر بیٹھنے سے پرہیز فرماتے۔ ایک بار آپؐ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپؐ کے بیٹھنے کے لئے چمڑے کا ایک گدا ڈال دیا۔ لیکن آپؐ زمین پر بیٹھ گئے اور گدا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے درمیان آگیا۔

(بخاری کتاب الاستیذان باب من القی لہٗ وسادۃ)

۱۳۔ ملاقات کے لئے ہمیشہ خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حسنِ اخلاق کی معراج پر تھے۔ آپ کے حسنِ اخلاق کی گواہی قرآن مجید میں ان الفاظ سے دی گئی ہے۔

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (سورۃ القلم : ۵)

کہ آپ اعلیٰ درجے کے اخلاق پر فائز ہیں

آپؐ خود فرماتے تھے۔

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ

(موطا کتاب الجامع باب ماجاء فی حسن الخلق)

کہ میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ عمدہ اخلاق کی تکمیل کردوں۔

خوش خلقی سے پیش آنا بہت بڑی نیکی ہے اور جنت کے حصول کا ذریعہ ہے
حضورؐ فرماتے تھے میں جنت کی بلندی میں اس شخص کے لئے ایک گھر کا ذمہ
لیتا ہوں. جو اپنے خُلق کو خوش نما بنائے ۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب فی حسن الخلق)

حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے سُنا کہ مومن خوش خلقی سے روزہ دار قیام کرنے والے کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب فی حسن الخلق)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ملتے وقت ہمیشہ پہلے خود سلام کیا کرتے۔ آپ
نہایت خوش اخلاق تھے۔ اگر کوئی شخص جُھک کر آپؐ کے کان میں کچھ بات کہتا
تو اس وقت تک اس کی طرف سے رُخ نہ پھیرتے جب تک وہ خود منہ نہ ہٹالے۔

(ابن ماجہ ابواب الادب باب اکرام الرجل جلیسہ)

حضرت جریر بن عبد اللہؓ وہ خوش نصیب صحابی تھے جن کو دیکھ کر آپؐ
محبت سے مسکرا دیا کرتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ کبھی ایسا نہ ہوا کہ میں خدمتِ
اقدسؐ میں حاضر ہوا ہوں۔ اور آپؐ نے مُسکرانہ دیا ہو۔

(صحیح مسلم، مناقب جریر بن عبداللہ)

۱۴۔ ملاقات کے وقت مصافحہ اور معانقہ کرنا بھی سُنتِ نبویؐ ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب کسی سے ہاتھ ملاتے تو
جب تک وہ خود نہ چھوڑ دے اس کا ہاتھ نہ چھوڑتے تھے۔

(ابن ماجہ ابواب الادب باب اکرام الرجل جلیسہ)

ابن مسعودؓ نے بیان کیا کہ مجھے نبی کریمؐ نے تشہّد سکھایا اور میرا ہاتھ آپؐ کے
دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا۔ (بخاری کتاب الاستیذان باب المصافحہ)

اور کعب بن مالک رضؓ نے کہا کہ میں مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ طلحہ بن عبید اللہؓ میری طرف جلدی سے اُٹھ کر آئے۔ یہاں تک کہ مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارکباد دی۔

(بخاری کتاب الاستیذان باب المصافحہ)

عمرو بن عاصم قتادہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے انسؓ سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں مصافحہ کا رواج تھا۔ انہوں نے کہا۔ ہاں۔

(بخاری کتاب الاستیذان باب المصافحہ)

حضرت عبد اللہ بن ہشام سے مروی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہم (ایک مرتبہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپؐ اُس وقت حضرت عمر بن خطابؓ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے

(بخاری کتاب الاستیذان باب المصافحہ)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب اہلِ یمن آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا۔ تمہارے پاس اہلِ یمن آئے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے مصافحہ کو رواج دیا تھا۔ (ابوداؤد کتاب الادب باب فی المصافحہ)

ایک دفعہ حضور اکرمؐ نے حضرت ابوذر صحابیؓ کو بُلا بھیجا۔ تو وہ گھر میں نہ ملے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ حاضر خدمت ہوئے۔ تو آپ لیٹے ہوئے تھے۔ ان کو دیکھ کر آپؐ اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے سینہ سے لگا لیا۔

(ابوداؤد۔ کتاب الادب باب المعانقہ)

حضرت جعفرؓ جب حبشہ سے واپس آئے تو آپؐ نے ان کو گلے لگا لیا اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب فی قبلۃ ما بین العینین)

۱۵۔ ملاقات کے بعد مجلس سے یا گھر سے اہلِ خانہ کی اجازت کے ساتھ واپس جانے کے لئے اٹھنا چاہیئے اور جب اہلِ خانہ اُٹھ جانے تو پھر اُٹھ کر واپس چلے جانا چاہیئے۔

۱۶۔ دوپہر کے وقت کسی کے گھر ملاقات کے لئے نہیں جانا چاہیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت جانے سے اجتناب فرماتے تھے

حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے والدین کو دیندار ہونے کے سوا کچھ نہیں پایا اور کوئی روز ایسا نہیں گزرتا تھا جس کے دونوں کناروں یعنی صبح وشام کے وقت نبی کریمؐ میرے والدین کے پاس تشریف نہ لاتے ہوں۔ میں ایک دن حضرت ابوبکرؓ کے گھر میں ٹھیک دوپہر کے وقت بیٹھی ہوئی تھی کہ کسی نے کہا کہ رسول کریمؐ ایسے وقت میرے پاس تشریف لا رہے ہیں کہ اس وقت کبھی نہیں آئے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ ایسے وقت میں آپ کسی ضروری اور اہم کام کے سبب سے تشریف لا رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے ہجرت کا حکم مل گیا ہے۔

(بخاری کتاب الادب باب ھل یزور صاحبہ کل یوم او بکرۃ وعشیا)

(اشد ضرورت پڑنے پر دوپہر کے وقت جایا جاسکتا ہے)

۱۷۔ بزرگوں کی ملاقات کے لئے جائیں تو ادب کے ساتھ ان کو سلام کریں اور ان کی گفتگو کا بھی ادب کے ساتھ جواب دیں۔

ملاقات کے وقت ان کے گھٹنوں اور پاؤں کو ہاتھ لگا کر چھونا نہیں چاہیئے کیونکہ یہ نفس کی ذلت کی حالت ہے۔ ہاں برکت کی خاطر ان کے ہاتھوں کو بوسہ دینا جائز ہے۔ اور ان کو نذرانہ پیش کرنا بھی جائز ہے۔ کیونکہ اس سے محبت بڑھتی ہے اور دعا کرنے کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔

۱۸۔ ناراضگی کی وجہ سے تین رات سے زیادہ ترک کلام و ملاقات نہیں کرنی چاہیئے۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی سے تین دن رات سے زیادہ ترک ملاقات کرے۔ (بخاری کتاب الادب باب الھجرۃ)

لیکن نافرمانی کرنے والے شخص سے ملاقات ترک کرنا جائز ہے۔

(بخاری کتاب الادب باب ما یجوز من الھجران لمن عصی)

جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب حضرت کعب بن مالکؓ جنگ تبوک میں اپنی سستی کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تو حضور اکرمؐ نے مسلمانوں کو ان سے میل ملاقات اور گفتگو کرنے سے منع فرمایا تھا۔

(بخاری کتاب المغازی باب حدیث کعب بن مالکؓ)

ابو خراشؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور اکرمؐ سے سُنا جو اپنے بھائی سے ایک سال جُدائی کرے گا گویا کہ اس نے خون کر دیا۔

(احمد بن حنبل جلد ۴ صفحہ ۲۲۰ مطبوعہ مصر)

میل ملاقات انسانی معاشرہ کی ایک شاخ ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ افراد کا تعلق آپس میں قائم رہنے سے ہی اس معاشرہ کی سالمیت برقرار رہ سکتی ہے۔ پس ہمیں چاہیئے کہ ابن مسعودؓ کے اس قول کے مطابق کہ لوگوں کے ساتھ اس طرح میل جول رکھو کہ تمہارا دین مجروح نہ ہونے پائے۔

(بخاری کتاب الادب باب الانبساط الی الناس)

اپنے روزمرہ کے میل جول میں ملاقات کے ان آداب کو ہمیشہ مدِّنظر رکھیں اور اسلامی تعلیم پر عمل کریں۔ اور خدا کی خوشنودی کی خاطر آپس میں ملاقات کریں تا خدا تعالیٰ کی دائمی محبت کے وارث ٹھہریں۔ آمین۔

سلام کے آداب

ہمارا مذہب اسلام جہاں ہمیں جسمانی اور مالی عبادات بجا لانے کا حکم دیتا ہے وہاں زبانی عبادت بجالانے کو بھی بہت بھاری نیکی قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ نیک بات کہنا بھی صدقہ ہے۔

معراج کی رات حضرت جبرائیلؑ جب حضرت اقدس محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کے دربار میں لے کر گئے۔ تو حضرت محمد مصطفٰےؐ نے اپنے حبیب اور پیارے خدا کی شان وعظمت ان الفاظ میں پیش کی

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبٰتُ

کہ اے میرے رب! تمام زبانی عبادتیں، تمام جسمانی عبادتیں اور تمام مالی عبادتیں تیرے ہی لئے ہیں۔

خدائے ذوالجلال نے آپ کے ان تعریفی کلمات کو قبولیت کا شرف بخشتے ہوئے کہا۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

کہ اے نبیؐ! ہر قسم کی سلامتی تجھ پر ہمیشہ نازل ہوتی رہے۔ اور اللہ کی طرف سے رحمتیں اور برکتیں بھی تجھ پر نازل ہوتی رہیں۔

اللہ تعالیٰ اور پیارے محمدؐ کے درمیان اس مؤدبانہ اور پیار بھری گفتگو کو سن کر حضرت جبرئیل نے یوں شہادت دی۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

سلام کے معنی امن، سلامتی اور رحمت و برکت کے ہیں۔ یہ وہ عظیم الشان دُعا اور تحفہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے جس کا نام اَلسّلام ہے۔ جو تمام دنیا کو امن دینے والا اور سلامتیوں کا سرچشمہ ہے۔ حضرت محمدؐ کو عطا کیا۔ اور پھر محسنِ اعظم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امّت کو اس قولِ خیر کو پھیلانے کا حکم دیا تاکہ معاشرہ کی فضا سلامتی کی دعاؤں سے بھر جائے اور روحانی بیماریوں کینہ، بُغض، حسد سے انسان کو نجات حاصل ہو جائے۔ اور مسلمان حقیقی معنوں میں ایک دوسرے کے سچے خیر خواہ بن جائیں۔ کیونکہ مسلمان کی تعریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائی ہے۔

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ بِیَدِہٖ وَلِسَانِہٖ

(ترمذی ابواب الایمان باب ماجاء المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہٖ)

کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

آئیے۔ اس زبانی عبادت کو بجا لانے کے لئے قرآنی ارشادات، سُنّتِ نبویؐ اور احادیثِ نبویہؐ کو اُسوہ بنائیں۔

۱۔ دوسروں کے گھروں میں داخل ہونے سے پہلے السلامُ علیکم کہہ کر اجازت لینی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَھْلِھَا ؕ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ○ (سورۃ النور : ۲۸)

اے مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جب تک کہ اجازت نہ لے لو۔ اور داخل ہونے سے پہلے ان گھروں میں بسنے والوں کو سلام کرو۔ یہ تمہارے لئے اچھا ہوگا اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم (نیک باتوں کو ہمیشہ) یاد رکھو گے

استیناس یعنی اجازت حاصل کرنے کے ساتھ السلامُ علیکم کہنا بہت ضروری

ہے۔ احادیث میں آتا ہے۔

ربعی بن حراشؓ سے روایت ہے بنی عامر کے ایک شخص نے بیان کیا کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنا چاہا۔ آپؐ اس وقت گھر میں تھے۔ میں نے کہا۔ اندر آجاؤں؟ آپؐ نے اپنے خادم کو ارشاد فرمایا۔ جاؤ اسے اِذن مانگنا سکھاؤ اسے کہو کہ پہلے السلامُ علیکم کہے۔ پھر کہے کہ میں اندر آجاؤں۔ آدمی نے سن لیا اور ایسا ہی کہا۔ تو آپؐ نے اجازت فرمائی

(ابو داؤد کتاب الادب باب فی الاستیذان)

کلدہ بن حنبلؓ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بدوں سلام کہے اندر چلا گیا۔ آپؐ نے فرمایا واپس چلا جا اور کہہ السلامُ علیکم کیا میں آجاؤں۔

(ابو داؤد کتاب الادب باب فی الاستیذان)

۲. گھر والوں کی طرف سے اگر ایک دفعہ السلامُ علیکم کا جواب نہ ملے تو وقفہ وقفہ کے بعد تین دفعہ السلامُ علیکم کہنا چاہیئے۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت تھی کہ آپؐ جب کسی قوم کے پاس تشریف لاتے تو تین بار سلام کہتے۔

(بخاری کتاب الاستیذان باب التسلیم والاستیذان ثلاثاً)

۳۔ اپنے گھروں میں داخل ہوتے وقت بھی گھر والوں کو سلام کہنا چاہیئے۔ کیونکہ سلام کرنے والے پر اور سلام کیئے جانے والوں پر خداتعالیٰ برکتیں نازل کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ تَحِیَّۃً مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ مُبٰرَکَۃً طَیِّبَۃً (سورۃ النور: ۶۲)

ترجمہ: پس جب تم گھروں میں داخل ہونے لگو تو اپنے عزیزوں یا دوستوں پر

سلام کہہ لیا کرو۔ یہ اللہ کی طرف سے ایک بڑی برکت والی اور پاکیزہ دعا ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیٹا جب تو اپنے گھر والوں کے پاس جایا کرے تو سلام کہا کر تجھ پر اور تیرے گھر والوں پر برکت ہوگی۔

(ترمذی ابواب الاستیذان باب فی التسلیم اذا دخل بیتہٖ)

۴۔ سلام کے لفظ میں کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے سلامتی کا وعدہ ہے اس لئے اگر گھر میں کوئی شخص موجود نہ بھی ہو تو بھی اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت اپنے نفس پر سلام بھیجنا چاہیئے۔

روایت میں آتا ہے جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَشَکَا اِلَیْہِ الْفَقْرَ فَقَالَ اِذَا دَخَلْتَ بَیْتَکَ فَسَلِّمْ اِنْ کَانَ فِیْہِ اَحَدٌ وَ اِنْ لَمْ یَکُنْ فِیْہِ اَحَدٌ فَسَلِّمْ عَلٰی نَفْسِکَ وَ اقْرَأْ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ مَرَّۃً وَاحِدَۃً

(روح البیان تفسیر سورۃ اخلاص جلد ۱۰ صفحہ ۵۴۵ مطبوعہ استنبول)

یعنی ایک شخص رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی محتاجی کی شکایت کا ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب تم گھر میں داخل ہوا ور گھر میں کوئی موجود ہو تو اس کو السلامُ علیکم کہا کرو اور اگر گھر میں کوئی موجود نہ ہو تو اپنے نفس پر سلام بھیجو اور اس کے بعد سورۃ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ایک دفعہ پڑھو۔

روایات میں آتا ہے کہ اس شخص نے آپؐ کے ارشاد پر عمل کرتے ہوئے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ اس کے نتیجہ میں نہ صرف اس کی غربت دور ہوگئی بلکہ اس کے پاس روپیہ اور مال کی اتنی کثرت ہوگئی کہ وہ اپنے پڑوسیوں اور ہمسایوں کی بھی مدد کیا کرتا تھا۔

(روح البیان تفسیر سورۃ اخلاص جلد ۱۰ صفحہ ۵۴۵ مطبوعہ استنبول)

۵۔ آپس میں ایک دوسرے سے ملتے وقت بھی السلامُ علیکم کے الفاظ کہنے چاہئیں۔ آداب وغیرہ کے الفاظ استعمال نہیں کرنے چاہئیں۔ کیونکہ شریعت نے سلام کو ایک اسلامی شعار قرار دیا ہے۔

سب سے پہلی دعا اور تحفہ جو بندے کو اپنے رب کی ملاقات کے وقت حاصل ہوگا وہ یہی "سلام" کا تحفہ ہے۔

احادیث میں آتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام جب حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آتے تو آپ کو سلام کہتے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم بھی ان کو دیکھ کر سلام کہتے۔

یحییٰ بن جعفر، عبدالرزاق، معمر، ہمام، حضرت ابوہریرہؓ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا تو کہا کہ جاؤ اور ملائکہ کی اس جماعت کو جو بیٹھی ہے سلام کرو اور سنو کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ یہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے کہا۔ السلامُ علیکم نے کہا۔ السلامُ علیکم ورحمۃ اللہ ان فرشتوں نے لفظ رحمۃ اللہ زیادہ کیا۔

(صحیح بخاری شریف مترجم اردو۔ کتاب الاستیذان صہ۱۲۵ باب بداء السلام)

۶۔ سلام کا جواب ضرور دینا چاہیئے بلکہ بہتر طور پر اس کا جواب دینا چاہیئے۔ بہتر رنگ میں سلام کا جواب دینے سے انسان کی نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

وَإِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوْهَا إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ۝ (سورۃ النسآء: ۸۷)

اور جب تمہیں کوئی دُعا دی جائے (سلام کہا جائے) تو تم اس سے اچھی دُعا دو۔ یا کم سے کم اسی کو لوٹا دو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔

حضرت عمران بن الحصینؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آ کر السلام علیکم کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دس (نیکیاں) پھر دوسرا آیا اور کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ نے اُسے جواب دیا۔ اور فرمایا بیس۲۰ پھر تیسرا آیا اور کہا السلامُ علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ آپ نے اُسے جواب دیا اور فرمایا۔ تیس۳۰۔

(ابو داؤد کتاب الادب باب کیف السلام)

سلام کا جواب دینا راستے کا حق ادا کرنا ہے۔

سلام ہمیشہ "السلامُ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ" کے الفاظ میں کہنا چاہیئے۔

حضرت ابو جریؓ روایت کرتے ہیں کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور آیا اور میں نے کہا۔ علیک السلام یا رسول اللہ۔ فرمایا علیک السلام نہ کہو۔ علیک السلام تو مُردوں کا سلام ہے۔

(کتاب الادب باب کراھیۃ ان یقول علیک السلام)

۸۔ سلام کرنے میں ہمیشہ پہل کرنی چاہیئے۔ سلام میں ابتدا کرنے والے شخص کو زیادہ ثواب ملتا ہے۔

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو آدمی جو ایک دوسرے سے ملیں تو ان میں سے پہلے سلام کون کہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ جو اللہ کے بہت نزدیک ہو۔

(ترمذی ابواب الاستیذان والادب باب فی فضل من بداء بالسلام)

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بہت نزدیک لوگوں سے ساتھ اللہ کے وہ ہے جو پہلے کہے ان میں سلام۔

(ابو داؤد کتاب الادب باب فی فضل من بداء بالسلام)

حضرت ابو ایوبؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی سے تین دن تک اس طرح ترک ملاقات کرے کہ جب دونوں مقابل پر آئیں تو ایک اس طرف اور دوسرا اس طرف منہ پھیرے ہوئے ہو۔ اور ان دونوں میں سے بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔

(بخاری کتاب الاستیذان باب السلام للمعرفۃ وغیر المعرفۃ)

۹۔ سلام کو عام کرنا چاہیئے کیونکہ سلام کو رواج دینے اور پھیلانے سے آپس میں محبّت بڑھتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن سات باتوں کو بجا لانے کا حکم دیا ان میں سے ایک سلام کو پھیلانا ہے۔

(بخاری کتاب الاستیذان باب افشاء السلام)

آپؐ نے فرمایا اَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ

(مسلم کتاب الایمان باب لا یدخل الجنۃ الاّ المؤمنون)

کہ آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنّت میں داخل نہ ہو گے۔ جب تک ایمان نہ لاؤ گے اور ایمان دار نہ ہو گے جب تک آپس میں محبت نہ کرو گے اور کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جس کے کرنے سے آپس میں محبت ہو؟ آپس میں السلام علیکم پھیلاؤ۔

(مسلم کتاب الایمان باب لا یدخل الجنۃ الا المؤمنون)

ابو یوسف عبد اللہ بن سلامؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔ فرماتے تھے کہ اے لوگو! سلام کو افشا کیا کرو۔ اور کھانا کھلایا کرو اور رشتہ دار قرابتیوں سے مِلاپ کرو۔ جب لوگ رات کو سوئے پڑے ہوں

توتم نماز پڑھو۔ تم سلامتی سے بہشت میں داخل ہو جاؤ گے۔

(ترمذی ابواب صفۃ القیامۃ)

۱۰۔ خواہ واقف ہو یا ناواقف اُسے سلام کرنا چاہیئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کہنے کو اخوتِ اسلامی کے قیام کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں۔

سَلِّمْ عَلیٰ مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ

یعنی سب کو سلام کہو خواہ کوئی واقف ہو یا ناواقف ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ کون سی خصلت اسلام کی بہتر ہے۔ فرمایا یہ کہ تو کھانا کھلائے اور تو پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو سب کو سلام کرے۔

(بخاری کتاب الاستیذان باب السلام للمعرفۃ وغیر المعرفۃ)

صحابہ کرامؓ اس نیکی کی حد درجہ نگہداشت کرتے تھے۔ اور اس کے اس قدر پابند تھے کہ وہ بازاروں میں صرف سلام کرنے کے لئے جاتے تھے۔

حدیث میں آتا ہے۔ ایک دفعہ ایک صحابیؓ دوسرے صحابیؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے آؤ بازار چلیں۔ اُس صحابی نے سمجھا کہ کوئی کام ہوگا۔ لیکن وہ بازار میں سے گھوم کر یونہی چلے آئے۔ نہ کسی دکان پر ٹھہرے نہ کوئی چیز خریدی۔ دو تین دن کے بعد پھر آئے اور کہنے لگے۔ آؤ بازار چلیں۔ اس صحابیؓ نے کہا۔ کیا آج کوئی خاص کام ہے۔ یا یونہی ساتھ لے جانا چاہتے ہو۔ پھر بازار جا کر کیا کرو گے۔ نہ کسی سودے پر ٹھہرتے ہو نہ کسی اسباب کا پوچھتے ہو۔ نہ سودا چکاتے ہو۔ نہ بازار کی مجلس میں بیٹھتے ہو۔ انہوں نے کہا۔ میں بازار اس لئے جاتا ہوں کہ کئی دوست ملتے ہیں۔ ہم تو سلام کے لئے جاتے ہیں۔ جو ہمارے سامنے آئے گا۔ ہم اُسے سلام کہیں گے

(موطا کتاب الجامع باب جامع السلام)

۱۱۔ ملاقات کے وقت السلامُ علیکم کہنے کے بعد اگر درمیان میں کوئی چیز حائل ہو جائے تو دوبارہ ملاقات کے وقت پھر السلامُ علیکم کہنا چاہیئے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو ملے تو چاہیئے کہ اس کو سلام کہے۔ اگر ان کے درمیان درخت یا دیوار یا پتھر حائل ہو جائے اور پھر ملاقات ہو تو چاہیئے کہ پھر السلامُ علیکم کہے۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب فی الرجل یفارق الرجل ثم یلقاہ یسلّم علیہ)

۱۲۔ کسی مجلس میں بیٹھنے سے پہلے السّلام علیکم کہنا چاہیئے۔ اسی طرح جب مجلس سے اُٹھ کر جانا پڑے تو بھی السلامُ علیکم کہہ کر جانا چاہیئے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی کسی مجلس میں پہنچے تو چاہیئے کہ سلام کہے۔ اگر بیٹھنا ہو تو بیٹھ جائے پھر جب اُٹھے تو چاہیئے کہ سلام کہے۔ پہلی بار سلام کہنا پچھلی بار سلام کہنے سے زیادہ تاکید کی بات نہیں۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب فی السلام اذا قام من المجلس)

۱۳۔ بڑوں کو چاہیئے کہ وہ بچّوں کو سلام کریں۔ اور چھوٹوں پر بھی لازم ہے کہ وہ اپنے بڑوں کو سلام کریں۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم ہمیشہ سلام کرنے میں پیشقدمی فرماتے تھے۔
علی بن جعد، سیار، ثابت بنانی حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ انسؓ بچوں کے پاس سے گزرے تو ان کو سلام کیا اور کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا ایسا ہی معمول تھا۔

(بخاری کتاب الاستیذان باب التسلیم علی الصبیان)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔

(تجرید بخاری حصّہ دوم صہ۴۶۶)

۱۴۔ سوار کو چاہیئے کہ وہ پیدل کو سلام کرے۔ اسی طرح پیدل چلنے والوں کو بیٹھے ہوئے لوگوں کو سلام کرنا چاہیئے۔ اور تھوڑے آدمی زیادہ تعداد والوں کو سلام کیا کریں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سوار پیدل چلنے والوں کو اور پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور کم تعداد زیادہ تعداد کو سلام کرے۔

(بخاری کتاب الاستیذان باب یسلم الراکب علی الماشی)

۱۵۔ مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو جب السلامُ علیکم کہا جائے تو مجلس میں سے ایک کا یا چند اشخاص کا سلام کا جواب دینا سب کی طرف سے کافی ہو جاتا ہے۔

۱۶۔ مردوں کا (واقف) عورتوں کو اور عورتوں کا واقف مردوں کو سلام کرنا جائز ہے۔

حضرت اسماءؓ بنت یزید سے روایت ہے۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں سے گزرے۔ عورتوں کی ایک جماعت وہاں بیٹھی تھی۔ آپؐ نے علاوہ بلند آواز کے ہاتھ کے اشارہ سے بھی سلام کیا۔

(ترمذی ابواب الاستیذان والادب باب ماجاء فی التسلیم علی النساء)

عبداللہ بن مسلمہ حضرت سھل بن سعدؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم کو جمعہ کا دن آنے کی بہت خوشی ہوتی تھی۔ میں نے پوچھا کیوں؟ انہوں نے کہا۔ ایک بڑھیا تھی جو بضاعہ کے پاس ہمیں بٹھاتی تھی۔ ابن مسلمہ نے کہا کہ بضاعہ مدینہ میں کھجوروں کا ایک باغ ہے۔ وہ بڑھیا چقندر کی جڑیں اکھاڑ کر ایک ہانڈی میں ڈالتی اور اس میں جَو کے

چند دلنے ڈال کر پکاتی۔ جب ہم جمعہ کی نماز پڑھ کر فارغ ہوتے اور اس کے پاس جاتے تو اس کو سلام کرتے وہ ہمارے سامنے وہی (کھانا) پیش کرتی اس لیے ہم بہت خوش ہوتے اور ہم جمعہ کی نماز کے بعد ہی قیلولہ کرتے اور کھانا کھاتے تھے۔

(بخاری کتاب الاستیذان باب التسلیم الرجال علی النسآء)

ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن، حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اے عائشہؓ! یہ جبرئیل ہیں۔ تم کو سلام کہہ رہے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ میں نے کہا وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ۔

حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو السلام علیک ورحمۃ اللہ جواب میں کہا تھا۔ اس لیے سلام کے جواب میں السلام علیک کہنا چاہیئے۔

(بخاری کتاب الاستیذان باب من ردّ فقال علیک السلام)

حضرت اُمّ ھانیؓ سے روایت ہے کہ میں فتح مکّہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آئی۔ آپؐ غسل فرما رہے تھے اور فاطمہؓ آپ کو ایک کپڑے سے پردہ کئے ہوئے تھی۔ میں نے آپؐ کو سلام کیا

۱۷۔ مسلمان کو چاہیئے کہ وہ یہود و نصاریٰ کو سلام کرنے میں پہل نہ کریں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا یہود و نصاریٰ کو پہلے سلام نہ کیا کرو۔ اور جب تم اُن میں سے کسی کو رستہ میں مل جاؤ تو اُسے تنگ رستے کی طرف مضطر کرو۔

(مسلم کتاب الصلوٰۃ المسافرین وقصرھا باب استحباب صلاۃ الضحیٰ)

۱۸۔ جس مجلس میں مسلمان، مشرک، بت پرست اور یہود و نصاریٰ سب بیٹھے ہوں تو

(مسلم کتاب السلام باب النھی عن الابتداء اھل الکتاب بالسلام)

اس مجلس کو سلام کرنا جائز ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک گدھے پر سوار ہوئے۔ آپ نے اپنے پیچھے اسامہ بن زیدؓ کو بٹھایا۔ آپ حضرت سعد بن عبادہؓ کی عیادت کو جا رہے تھے۔ یہ جنگ بدر سے پہلے کا قصہ ہے۔ اس اثناء میں آپؐ ایک مجلس کے پاس سے گزرے جس میں مسلمان، مشرکین اور یہود بیٹھے تھے۔ ان میں عبداللہ ابی بن سلول بھی تھا اور عبداللہ بن رواحہؓ بھی اس مجلس میں تھے۔

نبی کریمؐ نے ان لوگوں کو سلام کیا۔ پھر رُک کر سواری سے اُتر پڑے اور ان کو اللہ کی طرف بلایا اور قرآن پڑھ کر سنایا۔

(بخاری کتاب الاستیذان باب التسلیم فی المجلس فیہ اخلاط من المسلمین والمشرکین)

۱۹۔ گناہ کا ارتکاب کرنے والے کو اس وقت تک سلام نہیں کرنا چاہیئے اور نہ ہی اس کے سلام کا جواب دینا چاہیئے جب تک کہ اس کے توبہ کے آثار نہ ظاہر ہوں۔

حضرت کعبؓ بن مالک کا بیان ہے کہ جب وہ غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ہم سے گفتگو کرنے سے منع فرما دیا۔ اور میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپؐ کو سلام کرتا پھر میں اپنے جی میں کہتا یعنی دیکھتا کہ آپؐ سلام کے جواب کے لئے اپنے ہونٹ ہلاتے ہیں یا نہیں۔ یہاں تک کہ پچاس راتیں گزر گئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھ چکے تو آپؐ نے اعلان فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے ہماری توبہ قبول کی۔

(بخاری کتاب الاستیذان باب من لم یسلم علی اقترف ذنباً)

۲۰۔ اہل کتاب کے سلام کے جواب میں صرف "علیکم" کہنا چاہیئے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ یہود کی ایک جماعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا السام علیک (یعنی تم

پر ہلاکت ہو) میں نے اس کو سمجھ لیا تو میں نے کہا علیکم السام و اللعنۃ ۔ تمہیں پر ہلاکت اور لعنت ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ عائشہؓ چھوڑو بھی اللہ تعالیٰ تمام معاملات میں نرمی پسند فرماتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسولؐ اللہ کیا آپؐ نے سُنا نہیں جو ان لوگوں نے کہا ؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا میں نے بھی تو علیکم کہہ دیا تھا۔

(بخاری کتاب الاستیذان باب کیف الرّد علی اہل الذمّۃ السلام)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب تم کو اہل کتاب سلام کریں۔ تو تم ان کے جواب میں "علیکم" کہا کرو۔

(مسلم کتاب السلام باب النہی عن الابتداء اہل الکتاب بالسلام وکیف یرّد علیہم)

پس سلامتی اور امن کی یہ نوید جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم نے خدائے سلام کی طرف سے لاکر تمام دنیا کو دی ہے۔ ہم اسے اختیار کریں۔ اور اجنبیّت کی فضا کو دُور کرتے۔ اپنی روحانی بیماریوں کا علاج کرنے اور آپس میں محبت و مودّت بڑھانے کے لئے سلامتی کی راہوں پر چلتے ہوئے ہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کو رواج دیں۔ اور پھر اپنے آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کے نقش قدم پر چل کر یہ دُعا بکثرت پڑھتے رہیں۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ

(ترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ما یقول اذا سلم)

کہ اے اللہ! تو سلامتی دینے والا ہے۔ تجھ ہی سے سلامتی مانگی جاتی ہے۔ اے عزّت اور جلال والے خدا تو بڑا ہی بابرکت ہے۔

تا اپنے اعمال صالحہ اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم اس الٰہی انعام کے حقدار ٹھہریں اور اس خوشخبری سے حَظّ اٹھائیں۔

لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

(سورۃ الانعام : ۱۲۸)

کہ ان کے لئے ان کے ربّ کے ہاں سلامتی کا گھر ہے اور وہ خدا ان کا دوست ہے اس وجہ سے کہ وہ (نیک) اعمال بجالاتے رہے ۔

آدابُ الطعام۔ کھانے کے آداب

غذا انسان کی زندگی اور صحت کے لئے نہایت ضروری ہے۔ غذا انسان کے اخلاق و اطوار پر نہایت گہرا اثر ڈالتی ہے جس قسم کے اثرات غذا میں پائے جاتے ہیں۔ ویسے ہی اثرات اور تغیرات انسان کے اندر پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔

انسان کے اعمال اس کے ذہن کے تابع ہوتے ہیں اور ذہنی حالت کا غذا سے ایک پختہ اور گہرا تعلق ہے۔ اسلئے انسان کی جسمانی، اخلاقی اور روحانی طاقتوں کے ظہور اور نشو و نما کے لئے پاکیزہ غذا کے استعمال کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ جو رازق اور ھُوَ خَیْرُ الرَّازِقِیْن (سورۃ المومنون : ۷۲) ہے جو اپنے بندوں پر بے انتہا مہربان ہے۔ اس نے اپنے بندوں کی جسمانی صحت کی سلامتی کے ساتھ ساتھ ان کی روحانی زندگی کا سامان پیدا کرنے اور ان کے اخلاق و عادات کی درستگی کے لئے یہ حکم دیا۔

کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ

(البقرہ : ۵۸) (البقرہ : ۱۷۲) (الاعراف : ۱۶۱) (طٰہٰ : ۸۲)

کہ ہم نے جو تمہیں رزقِ حلال دیا ہے اس میں سے کھاؤ۔

مذہب اسلام کو یہ امتیازی خصوصیت حاصل ہے جس میں کوئی مذہب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا کہ اس نے صرف حلال چیزوں کے کھانے کا حکم ہی نہیں دیا بلکہ طیب اشیاء کے استعمال کرنے کی واضح ہدایت دی ہے۔ پھر حرمت و حلت کے مسائل کے

علاوہ طیب اور مکروہ چیزوں کے متعلق بھی احکامات صادر کئے۔
اللہ تعالیٰ مومنوں کے لئے مکروہ چیزوں کے استعمال کرنے کو ناپسند فرماتا ہے۔
کیونکہ حرام اشیاء ہی گرتے گرتے مکروہ تک پہنچ جاتی ہیں۔ شریعت اسلامیہ میں حرام اور ممنوع چیزوں کے کھانے سے منع کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۷۴ میں ان چار چیزوں کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (سورۃ البقرہ : ۱۷۴)

ترجمہ: اس نے تم پر صرف مُردار، خون اور سوُر کے گوشت کو اور ان چیزوں کو جنہیں اللہ کے سوا کسی اور سے نامزد کر دیا ہو حرام قرار دیا ہے مگر جو شخص (ان چیزوں کے استعمال پر) مجبور ہو جائے اور وہ نہ تو قانون کا مقابلہ کرنے والا ہو اور نہ حدود سے آگے نکلنے والا ہو۔ اس پر کوئی گناہ نہیں۔ اللہ یقیناً بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

ان چار حرام چیزوں کے علاوہ باقی اشیاء ممنوعہ کہلاتی ہیں۔ گو عام استعمال میں یہ چیزیں بھی حرام میں داخل ہیں۔
جیسے کہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلیوں والے درندے اور پنجوں والے پرندے کو کھانا ممنوع قرار دیا ہے۔

(مسلم کتاب الصید والذبائح باب تحریم اکل کل ذی ناب من السباع)

اسی طرح آپؐ نے پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے بھی منع فرمایا ہے۔

(مسلم کتاب الصید والذبائح باب تحریم اکل لحم الحمر الانسیۃ)

پس ہمیں چاہیئے کہ ہم قرآن مجید کے ارشادات پر عمل کرتے ہوئے ہمیشہ طیب اور

حلال اشیاء کو اپنی غذا بنائیں۔

آیئے قرآنی تعلیم اور محسنِ اعظم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور فرمودات مبارکہ سے کھانے پینے کے آداب سیکھ کر اپنی عادات سنواریں۔ اپنے اخلاق کو حسن بخشیں اور خیر و برکت کے سامانوں سے اپنی روحانیت کو ترقی دیں۔

۱۔ کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ اچھی طرح دھو لینے چاہئیں۔ کیونکہ ہاتھوں پر لگا ہوا گرد و غبار کھانے کے ساتھ مل کر جب انسان کے معدہ کے اندر جاتا ہے تو وہ بیمار پڑ جاتا ہے۔ اسی طرح کھانے پینے کے برتنوں کو بھی صاف ستھرا رکھنا چاہیئے۔

نباض اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

"اَلنَّظَافَۃُ مِنَ الْاِیْمَانِ" "اَلطُّھُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ"

(مسلم کتاب الطہارۃ باب فضل الوضوء)

کہ صفائی ایمان میں سے ہے اور پاکیزگی اختیار کرنا ایمان کا ایک حصہ ہے۔

۲۔ کھانا شروع کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینا چاہیئے اور یہ دعا پڑھنی چاہیئے۔

بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی بَرَکَۃِ اللّٰہِ

(دعائیہ سیٹ از محمد اعظم اکسیر صلا ۹ شائع کردہ احمد اکیڈمی)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی تم میں سے کھانا شروع کرے تو اللہ تعالیٰ کا نام لے لے۔

(ابو داؤد کتاب الاطعمۃ باب التسمیۃ علی الطعام)

حدیث میں آتا ہے کہ جب ایک لڑکی اور اس کے بعد ایک اعرابی نے آکر بغیر خدا کا نام لینے کے کھانے میں ہاتھ ڈالنا چاہا تو آپؐ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔

(مسلم کتاب الاشربۃ باب آداب الطعام والشراب واحکامھا)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریمؐ سے سُنا۔ فرماتے تھے

آدمی جب اپنے گھر میں آتا ہے اور آنے کے وقت اللہ کا نام لیتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ نہ رات کو رہنے کی جگہ اور نہ رات کا کھانا۔ اور جب آدمی اپنے گھر میں آئے اور اللہ کا نام داخل ہونے کے وقت نہ لے تو شیطان کہتا ہے تمہیں رات رہنے کی جگہ مل گئی اور جب کھانے کے وقت بھی اللہ کا نام نہ لے تو کہتا ہے رات رہنے کے علاوہ کھانے کا سامان بھی ہو گیا۔

(مسلم کتاب الاشربۃ باب آداب الطعام والشراب واحکامھا)

۳۔ کھانا شروع کرتے وقت اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو بھی کہنا چاہیئے کہ وہ بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرے۔

عبداللہؓ بن یوسفؓ ابونعیمؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا لایا گیا اور آپؐ کے پاس آپؐ کے ربیب عمرو بن ابی سلمہؓ تھے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ کا نام لے۔ بسم اللہ پڑھ۔

(بخاری کتاب الاطعمۃ باب التسمیۃ علی الطعام والاکل بالیمین والاکل مما یلیہ)

۴۔ اگر کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنی بھول جائیں تو یاد آنے پر بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلِہٖ وَآخِرِہٖ پڑھ لینا چاہیئے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ابتداء میں بسم اللہ کہنا بھول جائے تو یاد آنے پر کہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلِہٖ وَاٰخِرِہٖ۔

(ابوداؤد کتاب الاطعمۃ باب التسمیۃ علی الطعام)

حدیث میں آتا ہے اُمیہؓ بن فحشی سے روایت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے اور ایک شخص بغیر بسم اللہ کے کھانا کھا رہا تھا جب کھانے سے ایک لقمہ رہ گیا اور اس نے منہ اوپر کی طرف اٹھایا اور کہا بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلِہٖ وَاٰخِرِہٖ

رسول کریمؐ ہنسے اور فرمایا کہ شیطان اس کے ساتھ کھانا کھاتا تھا۔ جب اس نے اللہ کا نام لیا تو شیطان نے کھانا اپنے پیٹ سے قے کر دیا۔

(ابوداؤد کتاب الاطعمۃ التسمیۃ علی الطعام)

کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھ لینے سے کھانے میں برکت اور زیادتی پیدا ہو جاتی ہے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ اپنے چھ اصحاب کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ ایک اعرابی آیا اور بیٹھتے ہی دو لقمے کھا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر یہ شخص بسم اللہ پڑھ لیتا تو تم سب کے لئے کافی ہوتا۔

(ترمذی ابواب الاطعمۃ باب ماجاء فی التسمیۃ علی الطعام)

۵۔ کھانا ہمیشہ داہنے ہاتھ سے کھانا چاہیئے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ تم میں سے کوئی بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور نہ پیئے۔ کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے (ترمذی ابواب الاطعمۃ باب ماجاء فی النہی عن الاکل والشرب بالشمال)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ کا دایاں ہاتھ وضو اور کھانے کے لئے تھا اور بایاں ہاتھ خلا وغیرہ کے لئے

(ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب کراہیۃ مس الذکر بالیمین فی الاستبرأ

حضرت حفصہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دائیں ہاتھ کو کھانے پینے اور کپڑے پہننے کے لئے استعمال فرماتے اور بائیں ہاتھ سے اس کے سوا دوسرے کام کرتے۔

(ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب کراھیۃ مس الذکر بالیمین فی الاستبرأ)

۶۔ کھانا ہمیشہ اپنے آگے سے کھانا چاہیئے۔ کیونکہ کھانے کے درمیانی حصے میں برکت نازل ہوتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اَلْبَرَكَۃُ تَنْزِلُ وَسَطَ الطَّعَامِ فَكُلُوْا مِنْ حَافَتَيْهِ وَلَا تَاْكُلُوْا مِنْ وَسَطِهٖ.

(ترمذی کتاب الاطعمۃ باب ماجاء فی کراھیۃ الاکل من وسط الطعام

کہ کھانے کے درمیانی حصے میں برکت نازل ہوتی ہے۔ اس لئے کنارے سے یعنی ایک طرف سے کھایا کرو اور درمیان سے کھانے سے اجتناب کرو۔

حضرت عمرو بن ابی سلمہؓ جو بچپن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں رہتے تھے اور کھانا کھاتے وقت سارے پیالے میں ان کا ہاتھ پھرتا تھا۔ حضورؐ نے ان کی یہ عادت دیکھ کر انہیں فرمایا۔

یَا غُلَامُ سَمِّ اللّٰهَ تَعَالٰی وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ

(بخاری کتاب الاطعمۃ باب التسمیۃ علی الطعام والاکل بالیمین والاکل مما یلیہ)

کہ اے لڑکے۔ کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھا کرو اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے آگے سے کھاؤ۔

حضرت عمرو بن ابی سلمہؓ نے حضورؐ کی اس نصیحت کو ہمیشہ یاد رکھا اور اس کے مطابق کھانا کھایا۔

۷۔ جب کھانا کھانے کے لئے بیٹھا جائے تو کھانے کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھنا چاہیے، کھانے سے بے نیاز ہو کر بیٹھنا متکبرانہ طریقہ ہے۔ حضورؐ ہمیشہ کھانے کی طرف متوجہ ہو کر کھانا کھاتے تھے۔

حضورؐ فرماتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے مجھے بندہ کریم بنایا ہے اور جبار و سرکش و متکبر نہیں بنایا۔

(ابوداؤد کتاب الاطعمۃ باب فی الاکل من اعلی الصحفۃ)

۸۔ کھانا ٹیک لگا کر یا تکیہ لگا کر نہیں کھانا چاہیئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

فرماتے تھے کہ مجھے یہ متکبرانہ رویہ پسند نہیں کہ بعض لوگ ٹیک لگا کر کھانا کھاتے ہیں گویا وہ کھانے سے مستغنی ہیں۔

حضرت ابو جحیفہؓ وھب بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا کہ میں تکیہ لگا کر نہیں کھاتا۔

(بخاری کتاب الاطعمۃ باب الاکل متکئاً)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریمؐ کو دیکھا کہ حضورؐ بصورت اقعاء بیٹھے ہوئے کھجوریں کھا رہے تھے۔

(مسلم کتاب الاشربۃ باب اکل القثاء بالرطب)

(اقعاء یہ ہے کہ آدمی اپنے سرین زمین پر ٹیک کر پنڈلی کھڑی کر کے بیٹھے)

۹۔ کھانا تین انگلیوں سے کھانا چاہیئے۔

حضور اکرمؐ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے تھے۔

(مسلم کتاب الاشربۃ باب استحباب لعق الاصابع والقصعۃ والاکل اللقمۃ الساقطۃ)

۱۰۔ کھانا کھانے کے بعد تینوں انگلیوں کو چاٹ کر صاف کر لینا چاہیئے۔

حضرت کعب بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ تین انگلیوں سے کھانا کھاتے تھے اور فارغ ہونے کے بعد انگلیاں چاٹ کر صاف کر لیتے تھے۔

(مسلم کتاب الاشربۃ باب استحباب لعق الاصابع والقصعۃ والاکل اللقمۃ الساقطۃ)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو انگلیوں کو نہ پونچھے جب تک خود چاٹ نہ لے۔

(مسلم کتاب الاشربۃ باب استحباب لعق الاصابع والقصعۃ والاکل اللقمۃ الساقطۃ)

۱۱۔ کھانے کا برتن صاف کرنا چاہیئے۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں اور برتن کے چاٹنے کا امر کیا اور فرمایا تم نہیں جانتے۔ تمہارے کون سے کھانے میں برکت ہے۔

(مسلم کتاب الاشربۃ باب استحباب لعق الاصابع والقصعۃ والاکل اللقمۃ الساقطۃ)

۱۲۔ اگر کھانا کھاتے وقت کوئی لقمہ گر جائے تو صاف کر کے اُسے کھا لینا چاہیئے۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اس کو اُٹھا لے۔ اور کچھ الائش وغیرہ اس کے ساتھ لگی ہو تو اس کو دُور کر کے کھا لیا کرو۔ اور وہ لقمہ شیطان کے لئے نہ چھوڑے اور نہ اپنا ہاتھ انگلیاں چاٹنے سے پہلے رومال سے پونچھ لے۔ کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کون سے کھانے میں برکت ہے۔

(مسلم کتاب الاشربۃ باب استحباب لعق الاصابع والقصعۃ والاکل اللقمۃ الساقطۃ)

۱۳۔ کھانے کے بعد کلی کرنی چاہیئے۔ اور دانتوں کو صاف کرنے کے لئے مسواک یا برش کرنا چاہیئے۔

سوید بن نعمانؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول کریمؐ کے ہمراہ خیبر کی طرف روانہ ہوئے جب ہم مقام صہبا پہنچے تو آپؐ نے کھانا طلب فرمایا صرف ستو پیش کئے گئے چنانچہ ہم نے بھی کھایا۔ آپؐ نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور آپؐ نے کلی کی ہم نے بھی کلی کی۔

(بخاری کتاب الاطعمۃ باب المضمضۃ بعد الطعام)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر کھانے کے بعد مسواک فرمایا کرتے تھے۔

۱۴۔ کھانا کھانے کے بعد دُعا پڑھنی چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضور اکرمؐ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد یہ دُعا مانگا کرتے تھے ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

(ترمذی کتاب الدعوات باب مایقول اذا فرغ من الطعام)

سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور مسلمان یعنی اطاعت شعار بنایا ۔

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ کے آگے سے جب دستر خوان اٹھایا جاتا تو فرماتے ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ غَیْرَ مَکْفِیٍّ وَ لَا مُسْتَغْنٰی عَنْہُ رَبَّنَا ۔

(بخاری کتاب الاطعمۃ باب مایقول اذا فرغ من طعامہ)

اور ایک حدیث میں غَیْرَ مَکْفِیٍّ کے بعد وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنٰی عَنْہُ رَبَّنَا کے الفاظ آتے ہیں ۔

(شمائل ترمذی باب ماجاء فی صفۃ وضوء رسول اللہؐ عند الطعام)

ترجمہ و سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں ۔ بہت بہت تعریفیں ، پاک تعریفیں ، اور برکت والی تعریفیں کہ جو ایک دوسرے پر بس کرنے والی نہ ہوں ۔ جو چھوڑی نہ جائیں جن کی عادت ہمیشہ رہے ۔ اے ہمارے رب ! اور نہ ہی تعریف کرنے پر غفلت یا بے نیازی برتی جائے اور یہ کہ آج کے انعام پر ہی بس نہ ہو ۔ بلکہ اے ہمارے رب ! تو ہمیشہ ہم پر انعام کرتا رہ ۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ آپؐ کبھی ان الفاظ میں دُعا مانگا کرتے تھے ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَفَانَا وَاَرْوَانَا غَیْرَ مَکْفِیٍّ وَلَا مَکْفُوْرٍ

(بخاری کتاب الاطعمۃ باب ماذا یقول اذا فرغ من طعامہ)

یعنی سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہماری بھوک اور پیاس دور کی۔ ہمارا دل اس کی تعریف سے کبھی نہ بھرے اور ہم اس کی کبھی ناشکری نہ کریں۔

حضرت معاذ بن انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریمؐ نے فرمایا۔ جو شخص کھانا کھانے کے بعد کہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ ھٰذَا وَرَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃٍ

(ابوداؤد کتاب اللباس باب اوّل)

ترجمہ: تمام تعریف اُس اللہ کے لئے ہے جس نے مجھے کھانا کھلایا اور جس نے یہ کھانا بغیر میرے حیلے اور قوت کے عطا کیا۔ تو اس کے اگلے پچھلے گناہ بخشے جاتے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ شکرگزار کھانے والا صبر کرنے والے روزہ دار کی مانند ہوتا ہے۔

(بخاری کتاب الاطعمۃ باب الطاعم الشاکر مثل الصائم الصابر)

۱۵۔ کھانا تیار کرنے والے اور کھانا لانے والے خادم کو بھی کھانے میں سے حصہ دینا چاہیئے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی شخص کے پاس اس کا خادم کھانا لے کر آئے اور وہ اس کو اپنے ساتھ نہ بٹھائے تو اس کو ایک یا دو لقمے دے دے اس لئے کہ اس نے (باورچی خانہ کی) گرمی اور اس (کھانا) کی تیاری کی مشقت برداشت کی ہے۔

(بخاری کتاب الاطعمۃ باب الاکل مع الخادم)

۱۶۔ رات کا کھانا سامنے آجائے تو عشاء کی نماز میں جلدی نہیں کرنی چاہیئے۔

حضرت انس بن مالکؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب رات کا کھانا آجائے اور نماز کی تکبیر کہی جائے تو پہلے کھانا کھالو۔ ایوب نافع سے

بواسطہ ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ ایک دفعہ رات کا کھانا کھا رہے تھے حالانکہ انہیں امام کی قرات سُنائی دے رہی تھی۔

(بخاری کتاب الاطعمۃ باب اذاحضر العشاء و لا یعجل عن عشائہ)

۱۷۔ بلا ضرورت کھڑے ہو کر کھانا نہیں چاہیئے۔ لیکن بوقت ضرورت کھڑے ہو کر کھایا جا سکتا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم بوقت ضرورت چلتے ہوئے کھا پی لیتے تھے۔

(ترمذی ابواب الاشربۃ باب ماجاء فی الرخصۃ فی الشرب قائماً)

۱۸۔ پیٹ بھرنے سے پہلے کھانا چھوڑ دینا چاہیئے کیونکہ مومن کم خور ہوتا ہے۔ حضور اکرمؐ کی خوراک بہت کم اور سادہ تھی۔ اس بات کی شہادت حضرت ابوہریرہؓ یوں دیتے ہیں کہ آنحضرتؐ اس دنیا سے تشریف لے گئے مگر کبھی جَو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہ کھائی۔ (تجرید بخاری حصہ دوم ص۴۱۸)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مومن ایک آنت بھر کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔

(تجرید بخاری حصہ دوم ص۴۱۷)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص بہت پُرخور تھا۔ پھر وہ مسلمان ہو گیا تو بہت کم کھانے لگا۔ جب یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ مومن ایک آنت بھر کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔

(بخاری کتاب الاطعمۃ باب المومن یأکل فی معیً واحدٍ)

نافعؒ سے روایت ہے کہ ابن عمرؓ اس وقت تک کھانا نہیں کھاتے تھے جب تک کہ ایک مسکین ان کے پاس نہیں لایا جاتا تھا۔ جو اُن کے ہمراہ کھانا کھائے۔ چنانچہ

وہ شخص آیا اور بہت زیادہ کھا گیا۔ ابن عمرؓ نے کہا۔ اے نافع! اب تو میرے پاس اس کو نہ لانا۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مومن ایک آنت بھر کھاتا ہے اور کافر سات آنت بھر کھاتا ہے۔

(بخاری کتاب الاطعمۃ باب المومن یاکل فی معیً واحد)

۱۹۔ کھانے میں کبھی نقص نہیں نکالنا چاہیئے کیونکہ اس سے پکانے والے کی دل شکنی ہوتی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:

مَاعَابَ النَّبِیُّ صلی اللہُ علیہ وسلّم طَعَامًا قَطُّ اِنِ اشْتَہَاہُ اَکَلَہٗ وَاِنْ کَرِہَہٗ تَرَکَہٗ

(بخاری کتاب الاطعمۃ باب ما عاب النبیؐ طعامًا قطّ)

کہ آپؐ نے کبھی کھانے کو بُرا نہیں کیا۔ اگر اچھا معلوم ہوتا تو کھا لیتے اور اگر اچھا نہ معلوم ہوتا تو نہ کھاتے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ سے روایت ہے کہ وہ رسول کریمؐ کے ساتھ میمونہؓ کے پاس جو اُن کی اور ابن عباسؓ کی خالہ تھیں گئے۔ ان کے پاس بُھنا ہوا سوسمار (گوہ) دیکھا۔ میمونہؓ نے آنحضرتؐ کے سامنے سوسمار پیش کیا اور بہت کم ایسا ہوتا کہ آپ اپنا ہاتھ کسی کھانے کی طرف بڑھاتے جب تک کہ آپؐ سے بیان نہ کر دیا جاتا یا بتلا نہ دیا جاتا کہ کیا ہے۔ چنانچہ آپؐ نے اپنا ہاتھ سوسمار کی طرف بڑھایا۔ جو عورتیں آپؐ کے سامنے حاضر تھیں ان میں سے ایک نے آپؐ کو بتا دیا کہ حضورؐ یہ سوسمار ہے۔ آپؐ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ خالد بن ولید نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ کیا سوسمار حرام ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ نہیں۔ لیکن میرے ملک میں نہیں پایا جاتا۔ اس لئے میری طبیعت اس کو ناپسند کرتی ہے۔ خالد بن ولیدؓ کا بیان ہے کہ میں نے اس کو آنحضرتؐ کے سامنے سے کھینچ لیا اور میں نے اس کو کھایا حالانکہ رسول اللہؐ میری طرف دیکھ رہے تھے۔

(بخاری کتاب الاطعمۃ باب ما کان النبیؐ لا یاکل حتّٰی یسمّٰی لہ فیعلم ماھو)

۲۰۔ اکٹھے بیٹھ کر کھانا تناول کرنا چاہیئے۔ کیونکہ مِل کر کھانا کھانے میں برکت ہوتی ہے جب اکٹھے مِل کر کھانا کھایا جائے تو حرص اور جلد بازی کا مظاہرہ نہ کیا جائے۔

وحشی بن حربؓ سے روایت ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہم کھاتے ہیں اور سیر نہیں ہوتے۔ فرمایا شاید تم اکیلے اکیلے کھاتے ہو۔ انہوں نے کہا جی ہاں۔ فرمایا کھانا مل کر کھایا کرو اور بسم اللہ پڑھ کر کھایا کرو۔ تمہارے لئے اس کھانے میں برکت ہوگی۔

(ابوداؤد کتاب الاطعمۃ باب فی الاجتماع علی الطعام)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دو آدمی کا کھانا تین کو کفایت کرتا ہے اور تین کا چار کو۔

(مسلم کتاب الاشربۃ باب فضیلۃ المواساۃ فی الطعام القلیل)

اور حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی کا کھانا دو کو اور دو کا چار کو اور چار کا آٹھ کو۔

(مسلم کتاب الاشربۃ باب فضیلۃ المواساۃ فی الطعام القلیل)

۲۱۔ کھانا پیش کرتے وقت دائیں پہلو کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔

سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں جانب کا اس قدر لحاظ رکھا کرتے تھے کہ اگر آپ کے پاس اس قدر چیز ہوتی جو صرف ایک آدمی کے لئے کافی ہوتی تو اُسے دیتے جو دائیں جانب بیٹھا ہوتا۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ کو دائیں طرف سے کام کرنا سب کاموں میں پسند تھا۔

(بخاری کتاب الاطعمۃ باب التیمن فی الاکل وغیرہ)

۲۲۔ سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا نہیں کھانا چاہیئے۔

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے کی ممانعت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ یہ اس دنیا میں دوسروں کے لئے ہیں اور آخرت میں تمہارے لئے ہوں گی اسی طرح ہمیں ریشم اور دیباج پہننے سے بھی منع فرمایا۔

(مسلم کتاب الاشربۃ باب تحریم الذہب والحریر علی الرجال)

۲۳ - پاکیزہ اور طیب اشیاء کھانی چاہئیں۔ لیکن یہ مدّنظر رکھا جائے کہ غریبوں کا حق نہ مارا جائے اور کسی کو اس کے استعمال سے ایذا نہ پہنچے

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ○ (سورۃ البقرہ : ۱۷۳)

کہ اے مومنو! پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے تم کو دی ہیں کھاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ اگر تم صرف اس کی عبادت کرتے ہو۔

پھر سورۃ البقرہ میں ہی ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○

(سورۃ البقرۃ : ۱۶۹)

اے لوگو! زمین میں سے حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔ یقیناً وہ تمہارا کھلا کھلا دشمن ہے۔

مومنوں پر لازم ہے کہ وہ غذائی معاملات میں طیّبات کو ترجیح دیں۔ تاکہ وہ منہیات سے بچ جائیں اور اعمال صالحہ بجالاکر خدا تعالیٰ کے شکر گزار بندے بن جائیں۔

اسلام ہی وہ مذہب ہے جو بتاتا ہے کہ اگر کسی حلال چیز سے کسی کو دکھ یا ایذا

پہنچے تو اس خاص وقت میں اس کا استعمال بھی حرام ہو جاتا ہے جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا ہے

مَنْ اَکَلَ مِنْ ھٰذِہِ الشَّجَرِ یَعْنِی الثُّوْمَ فَلَا یَاتِیَنَّ الْمَسَاجِدَ

(مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ باب النہی اکل الثوم والبصل ونحوھما عند حضور المسجد)

جو اس درخت یعنی لہسن سے کھائے تو وہ مساجد میں نہ آئے۔

پھر ایک دوسری حدیث میں اس کی وجہ یوں بیان فرمائی۔

فَاِنَّ الْمَلَائِکَۃَ تَاَذّٰی مِمَّا یَتَاَذّٰی مِنْہُ الْاِنْسُ

(مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ باب النہی اکل الثوم والبصل ونحوھما عند حضور المسجد)

کہ ملائکہ بھی ان چیزوں سے تکلیف محسوس کرتے ہیں جن سے انسان تکلیف محسوس کرتے ہیں۔

انتہائی مجبوری کی حالت میں حرام اور ممنوعہ چیزوں کا تھوڑا سا استعمال جس سے آدمی کی جان بچ جائے کیا جا سکتا ہے لیکن اس کے بعد توبہ استغفار کثرت سے کرنا چاہیئے۔ تا غفور ورحیم یہ گناہ بخش دے اور آئندہ ان گناہوں سے محفوظ رکھے۔

گلی سڑی چیزیں اور ایسی چیزیں جن سے طبیعت انقباض محسوس کرے نہیں کھانی چاہیئے۔

۲۴۔ پُر تکلف کھانوں سے اجتناب کرنا چاہیئے تاکہ تعیش کی عادت نہ پڑ جائے۔

ایک دفعہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راستہ میں سے گزر رہے تھے کہ آپؐ نے دیکھا کہ ایک بکری بھُون کر لوگوں نے رکھی ہوئی ہے اور دعوت منا رہے ہیں۔ رسول کریمؐ کو دیکھ کر ان لوگوں نے آپؐ کو بھی دعوت دی۔ مگر آپؐ نے انکار کر دیا۔

(بخاری کتاب الاطعمۃ باب ما کان النبیؐ واصحابہ یاکلون)

آپؐ کے انکار کرنے کی وجہ یہ تھی کہ آپؐ اس قسم کے تکلّف کو ناپسند فرماتے تھے کہ لوگ غریب اور بھوکے پھرنے والے آدمیوں کے سامنے بکرے بھون بھون کر کھا رہے ہوں۔

حقیقت یہ تھی کہ حضورؐ اکرم کی غذا بہت سادہ تھی۔ آپؐ نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہ کھایا تھا۔ اور حدیث میں آتا ہے کہ آلِ محمدؐ نے کبھی گیہوں کی روٹی تین دن تک متواتر سیر ہو کر نہیں کھائی تھی۔ یہاں تک کہ حضورؐ اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔

(بخاری کتاب الاطعمۃ باب ما کان النبیؐ و اصحابہ یاکلون

آنحضرتؐ نے پُرتکلف کھانے عمر بھر نہیں کھائے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ نے تلی روٹی اور بکری بُھنی ہوئی کبھی مرتے دم تک نہیں کھائی۔

(بخاری کتاب الاطعمۃ الخبز الرقق والاکل علی الخوان والسفرۃ)

۲۵۔ جن کھانوں پر اللہ تعالیٰ کا نام بلند نہ کیا گیا ہو۔ اُن کا کھانا حرام ہے۔ اسلام میں نذر و نیاز کے کھانوں کا کھانا گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَ مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ (سورۃ النحل : ۱۱۶)

کہ جن کھانوں پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔ اور ان کھانوں کو غیر اللہ کے ساتھ نامزد کیا گیا وہ تم پر حرام ہے۔

پھر پارہ نمبر ۸ اور رکوع ۱ میں ارشاد ہے۔

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ۝ (سورۃ الانعام : ۱۱۹)

پس کھاؤ جن پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اگر تم اس کے نشانات پر ایمان لانے والے ہو۔

پس شریعت اسلامیہ نذر و نیاز کے کھانے حرام قرار دیتی ہے۔کیونکہ حرام چیزوں کے استعمال سے انسان بدی کی طرف جُھک جاتا ہے اور نیکی کی راہوں سے دُور ہو جاتا ہے۔ اور حرام کھانے والے شخص کی دُعا بھی قبول نہیں ہوتی۔

۲۶۔ کھانے میں اسراف سے کام نہیں لینا چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے.

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا (سورۃ الاعراف: ۳۲)

کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو۔

۲۷۔ سخت گرم کھانا تناول نہیں کرنا چاہیے۔کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت گرم کھانے کو پیٹوں میں آگ بھرنے کے مترادف قرار دیا ہے۔

پینے کے آداب

۱۔ پانی پینے سے پہلے بھی بسم اللہ پڑھنی چاہیئے۔ حضرت ابن عباس رض کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب پیو تو بسم اللہ پڑھ کر پیو

(ترمذی ابواب الاشربۃ باب ماجاء فی التنفس فی الاناء)

۲۔ پینے کا برتن ہمیشہ داہنے ہاتھ میں پکڑ کر پینا چاہیئے کیونکہ داہنے ہاتھ میں برکت ہوتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمیشہ داہنے ہاتھ سے کھاتے اور پیتے تھے۔

(بخاری کتاب الاطعمۃ باب التیمن فی الاکل وغیرہ)

اور صحابہؓ اور بچوں کو بھی داہنے ہاتھ کے استعمال کی تاکید فرماتے تھے۔

(بخاری کتاب الاطعمۃ باب التسمیۃ علی الطعام والاکل بالیمین)

۳۔ پینے کے بعد الحمد للہ کہہ کر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جب برتن اٹھا دو تو الحمد للہ کہو۔

(ترمذی ابواب الدعوات باب مایقول اذا فرغ من الطعام)

۴۔ بلا ضرورت کھڑے ہو کر پانی پینا نہیں چاہیئے۔
حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا ضرورت کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا۔

(مسلم کتاب الاشربۃ باب فی الشرب قائماً)

ضرورت کے وقت کھڑے ہو کر پانی پیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح احادیث میں

کھڑے ہوکر پانی پینے کی مکمل طور پر ممانعت نہیں آتی ۔

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم بوقت ضرورت چلتے ہوئے بھی کھا پی لیتے تھے اور کھڑے ہوکر پانی پی لیتے تھے ۔

(ترمذی کتاب الاشربۃ باب ماجاء فی الرخصۃ فی الشرب قائماً)

حدیث میں آتا ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ مسجد کوفہ میں تشریف لائے اور کھڑے ہی کھڑے پانی پی کر فرمایا ۔ ہر ایک شخص اس طرح کھڑے ہوکر پینے کو مکروہ سمجھتا ہے ۔ حالانکہ میں نے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح پیتے ہوئے دیکھا ہے جس طرح تم اب مجھے دیکھ رہے ہو ۔ (بخاری کتاب الاشربۃ باب الشرب قائماً)

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے (آب) زمزم کھڑے ہوکر پیا ۔

(تجرید بخاری حصہ دوم ص۴۳۳)

۵ ۔ پانی پیتے وقت درمیان میں تین دفعہ سانس لینی چاہیئے ۔ اس میں ایک طبی حکمت ہے کہ اگر پانی یک دم پیا جائے تو زیادہ پیا جاتا ہے اور اس سے معدہ خراب ہوجاتا ہے

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پانی پینے کے درمیان تین بار دم لیتے تھے ۔

(مسلم کتاب الاشربۃ باب کراھۃ التنفس فی الاناء)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ اونٹ کی مانند ایک دم مت پیا کرو ۔ بلکہ دو تین دم لے کر

(ترمذی ابواب الاشربۃ باب ماجاء فی التنفس فی الاناء)

۶ ۔ پانی پیتے وقت برتن کے اندر سانس نہیں لینا چاہیئے بلکہ برتن کو ایک طرف کرکے اس کے باہر سانس لینا چاہیئے ۔

حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں

سانس لینے سے منع کیا۔

(مسلم کتاب الاشربۃ باب کراھۃ التنفس فی الاناء)

ایک شخص کے یہ پوچھنے پر کہ ایک دم میں سیر نہ ہوں تو حضورؐ پھر کیا کریں۔ فرمایا دم لینے کے لئے منہ سے پیالہ علیحدہ کر دیا کرو۔

(ترمذی ابواب الاشربۃ باب ماجاء فی کراھیۃ النفخ فی الشراب)

۷۔ پینے کی چیز میں پھونک نہیں مارنی چاہیئے۔

حضرت ابوسعید الخدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پینے کی چیز میں پھونک مارنے سے منع فرمایا۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ برتن میں تنکے وغیرہ دیکھے جائیں تو پھر؟ پانی گرا کر (صاف کر لے)

(ترمذی ابواب الاشربۃ باب ماجاء فی کراھیۃ النفخ فی الشراب)

۸۔ مشکیزہ کا منہ کھول کر منہ لگا کر پانی نہیں پینا چاہیئے۔

حضرت ابوسعید الخدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ مشکیزہ کا منہ کھول کر منہ لگا کر پانی پیا جائے۔ (مسلم وبخاری)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول کریمؐ نے مشک یا سقہ کے منہ سے پینے کو منع فرمایا ہے۔ (تجرید بخاری حصہ دوم ص۳۴۲)

۹۔ سونے اور چاندی کے برتنوں میں پانی یا کوئی پینے کی چیز نہیں پینی چاہیئے۔

حضرت اُم سلمہؓ زوجہ مطہرہ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

اَلَّذِیْ یَشْرَبُ فِیْ اٰنِیَۃِ الْفِضَّۃِ اِنَّمَا یُجَرْجِرُ فِیْ بَطْنِہٖ نَارَ جَھَنَّمَ

(مسلم کتاب اللباس والزینۃ باب تحریم استعمال اوانی الذھب والفضۃ)

کہ جو شخص چاندی کے برتن میں پیتا ہے گویا وہ اپنے پیٹ میں دوزخ کی

آگ ڈال رہا ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ ہمارے ہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ ہم نے آپ کے لئے کانسی کے برتن میں پانی ڈال دیا۔ اس سے آپؐ نے وضو کیا۔

(بخاری کتاب الوضو باب الوضوء من التور)

عبدالرحمٰن بن ابی لیلی سے مروی ہے کہ ہم لوگ حذیفہؓ کے پاس بیٹھے تھے۔ انہوں نے پانی مانگا۔ ایک مجوسی ان کے پاس پانی لے کر آیا۔ جب یہ پیالہ ان کے ہاتھوں میں رکھا تو انہوں نے اس کو پھینک دیا اور کہا کہ اگر میں اس کو ایک یا دو مرتبہ منع نہ کر چکا ہوتا تو ایسا نہ کرتا (یعنی پیالہ کو نہ پھینکتا) میں نے آنحضرتؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ریشم اور دیباج نہ پہنو اور نہ سونا چاندی کے برتن میں پانی پیو اور نہ ان کی رکابیوں میں کھاؤ۔ اس لئے کہ دنیا میں یہ کفار کا سامان ہے اور ہمارے لئے آخرت میں ہے۔

(بخاری کتاب الاشربۃ باب الشرب فی آنیۃ الذھب)

۱۰۔ پینے کی چیز اگر پیش کرنی ہو تو ہمیشہ دائیں جانب سے اس کی ابتدا کرنی چاہیئے۔ کیونکہ دائیں جانب بیٹھنے والے شخص کا حق پہلے ہے۔

حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ کی خدمت میں پینے کی چیز لائی گئی۔ آپ نے اس میں سے پیا۔ آپؐ کی دائیں جانب ایک لڑکا بیٹھا تھا اور بائیں طرف بوڑھے آدمی بیٹھے تھے۔ آپؐ نے اس لڑکے سے پوچھا کیا اجازت ہے کہ میں ان بڑی عمر والوں کو دے دوں؟ لڑکے نے عرض کیا نہیں۔ حضور جو عطیہ مجھے آپ سے ملے۔ وہ میں کسی کو نہیں دینے کا۔ پس رسول کریمؐ نے اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

(مسلم کتاب الاشربۃ باب استحباب ادارۃ الماء واللبن علی الیمین المبتدی)

۱۱۔ پینے کی چیزوں کو بھی ڈھک کر رکھنا چاہیئے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضؓ کہتے ہیں کہ ابوحمید انصاری موضع نقیع سے ایک برتن میں نبی کریمؐ کے لئے دودھ لائے تو آپؐ نے فرمایا۔ اس کو ڈھک کر کیوں نہیں لائے (اور نہیں تو) ایک چوڑی سی تختی ہی اس پر رکھ لینی تھی۔

(تجرید بخاری حصہ دوم صد ۴۳۲)

۱۲۔ حرام اشیاء کے پینے سے ہمیشہ اجتناب کرنا چاہیئے۔ اور ایسی چیزیں جو نشہ آور ہوں ان کا استعمال ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں شراب کو رِجسٌ من عمل الشیطان ناپاک اور شیطانی کام ہے کہا ہے۔

۱۳۔ میزبان یعنی پیش کرنے والے شخص کو آخر میں نوش کرنا چاہیئے کیونکہ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قوم کے ساقی کی باری آخر میں ہوتی ہے۔

(ترمذی ابواب الاشربۃ باب ماجاء اَنَّ ساقی القوم اٰخرھم شربًا)

حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا۔ لوگوں کو پلانے والا سب سے پیچھے پیا کرے۔

(ترمذی ابواب الاشربۃ باب ماجاء اُن ساقی القوم اٰخرھم شربًا)

دعوتوں کے آداب

اسلامی تمدّن کی بُنیاد حقیقی مودّت و اخوّت پر ہے۔ اس محبّت اور اُخوّت کو بڑھانے کے لئے اور آپس میں برادرانہ تعلقات کو مزید مستحکم کرنے کے لئے دعوتوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ شادی بیاہ کے مواقع ہوں یا خوشی کی تقاریب ہوں انسان اپنی خوشیوں میں اپنے عزیز و اقارب، ہمسایوں اور ملنے جُلنے والوں کو شریک کرنے کے لئے دعوتیں کرتا ہے۔ وہ اپنی خوشیوں کو صرف اپنے تک محدود نہیں رکھتا بلکہ اپنی خوشیوں کو تقسیم کرتے ہوئے محبّت اور تعاون کی فضاء میں وہ دعوتوں کا اہتمام کرتا ہے۔

پارٹیاں اور دعوتی جلسے ہماری معاشرت کا ایک اہم حصّہ ہیں۔ محلّہ داری کا بھی یہ اہم فریضہ ہے کہ انسان وقتاً فوقتاً دعوتوں کے سامان پیدا کرے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے محبّت بڑھانے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ دعوتی جلسوں کا قیام اسلامی تمدن پر گہرا اثر ڈالتا ہے اور معاشرہ کی بھی احسن رنگ میں تکمیل ہوتی ہے اس لئے اسلام نے دعوتوں اور تقاریب کے لئے بھی آداب سکھائے تاکہ انسان ان آداب پر عمل پیرا ہو کر اپنی دعوتوں کو حقیقی رنگ میں خوشیوں کی تقاریب بنا سکے۔

۱۔ جب کوئی شخص دعوت پر بُلائے تو اس کی دعوت کو قبول کرنا چاہیئے کیونکہ دعوت کا قبول کرنا انسان کی باہمی محبّت کی علامت ہے اور آپس میں پیار کے اظہار کی نشانی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کھانے کے لئے دعوت دیا جائے تو قبول کرے۔ اور اگر روزہ دار ہو تو ان کے حق میں دُعا کرے (اور اگر روزہ دار نہ ہو تو) کھانا کھالے۔

(مسلم کتاب النکاح باب الامر باجابۃ الداعی الی دعوۃ)

۲۔ بن بُلائے دعوت میں شریک نہیں ہونا چاہیئے۔
دعوت کے لغوی معنی ہی بُلانے اور پُکارنے کے ہیں۔

۳۔ اگر کوئی شخص دعوت پر جاتے ہوئے ساتھ ہولے تو پھر صاحبِ خانہ سے اس کے لئے اجازت طلب کی جائے۔

ابو مسعودؓ البدری سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی۔ پانچ کی دعوت تھی۔ ان کے پیچھے ایک اور غیر مدعو شخص ہولیا جب دروازے پر پہنچے تو آپؐ نے صاحبِ دعوت سے کہا کہ یہ شخص ہمارے ساتھ ہولیا ہے اگر چاہو تو اِذن دے دو۔ ورنہ واپس چلا جائے۔ اس نے عرض کیا۔ مَیں اِذن دیتا ہوں اِس کو یا رسول اللہؐ!

(مسلم کتاب الاشربۃ باب مایفعل الضیف اذا تبعہٗ غیر من دعا صاحب الطعام)

۴ دعوت کے لئے وقت پر جانا چاہیئے۔ پہلے جاکر بیٹھنا نامناسب ہے کیونکہ اہلِ خانہ کو اس سے پریشانی اُٹھانی پڑتی ہے۔ وہ آپ کو اپنی پوری توجہ اور وقت نہیں دے سکتا اور بجائے محبت بڑھنے کے مُغائرت کا اِحساس دلوں پر غالب آنے لگتا ہے۔

۵ قرآنی حکم فَسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ
کے مطابق کہ اپنے عزیزوں اور دوستوں کو سلام کہو۔ سلام کرنا چاہیئے اور مصافحہ کرنا چاہیئے۔

کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کرنے اور مصافحہ کرنے کو باہمی اتحاد کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ سلام کہنا بہت بڑی نیکی ہے اور پاکیزہ دُعا ہے۔ اور اخوّت اسلامی کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ دعوتوں اور تقاریب میں آپس میں سلام اور مصافحہ کو رواج دیا جائے۔

۶۔ ہاتھ دھو کر اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھایا جائے اور کھاتے وقت صفائی کا خاص خیال رکھا جائے۔

۷۔ کھانے میں نقص نہ نکالے جائیں اور نہ ہی مذمت کی جائے۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دستر خوان پر جو کھانا آتا اگر ناپسند ہوتا تو اس میں ہاتھ نہ ڈالتے لیکن اس کو بُرا نہ کہتے۔

(بخاری کتاب الاطعمۃ باب ما عاب النبیؐ طعاماً قطُّ)

۸۔ مُنہ میں لُقمہ ہو تو باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔

۹۔ کھانے کی میز پر اگر بزرگ بیٹھے ہوں تو کھانے میں جلدی نہیں کرنی چاہیئے بلکہ جب تک وہ کھانا شروع نہ کریں باقیوں کو کھانا شروع نہیں کرنا چاہیئے۔

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی کھانے پر جمع ہوتے تو ہم کھانے میں ہاتھ نہیں ڈالتے تھے۔ جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا شروع نہ کریں۔

(مسلم کتاب الاشربۃ باب اداب الطعام والشرب واحکامھا)

۱۰۔ چھُری کانٹے اگر میز پر ہوں تو ان کا استعمال کیا جائے۔ اسلام نے ان سے منع نہیں فرمایا۔ تکلف اور ایک فعل پر زور دینے سے منع کیا ہے تاکہ غیر قوم سے مشابہت نہ ہو جائے۔ اسلام سادگی کو پسند کرتا ہے اور گوشت وغیرہ کو دانتوں سے بھی کھایا جاسکتا ہے۔

حضرت جعفر بن عمرو بن امیہ اپنے والد عمرو بن امیہ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ بکری کا ایک شانہ آپؐ کے دستِ مبارک میں تھا جسے آپؐ چھری سے کاٹ کاٹ کر کھا رہے تھے۔ پھر نماز کے لئے اذان کہی گئی تو اس شانہ اور چھری کو جس سے گوشت کاٹ رہے تھے ایک طرف ڈال دیا اور کھڑے ہو گئے۔ پھر نماز پڑھی لیکن وضو نہیں کیا۔

(بخاری کتاب الاطعمۃ باب قطع اللحم بالسکین)

۱۱۔ جب کوئی شخص کھانے کی دعوت دے اور پھر خود کسی کام میں مشغول ہو جائے تو برا نہیں منانا چاہیئے کہ وہ ہمارے پاس ضرور کیوں نہیں آکر بیٹھا۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ میں کمسن تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ چلا جا رہا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک درزی غلام کے گھر میں داخل ہوئے تو اس نے ایک پیالہ پیش کیا جس میں کچھ کھانے کی چیز تھی اور اس میں کدو تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کدو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکال رہے تھے۔ جب میں نے یہ دیکھا تو میں نے آپؐ کے سامنے کدو جمع کرنا شروع کیا اور وہ غلام اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ جب سے میں نے رسول اللہؐ کو اس طرح کرتے دیکھا اسی دن سے میں کدو پسند کرنے لگا۔

(بخاری کتاب الاطعمۃ باب من اضاف رجلاً علیٰ طعام واقبل ھو علیٰ عملہ)

۱۲۔ ایک میز سے یا ایک دسترخوان سے کھانا دوسرے دسترخوان یا میز تک اُٹھا کر نہیں دینا چاہیئے۔

محمدؐ بن یوسف نے کہا میں نے محمدؐ بن اسماعیل کو بیان کرتے ہوئے سُنا کہ جب چند لوگ دسترخوان پر بیٹھے ہوئے ہوں تو جائز نہیں کہ ایک دسترخوان والے دوسرے دسترخوان پر بیٹھے ہوئے لوگوں کو دیں لیکن ایک ہی دسترخوان پر بیٹھے ہوئے

لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے کو دینے یا نہ دینے کا اختیار ہے۔

(بخاری کتاب الاطعمۃ باب من ناول او قدم علیٰ صاحبہ علی المائدۃ تنبیعًا)

۱۳۔ کھانا آنے پر بے صبری، جلدی بازی اور حرص کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیئے بلکہ بڑے وقار کے ساتھ مہذبانہ طریقے سے کھانا کھانا چاہیئے، اور نہ ہی کھاتے وقت منہ سے آوازیں نکالنی چاہیئں۔ کیونکہ اس سے دوسرے شخص کو کوفت ہوتی ہے۔

۱۴۔ جب کسی دعوت میں جائیں تو اپنے نزدیک اور سامنے کے کھانے سے حصّہ لینا چاہیئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو سالن سامنے ہوتا اُسی میں ہاتھ ڈالتے اِدھر اُدھر ہاتھ نہ بڑھاتے تھے، اور اس سے اوروں کو بھی منع فرماتے تھے۔ اور فرماتے کُلْ مِمَّا یَلِیْكَ کہ جو تیرے سامنے ہے اُسے کھا۔

(ریاض الصالحین کتاب الطعام باب الأمر فی الأکل من جانب القصعۃ ....)

۱۵۔ دعوت میں کوئی ایسی حرکت نہیں کرنی چاہیئے جس سے دوسروں کو گھن آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ڈکار کو ناپسند فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ اتنا زیادہ کیوں کھاتے ہو۔

۱۶۔ دعوتوں میں کھانے کو ضائع نہیں کریں اپنی پلیٹ میں اتنا ہی ڈالیں جتنی آپ کو کھانے کی چاہت ہے اور پھر اپنی پلیٹ کو صاف کریں اس میں کھانا نہ بچائیں۔

(ابن ماجہ کتاب الاطعمۃ باب الاقتصاد فی الأکل وکراھیۃ الشبع)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کھانے کے بعد برتن کو چاٹ کر صاف کر دیتا ہے تو وہ برتن اس کے حق میں دُعا کرتے ہیں

(دارمی کتاب الاطعمۃ باب فی لحق الصفحۃ)

۱۷۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پڑھنی چاہیئے اور صاحبِ خانہ کے لئے دُعا کرنی چاہیئے۔

۱۸۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد دوپہر تک وہاں نہیں بیٹھنا چاہیئے بلکہ

صاحبِ خانہ سے اجازت لے کر جلد واپس چلے جانا چاہیئے۔ صاحبِ خانہ جھجک کی وجہ سے تم سے واپس چلے جانا کا نہیں کہتا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

فَاِذَا طَعِمۡتُمۡ فَانۡتَشِرُوۡا۔ سورۃ احزاب : ۵۴)

کہ جب تم کھانا کھالو تو منتشر ہو جاؤ۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ پردہ کی آیت نازل ہونے کے بارے میں لوگوں میں سب سے زیادہ مَیں جانتا ہوں۔ ابی بن کعبؓ مجھ ہی سے پوچھتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی زینبؓ بنت جحش سے نئی نئی ہوئی تھی اور ان سے نکاح مدینہ ہی میں کیا تھا۔ دن چڑھنے کے بعد لوگوں کو کھانے کے لئے مدعو کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے جب کچھ لوگ کھا کر فارغ ہوئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کھا کر فارغ ہوئے اور چلنے لگے تو ہم بھی آپؐ کے ہمراہ چل پڑے۔ یہاں تک کہ حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے دروازہ پر پہنچ گئے تو خیال کیا کہ لوگ چلے گئے ہونگے مَیں بھی آپؐ کے ساتھ واپس ہوا تو دیکھا کہ وہ لوگ اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ پھر آپؐ واپس ہو گئے۔ مَیں بھی آپؐ کے ساتھ دوسری مرتبہ واپس آیا تو دیکھا کہ لوگ چلے گئے ہیں۔ آپؐ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیا۔ اسی وقت پردہ کی آیت نازل ہوئی۔

(بخاری کتاب الاطعمۃ باب قول اللہ عزّوجل فاذا طعمتم فانتشروا)

۱۹۔ امیر لوگ جب دعوت کریں۔ تو انہیں غریب شخص کو بھی دعوت میں لازماً بلانا چاہیئے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ بدترین دعوت وہ ہے جس میں امیر لوگوں کو بلایا جائے اور غریبوں کو نظرانداز کر دیا جائے۔

(بخاری کتاب النکاح باب من ترک الدعوۃ فقد عصی اللہ ورسولہٗ)

۲۰۔ اگر کوئی غریب شخص دعوت کرے اور وہ اُمراء کو بلائے تو اُمراء پر لازم ہے کہ وہ اس کی دعوت میں شریک ہوں۔ اگر وہ امیر غریب کی غربت کی وجہ سے دعوت کو ردّ کردے تو ایسا شخص خدا اور اس کے رسولؐ کا نافرمان شمار ہوگا۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔

لَوْ دُعِيْتُ اِلٰى كُرَاعٍ لَاُجِبْتُ۔

(شمائل ترمذی باب ماجاء فی تواضع رسولؐ اللہ)

یعنی اگر کوئی غریب شخص بکری کا ایک کُھر یا پایہ پکا کر بھی مجھے اپنے گھر پر بلائے تو میں اس کی دعوت کو ضرور قبول کروں گا۔

اسلامی تعلیم غریبوں اور امیروں کے درمیان تمدّنی تعلقات کو فروغ دینے اور انہیں ایک ہی خاندان کا فرد سمجھنے کے لئے ایسے سُنہری اصول قائم کرتی ہے جو معاشرے کی سالمیت اور باہمی محبّت کے لئے ضروری ہیں۔

۲۱ دعوتوں میں اپنے ہمسایوں کو بھی ضرور بلانا چاہیئے انہیں اپنی خوشیوں میں ضرور شریک کرنا چاہیئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ قرابت نوازی حُسنِ خلق اور خوشگوار ہمسائیگی سے بستیاں آباد ہوتی ہیں اور عمریں دراز ہوتی ہیں۔

(کنز العمال کتاب الثالث باب فی الاخلاق والافعال المحمودۃ
باب صلۃ الرحم والترغیب فیھا والترھیب من قطعھا)

(۲۲) دعوتوں میں تکلّف اور اسراف سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ کیونکہ اسراف کرنا شیخی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝

(سورۃ لقمان : ۱۹)

اللہ تعالیٰ ہر شیخی کرنے والے اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔

پس دونوں خدا تعالےٰ کی برکتوں کی سبیل ہیں۔ پس اپنی جسمانی صحت کی حفاظت کے ساتھ ساتھ رُوحانی صحت کا خاص خیال رکھیں۔ حرام اور منہیات سے بچتے ہوئے ہمیشہ حلال و طیّب غذاؤں کا استعمال کریں تا اخلاق بھی پاکیزہ ہو جائیں۔

عیادت کے آداب

اللہ تعالیٰ رؤف ورحیم ہے۔ اس کی رحمت کی کوئی حد نہیں ہے۔ جیساکہ وہ خود فرماتا ہے۔" رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ' (سورۃ الاعراف : ۱۵۷)

' کہ میری رحمت ہر چیز پر حاوی ہے۔ اپنے بندوں پر اس کا لطف واحسان اور فضل وکرم بے انتہا ہے۔ اور بیمار بندوں پر اس کی شفقت ورحمت اس طرح عیاں ہے کہ اس نے انہیں بعض فرائض کی ادائیگی میں ان کی بیماری اور تکلیف کے بڑھ جانے کے سبب رخصت دے دی۔ جیسا کہ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۷ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِنْ کُنْتُمْ مَرْضٰی ....

کہ اگر تم بیمار ہو تو تیمم کر لیا کرو یعنی تم پاک مٹی کا قصد کرو اور اس سے کچھ مٹی لے کر اپنے مونہوں اور اپنے ہاتھوں کو ملو۔ اللہ تعالیٰ تم پر کسی قسم کی تنگی نہیں کرنا چاہتا۔ پھر سورۃ المزمل آیت نمبر ۲۱ میں بیماروں کو نماز تہجد کو ادا کرنے میں سہولت عطا فرمائی اور فرمایا عَلِمَ اَنْ سَیَکُوْنُ مِنْکُمْ مَرْضٰی (سورۃ المزمل : ۲۱)

کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار بھی ہوں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کی صفات کا مظہر اتم تھے۔ آپ مخلوق خدا کی ہمدردی وشفقت میں مہرباں ماں سے بھی بڑھ کر شفیق تھے۔ آپؐ نے مسلمانوں کو بیماروں کی عیادت کرنے کی خاص تاکید فرمائی اور اس کے آداب بھی سکھائے۔

عیادت ایک مذہبی فریضہ ہے اور مذہبی حیثیت سے کھل کر اس کی ابتدا اس

وقت ہوئی جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے۔

ذیل میں سُنّتِ نبویؐ اور احادیث مبارکہ کے تحت عیادت کے آداب پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ بیماروں کی عیادت کرنے میں دوست، دشمن، مومن، کافر کسی کی تخصیص نہیں کرنی چاہیئے۔ حدیث میں آتا ہے۔

اَلْخَلْقُ عَیَالُ اللّٰہِ (کنز العمال جلد نمبر ۶ حدیث نمبر ۱۶۱۷۱)

کہ ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی آل اولاد ہے۔

پس خواہ انسان کا تعلق کسی بھی عقیدے کے ساتھ ہو ان کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی رکھنا مومن کا فرض ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم بلا تخصیص مذہب و ملّت بیماروں کی عیادت کرتے تھے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے ایک یہودی لڑکا نبی کریمؐ کی خدمت کیا کرتا تھا وہ بیمار ہو گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی مرض الموت میں عیادت کو آئے۔ اور اس کے سر کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا مسلمان ہو جا۔ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے پاس تھا۔ اس نے کہا۔ بیٹے ابوالقاسم کی بات مان لے۔ وہ لڑکا مسلمان ہو گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم باہر تشریف لائے اور فرمایا سب تعریف اس اللہ کی ہے جس نے اُسے آگ سے نجات دی۔

(بخاری کتاب الجنائز باب اذا اسلم الصبیّ فمات ھل یصلّی علیہ)

غریب سے غریب بیمار ہوتا تو آپؐ اس کی عیادت کو تشریف لے جاتے تھے۔

(شمائل ترمذی باب ما جاء فی التواضع الرسولؐ اللہ)

۲۔ خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور محبّت کی خاطر بیمار کی عیادت کرنی چاہیے۔ کیونکہ جب خدا تعالیٰ کے لئے کسی کی عیادت کی جائے تو خدا تعالیٰ اپنے اس بندے پر بہت خوش

ہوتا اور اس کی جزا خود بن جاتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ عزّوجل قیامت کے دن فرمائے گا۔ اے ابنِ آدم! میں بیمار ہُوا تو نے میری عیادت نہ کی۔ بندہ کہے گا اے پروردگار! تو ربّ العالمین ہے۔ میں تیری عیادت کیونکر کرسکتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کیا تجھے علم نہیں تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا۔ تُونے اس کی عیادت نہ کی۔ کیا تو جانتا نہیں کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو تو مجھے وہاں پاتا

(مسلم کتاب البرّ والصلۃ باب فضل عیادۃ المریض)

۳۔ ایک مسلمان کا حق ہے کہ وہ عیادت کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہ کرامؓ کو اس کا حکم دیا کہ وہ بیمار کی عیادت کریں۔

(بخاری کتاب المرضیٰ باب وجوب عیادۃ المریض)

حضور اکرمؐ بڑے رقیق القلب اور متاثر الطبع تھے۔ دوسروں کی تکلیف کو دیکھ کر بہت دکھی ہو جاتے اور عیادت میں بڑا تعہد رکھتے۔

ایک دفعہ حضرت سعد بن عبادہؓ بیمار ہوئے۔ آپؐ عیادت کو تشریف لے گئے۔ اُن کو دیکھ کر آپؐ پر رقّت طاری ہوگئی اور آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ آپؐ کو روتا دیکھ کر سب رو پڑے۔

(بخاری کتاب الجنائز باب البکاء عند المریض)

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ہمیں حکم دیا۔ بیمار پُرسی کا۔ جنازوں کے پیچھے جانے کا۔ چھینکنے والے کو جواب دینے کا اور کمزور کی مدد کا اور سلام کو افشا کرنے کا اور قسم کھانے والے کو سچا کرنے کا۔

(بخاری کتاب الاستیذان باب افشاء السلام)

عیادت کا بہت ثواب ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب کوئی آدمی کسی مریض

کی عیادت کرتا ہے .... تو ایک آواز دینے والا اُسے آواز دیتا ہے کہ تو بھی مرغوب ہے اور تیرا چلنا پھرنا بھی مرغوب ہے۔ تو نے جنت میں اپنا گھر بنا لیا۔

(ترمذی ابواب البرّ والصلۃ باب ما جاء فی زیارۃ الاخوان)

۴۔ عیادت صرف ایک بار ہی نہ کی جائے بلکہ جہاں تک ہو سکے۔ بیمار کی تیمارداری اور مزاج پرسی کے لئے جتنی بار ہو سکے جائے۔

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ جب حضرت سعدؓ کو خندق کے روز تیر لگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا خیمہ مسجد میں لگوا دیا۔ اور حضورؐ ان کی بار بار عیادت فرماتے تھے۔

(ابو داؤد کتاب الجنائز باب العیادۃ مراراً)

حضرت زید بن ارقمؓ روایت کرتے ہیں مجھے آشوبِ چشم کی تکلیف ہوئی تو حضورؐ بار بار میری عیادت فرماتے تھے۔

(ابو داؤد کتاب الجنائز باب العیادۃ علی الرمد)

۵۔ صبح اور شام کے اوقات میں عیادت کرنے کا بہت زیادہ ثواب ہے حضورؐ فرماتے ہیں کہ "جب کوئی صبح کو کسی بیمار کی عیادت کرتا ہے تو شام تک ستّر ہزار فرشتے اس کی مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور اسی کے لئے جنت میں ایک باغ مقرر کیا جاتا ہے اور جب وہ شام کو عیادت کرتا ہے تو صبح تک ستّر ہزار فرشتے اس کی مغفرت کے لئے بارگاہِ الٰہی میں اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور اُس کے لئے جنت میں ایک باغ مقرر کیا جاتا ہے۔

(سنن ابی داؤد کتاب الجنائز باب فی فضل العیادۃ علی الوضوء)

دوسری روایت میں ہے کہ عیادت کرنے والے کے لئے ستّر ہزار فرشتے دعا کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ شام کرے۔ اگر پچھلے پہر عیادت کرے تو صبح تک

(ترمذی ابواب الجنائز باب ما جاء فی عیادۃ المریض)

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان جب مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو واپس لوٹنے تک بہشت کی میوہ خوری میں ہوتا ہے۔ (مسلم کتاب البر والصلۃ باب فضل عیادۃ المریض)

۶ مریض کی عیادت کے لیے جب جایا جائے تو اس کے پاس بیٹھ کر اُسے تسلی دی جائے۔ اور محبت کے ساتھ اس سے گفتگو کی جائے اور اچھی باتوں کے ساتھ اس کا دل بہلایا جائے۔ کیونکہ بیماری میں انسان بہت حسّاس ہو جاتا ہے۔ اس کے جذبات بہت نازک ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں اپنے ہمدرد دوست کی تسلی وتشفی کے چند الفاظ بھی اس کی مرض اور تکلیف کی شدّت کو کم کرنے کا موجب بن جاتے ہیں۔ مریض کو یوں تسلی دی جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری پیدا نہیں کی جس کی دوا نہ ہو۔

(بخاری کتاب الطب باب ما أنزل اللہ من داءٍ الا انزل لہٗ شفاءۃ)

اور یہ کہ اس کی بیماری سے اس کے گناہ جھڑ جائیں گے۔ جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ مومن کو جو بھی دکھ یا تکلیف یا بیماری یا رنج پہنچتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اس کی کمزوریوں اور غلطیوں کا کفارہ کر دیتا ہے۔ یعنی بڑے بڑے نقصانات اور آخرت کی گرفت سے اللہ تعالیٰ اس کو بچا لیتا ہے۔

(مسلم کتاب البر والصلۃ باب ثواب المومن فیما یصیبہٗ)

حضرت رسول کریمؐ فرماتے تھے کسی مسلمان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی مگر اللہ تعالیٰ اس کے سبب اس کے گناہوں کو جھاڑ دیتا ہے۔ جس طرح درخت کے پتے۔

(بخاری کتاب المرضیٰ باب مایقال المریض ومایجیب)

سفر السادات میں ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ جب تم کسی مریض کی عیادت

کے لئے جایا کرو تو مریض کے سامنے اس کی درازیٔ عمر کے متعلق بات کرو۔ حالانکہ ایسا کہنا تقدیر کو ٹال نہیں سکتا لیکن مریض کا دل خوش ہو جاتا ہے۔

۷۔ مریض کی جب عیادت کی جائے تو اس کے ہاتھ اور اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر اسے تسلی دی جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض اہل کی عیادت کرتے تو اپنا دایاں ہاتھ لگاتے

(بخاری کتاب المرضیٰ باب وضع الید علی المریض)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے کسی رشتہ دار کی عیادت کے لئے آتے تو اپنا دایاں ہاتھ اس کے سر پر پھیرتے۔

(مسلم کتاب السلام باب استحباب الرقیۃ المریض)

عائشہ بنت سعدؓ کے والد نے کہا کہ میں مکّہ میں بہت سخت بیمار ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کو تشریف لائے۔ آپؐ نے اپنا ہاتھ میری پیشانی پہ رکھا۔ پھر میرے چہرے اور پیٹ پہ میرا ہاتھ پھیرا اور دعا کی کہ اللہ سعدؓ کو شفا دے اور اس کی ہجرت کو مکمل کر دے میں اس وقت سے اب تک اپنے جگر میں اس کی ٹھنڈک محسوس کرتا ہوں۔

(بخاری کتاب المرضیٰ باب وضع الید علی المریض)

۸۔ مریض کی عیادت کے لئے جب جایا جائے تو اس کی صحت یابی کے لئے دُعا بھی مانگی جائے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض اہل کی عیادت کرتے اپنا دایاں ہاتھ لگاتے اور کہتے۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْھَبِ الْبَاسَ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَاشِفَاءَ اِلَّاشِفَاءُکَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَماً۔

(بخاری کتاب الطب باب مسح الرّاقی فی الوجع بیدہٖ الیمنٰی)

اے اللہ لوگوں کے رب تکلیف دور کر اور تندرستی عطا کر تو ہی شفا دینے والا ہے۔کوئی شفا نہیں مگر تیری شفا۔ ایسی شفا جو بیماری نہ چھوڑے۔(بخاری و مسلم)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جو شخص بیمار کی عیادت کرے تو سات بار کہے اَسْئَلُ اللّٰہَ العظیم رَبَّ العَرْشِ الْعَظِیْمِ ان یَّشْفِیَکَ۔

(ابوداؤد کتاب الجنائز باب الدعا للمریض عند العیادۃ)

ترجمہ: میں سوال کرتا ہوں اللہ عظمت والے سے جو کہ عرش عظیم کا رب ہے تجھ کو تندرستی عطا کرے، اللہ اس مرض سے شفا دے گا اگر اس کی اجل مقدر نہیں۔

ابوسعید الخدریؓ سے روایت ہے کہ حضرت جبریلؑ حضرت نبی کریمؐ کے پاس آئے اور کہا یا محمدؐ! آپؐ بیمار ہیں۔فرمایا۔ ہاں۔ تو اس نے کہا بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ مِنْ کُلِّ شَیْئٍ یُّؤْذِیْکَ مِنْ شَرِّ کُلِّ نَفْسٍ اَوْعَیْنٍ حَاسِدٍ اَللّٰہُ یَشْفِیْکَ بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ

اللہ کے نام کے ساتھ میں تعویذ کرتا ہوں تجھ کو ہر ایک تکلیف دینے والی چیز سے ہر ایک نفس کے شر سے یا ہر ایک حاسد کی آنکھ سے اللہ تجھ کو شفا دے میں اللہ کے نام کے ساتھ تجھ کو تعویذ کرتا ہوں۔

(مسلم کتاب السلام باب الطب والمرض والرقی)

۹۔ مریض کی جب عیادت کی جائے تو اس کی توجہ دعا کی طرف بھی پھرائی جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار کی عیادت کا بہت اچھی طرح خیال رکھتے تھے اور دعا کی طرف اُسے متوجہ بھی فرماتے تھے۔

حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کا بیان ہے کہ اس نے رسول کریمؐ کے پاس اپنے درد

کی شکایت کی جو اس کے جسم میں ہو رہا تھا تو رسول کریمؐ نے فرمایا۔ اپنا دایاں ہاتھ رکھ جہاں درد ہو رہا ہے اور تین بار بِسْمِ اللّٰہ پڑھ اور سات بار پڑھ اَعُوْذُ بِعِزَّۃِ اللّٰہِ وَ قُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ

(مسلم کتاب السلام باب استحباب وضع یدہ علی الموضع الالم مع دعا)

میں اللہ تعالیٰ کی عزت اور قدرت کی پناہ پکڑتا ہوں اس شر اور تکلیف سے جس کو میں پاتا ہوں اور میں بچاؤ کرتا ہوں۔

۱۰۔ مریض کو چاہیئے کہ وہ بے صبری کے کلمات نہ کہے اور نہ ہی موت کی تمنا کرے۔ اور زندگی سے مایوس نہ ہو۔ حدیث میں آتا ہے۔

انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا اس مصیبت کی وجہ سے نہ کرے جو اسے پہنچتی ہے۔ اور اگر ایسا کرنا ضروری ہی سمجھے تو یہ کہے اے اللہ! جب تک میرا زندہ رہنا میرے لئے بہتر ہے۔ اس وقت تک ہمیں زندہ رکھ اور مجھے وفات دے۔ اگر مر جانا میرے لئے بہتر ہے۔

(بخاری کتاب المرضیٰ باب نہی تمنی المریض الموت)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص موت کی آرزو نہ کرے۔ اس لئے کہ یا تو نیکو کار ہو گا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی نیکی میں اضافہ کرے اور اگر بدکار ہے تو اُمید ہے کہ وہ توبہ کرلے۔

(بخاری کتاب المرضیٰ باب نہی تمنی المریض الموت)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرتؐ کو اس حال میں کہ مجھ پر سہارا لگائے ہوئے تھے فرماتے ہوئے سنا کہ

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاَلْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ۔ کہ اے میرے

اللہ! مجھ کو بخش دے اور مجھ پر رحم کر۔ اور مجھ کو رفیق (اعلیٰ) سے ملا دے۔

(بخاری کتاب المرضیٰ باب نہی تمنی المریض الموت)

۱۱۔ مریض کی شفا یابی کے لئے جہاں اس کی عیادت کے وقت دعا کی جانی چاہیئے وہاں اس مریض کے لئے غائبانہ دعائیں بھی مانگنی چاہئیں کیونکہ خلوص دل سے مانگی جانے والی دعا اللہ تعالیٰ کے حضور قبولیت کا شرف حاصل کر لیتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی دعا اتنی سرعت سے قبول نہیں ہوتی جتنی کہ غائبانہ دعا۔

(ترمذی ابواب البرّ والصلۃ باب ماجاء فی دعوۃ الأخ لأخیہ بظہر الغیب)

۱۲۔ عیادت کے وقت اپنے بیمار بھائی کو دَم کرنا بھی جائز ہے لیکن دَم اور درود کو پیشہ اور کمائی کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیئے۔

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے ایک ماموں تھے جو بچھو کا دَم کرتے تھے۔ حضورؐ نے جب دم کرنے سے منع فرمایا تو وہ حضورؐ کے پاس آئے اور عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ! آپ نے دم کرنے سے منع فرمایا ہے اور میں بچھو کا دم کرتا ہوں۔ اور لوگوں کو اس سے فائدہ ہوتا ہے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو کوئی فائدہ پہنچا سکے وہ ضرور پہنچائے۔

(مسلم کتاب السلام باب استحباب الرقیۃ من العین والنملۃ والحمۃ)

مقصد یہ ہے کہ دم درود کو پیشہ اور کمائی کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔ اگر کسی کے پاس بابرکت دعائیہ کلمات ہیں جن میں کسی قسم کا شرک نہیں پایا جاتا تو پھر وہ ان کے ذریعہ سے اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے کچھ صحابہؓ سفر میں تھے وہ عرب کے ایک قبیلے کے پاس سے گزرے اور ان کا مہمان بننا چاہا۔ لیکن انہوں نے

مہمانی نہ کی (اس رات اس قبیلے کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا) وہ ان صحابہؓ کے پاس آئے اور پوچھا تم میں سے کوئی دم کر سکتا ہے ؟ صحابہؓ میں سے ایک شخص نے کہا۔ ہاں میں کر سکتا ہوں۔ چنانچہ وہ بیمار کے پاس آئے اور سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا۔ اس پر وہ سردار اچھا ہو گیا اور خوش ہو کر بکریوں کا ایک چھوٹا سا ریوڑ ان کو بطور انعام دیا لیکن انہوں نے یہ ریوڑ قبول نہ کیا اور کہا کہ جب تک آنحضرتؐ سے پوچھ نہ لوں یہ ریوڑ نہ لوں گا۔ چنانچہ آنحضرتؐ کے پاس وہ آئے اور اس واقعہ کا ذکر کیا اور ساتھ ہی عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ! میں نے صرف سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تھا۔ اس پر حضورؐ نے تبسم فرمایا اور پوچھا تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ سورۃ فاتحہ دم ہے۔ پھر فرمایا۔ تم اس قبیلہ سے بکریاں لے لو اور میرا حصہ بھی ان بکریوں میں رکھو۔ مقصد یہ ہے کہ اس صورت حال میں جو انعام یا نذرانہ انہوں نے دیا ہے اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں۔

(مسلم کتاب السلام باب جواز اخذ الاجرۃ علی الرقیہ)

سورۃ فاتحہ کا ایک نام سورۃ الرقیہ بھی ہے جس کے معنی ہیں دم کرنے والی سورت قرآن مجید میں "شفا" کا لفظ چھ مقام پر آیا ہے۔ اگر ان چھ آیات کو پڑھ کر دم کیا جائے تو اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے شفا دیتا ہے۔ وہ چھ آیات یہ ہیں۔

۱۔ يَآيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝

(سورۃ یونس : ۵۸)

اے لوگو! یقیناً تمہارے ربّ کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت آچکی ہے۔ اور وہ شفا ہے اس کے لئے جو سینوں میں ہے اور ہدایت اور رحمت ہے مومنوں کے لئے۔

۲ ثُمَّ كُلِي مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۚ يَخْرُجُ مِن بُطُونِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ○ (سورۃ النحل : ۷۰)

ترجمہ: پھر ہر قسم کے پھلوں میں سے کھا اور اپنے رب کے راستوں پر جو تیرے لئے آسان کئے گئے ہیں چل۔ ان (مکھیوں) کے پیٹوں میں سے پینے کی ایک چیز نکلتی ہے جس کے رنگ مختلف ہیں اور اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے۔ یقیناً اس بات میں غور و فکر کرنے والی قوم کے لئے البتہ نشان ہے۔

۳- وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ لا وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ○ (سورۃ بنی اسرائیل : ۸۳)

ترجمہ: اور ہم قرآن میں سے اُتارتے ہیں جو شفا ہے اور رحمت ہے مومنوں کے لئے۔ اور یہ بات ظالموں کو گھاٹے میں بڑھاتی ہے۔

۴- وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ○ (سورۃ الشعراء : ۸۱)

اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ (خدا) مجھے شفا دیتا ہے۔

۵- وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ط ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ط قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ط وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ط اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ○ (سورۃ حٰمٓ سجدہ : ۴۵)

ترجمہ: اور اگر ہم اس قرآن کو عجمی بناتے تو وہ (مکہ والے) کہتے۔ اس کی آیتیں کھول کر نہیں بیان کی گئیں۔ کیا عجمی زبان اور عربی نبی کوئی بھی مشابہت رکھتے ہیں؟ تو کہہ دے وہ مومنوں کے لئے ہدایت اور شفا ہے۔ اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے اُن کے کانوں میں بہرا پن ہے اور اس کی حقیقت ان پر مخفی ہے۔ وہ لوگ ایسے ہیں جیسے کسی کو دور کی جگہ سے پکارا جائے۔

۶- قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ

عَلَيۡهِمۡ وَيَشۡفِ صُدُوۡرَ قَوۡمٍ مُّؤۡمِنِيۡنَ ○ (سورۃ التوبہ : ۱۴)

ترجمہ : ان سے لڑو۔ اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب دلائے گا اور ان کو رسوا کرے گا۔ اور تمہیں ان پر غلبہ دے گا اور اس ذریعہ سے مومن قوم کے دلوں کو (صدمہ اور خوف سے) نجات دے گا۔

آنحضرتؐ دم کرنے کے لئے یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کوئی آدمی کسی شے کی شکایت کرتا۔ پھوڑا ہوتا یا زخم۔ تو نبی کریمؐ اپنی انگلی سے یوں کرتے۔ راوی نے اپنی انگلی زمین پر رکھی اور پھر اٹھائی اور فرماتے۔ بِسۡمِ اللّٰہِ تُرۡبَۃُ اَرۡضِنَا بِرِیۡقَۃِ بَعۡضِنَا لِیُشۡفٰی بِہٖ سَقِیۡمُنَا بِاِذۡنِ رَبِّنَا

(مسلم کتاب السلام باب استحباب رقیۃ المریض)

اللہ کے نام کے ساتھ یہ مٹی ہماری زمین کی ہے۔ ہمارے بعض کے لعاب کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ تاکہ شفا دیا جائے۔ اس کے ساتھ ہمارا بیمار ہمارے ربّ کے حکم کے ساتھ۔

۱۴۔ بے ہوش آدمی کی بھی عیادت اور تیمار داری واجب ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ کا بیان ہے کہ میں ایک بار بیمار ہوا تو میرے پاس نبی کریمؐ اور حضرت ابوبکرؓ عیادت کے لئے تشریف لائے۔ دونوں پیادہ پا تھے۔ دونوں نے مجھے بے ہوشی کی حالت میں پایا تو نبی کریمؐ نے وضو کیا۔ پھر وضو کا بچا ہوا پانی مجھ پر چھڑکا جس سے مجھے ہوش آگیا۔ میں نے دیکھا کہ نبی کریمؐ ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! میں اپنے مال کو کیا کروں۔ تو آپؐ نے میری بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ میراث کی آیت نازل ہوئی۔ یُوۡصِیۡکُمُ اللّٰہُ فِیۡۤ اَوۡلَادِکُمۡ

(بخاری کتاب المرضیٰ باب عیادۃ المغشی علیہ)

عبداللہ بن ثابتؓ جب بیمار ہوئے حضورؐ ان کی عیادت کو گئے تو ان پر غشی طاری تھی آواز دی وہ سن نہ سکے۔ فرمایا۔ افسوس ابوالربیع۔ تم پر ہمارا زور اب نہیں چلتا۔ یہ سن کر عورتیں بے اختیار چیخ اٹھیں اور رونے لگیں۔ لوگوں نے روکا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ اس وقت رونے دو۔ مرنے کے بعد البتہ رونا نہیں چاہیئے۔ عبداللہ بن ثابتؓ کی لڑکی نے کہا مجھ کو ان کی شہادت کی امید تھی۔ کیونکہ جہاد کے سب سامان تیار کر لئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا۔ ان کو نیت کا ثواب مل چکا۔

(ابوداؤد کتاب الجنائز باب فی فضل من مات بالطاعون)

۱۴۔ عورتوں کا مردوں کی عیادت کرنا جائز ہے۔

حضرت اُمّ درداءؓ نے ایک انصاری مَرد کی عیادت کی جو مسجد میں رہتے تھے۔

(بخاری کتاب المرضیٰ باب عیادۃ النساء الرجال)

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ جب نبی کریمؐ مدینہ میں تشریف لائے تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت بلالؓ کو بہت تیز بخار ہو گیا تو وہ دونوں کی عیادت کو گئیں اور پوچھا اے والد بزرگوار! آپ کا کیا حال ہے؟ اور اے بلالؓ! آپ کا کیا حال ہے؟

(بخاری کتاب المرضیٰ باب عیادہ النساء الرجال)

۱۵۔ مریض کے پاس اس کی طبیعت یا بیماری کے مطابق تحفہ پھل یا کھانا لے کر جانا بھی محبت و مودّت کے تعلق میں مزید اضافہ کرتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔

تم آپس میں تحفے دیا کرو۔ باہم محبت بڑھے گی۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو خوشبودار گھاس یا پھول دیا جائے۔ اس کو ردّ نہ کرے کیونکہ یہ سبک اور خوشبودار چیز ہے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد دوئم صفحہ ۳۲۰ مطبع میمینہ مصر)

۱۶۔ مریض کے پاس جاکر زیادہ باتیں اور شور نہیں کرنا چاہیئے اور اگر مریض کہے کہ میرے پاس سے اُٹھ کر آپ چلے جائیں تو بغیر بُرا منائے اُٹھ کر چلے جانا چاہیئے۔

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ آنحضرتؐ کی وفات سے دو تین دن قبل گھر میں بہت سے لوگ تھے۔ جن میں حضرت عمر بن خطابؓ بھی تھے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کاغذ لاؤ۔ میں تمہارے لئے ایک تحریر لکھ دوں۔ تاکہ اس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ نبی کریمؐ کو درد کی سخت تکلیف ہے اور تمہارے پاس قرآن ہے۔ اس وقت حاضرین میں اختلاف ہوا۔ اور جھگڑنے لگے ...... اور جب شور حضورؐ کے پاس ہونے لگا تو آپؐ نے فرمایا۔ یہاں سے اُٹھ جاؤ۔

(بخاری کتاب المرضیٰ باب قول المریض قوموا عنّی)

پس معاشرہ میں محبت کی فضا کو قائم رکھنے اور یک جہتی پیدا کرنے کے لئے بیمار کی تیمارداری کرنا بہت ضروری ہے۔ یہ وہ مقدس مذہبی فریضہ ہے جس پر عمل کرنے سے انسان خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو حاصل کر لیتا ہے۔ اور جنت میں اپنا گھر بنا لیتا ہے اور ملائکہ کی دعاؤں سے فیض یاب ہونے لگتا ہے۔

پس ہمیں چاہیئے کہ ہم اس فریضہ کی ادائیگی میں کبھی کوتاہی نہ برتیں۔ بلکہ اپنے بھائی بندوں کی تکلیف کی گھڑیوں میں ان کے دکھ بانٹیں۔ اور ان کے لئے ہمیشہ دعاگو ہوں تا خدا کے قرب کا شرف حاصل کر سکیں۔

آمین

تعزیت کے آداب

موت ایک اٹل حقیقت ہے جس سے کسی کو فرار نہیں۔ قرآنی ارشاد۔
کُلُّ نفسٍ ذائقۃُ الموت کے مطابق ہر جان کو موت سے ہمکنار ہونا ہے موت
انسان کے لئے دوسرے عالم میں جانے کا ایک دروازہ ہے۔ جس سے ہر ذی روح
کو گزرنا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص کی موت مقررہ وقت پہ خدا تعالےٰ کی تقدیر
اور حکمت کے مطابق ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ سورۃ الحدید میں فرماتا ہے۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ
مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ط اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا
عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰكُمْ ط وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ
مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝ (سورۃ الحدید: ۲۳، ۲۴)

ترجمہ: زمین میں کوئی مصیبت نہیں آتی اور نہ تمہاری جانوں پر کوئی مصیبت
آتی ہے لیکن اُس کے ظہور سے پہلے ہی ہم نے اُسے مقرر کر دیا ہوتا ہے۔ یہ بات
اللہ تعالےٰ کے لئے بالکل آسان ہے تاکہ تم کو اپنی کوتاہی پر کوئی افسوس نہ ہو اور
نہ اس پر تم خوش ہو جو اللہ تم کو دے دے اور اللہ کسی شیخی خورے اکڑباز کو پسند
نہیں کرتا۔

مصائب اور مشکلات کے نزول کے وقت اسلام صبر اور دُعا کی تعلیم دیتا
ہے۔ اور یہ ایسی اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہے جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔

تمام مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں۔ اگر ایک مسلمان کو دُکھ یا تکلیف ہو تو تمام مسلمان اس کے دُکھ اور درد کی وجہ سے غم میں مُبتلا ہو جاتے ہیں۔

دُکھ کی ان انتہائی تکلیف دہ گھڑیوں میں ایک مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنے دُکھی بھائیوں کے دُکھ درد میں شریک ہو اور ان کے ساتھ تعزیت کرے۔ تعزیت سے مُراد ہے مرنے والے کے عزیزوں سے ہمدردی کرنا۔

جب تعزیت کے لئے جائیں تو مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھا جائے۔

۱۔ جب کسی کی موت کی خبر سُنیں تو اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ کے الفاظ کہیں۔ جس کے معنٰی یہ ہیں کہ ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ (ابو داؤد کتاب الجنائز باب فی الاسترجاع)

جو شخص مصیبت کے وارد ہونے پر سچّے دِل سے یہ الفاظ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ کہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اپنے ان بندوں کے دُکھوں کا اِزالہ کسی اور رنگ میں فرما دیتا ہے۔ اور ان پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرماتا ہے۔

اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ۰ الَّذِیۡنَ اِذَآ اَصَابَتۡہُمۡ مُّصِیۡبَۃٌ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ ۰ اُولٰٓئِکَ عَلَیۡہِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّہِمۡ وَرَحۡمَۃٌ ۟ وَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُہۡتَدُوۡنَ ۰

(سورۃ البقرہ : ۱۵۶، ۱۵۷)

ترجمہ: اور تو ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دے جنہیں جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اُن کے رب کی طرف سے برکتیں اور رحمت نازل ہوتی ہے۔ اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

۲۔ تعزیت کے لئے مرحوم کے رشتہ داروں کے پاس جانا چاہیئے اور انہیں تسلّی دینی چاہیئے۔ اور صبر کی تلقین کرنی چاہیئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کی مثالیں دے کر انہیں دلاسہ دینا چاہیئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت رقیق القلب تھے۔ اعزہ کی وفات پر آپ کو بہت صدمہ ہوتا تھا۔ آپؐ ان کے گھروں میں تشریف لے جاتے تھے اور انہیں صبر کی تلقین فرماتے۔

حضرت اُسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیٹی نے ایک آدمی کو بھیج کر آپؐ کو بُلا بھیجا اور کہلایا کہ بچّہ حالت نزع میں ہے۔ آپؐ نے اسی آدمی سے کہا۔ واپس جاؤ اور کہدو کہ اللہ تعالےٰ کا ہے جو اس نے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا۔ ہر چیز اس کے نزدیک ایک وقت مقرر تک ہے۔ اسے کہو کہ صبر کرو اور ثواب کی اُمید رکھو۔

(مسلم کتاب الجنائز باب البکاء علی المیّت)

قرآنی ارشاد وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ

جو تجھے تکلیف پہنچے اس پر صبر کر (سورۃ لقمان : ۱۸

کے مطابق تکلیف پر صبر سے کام لینا چاہیئے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ صابرین سے محبّت رکھتا ہے اور ان کا دوست بن جاتا ہے۔

(۳) میّت کے پاس جب بیٹھے ہوں تو بجز خیر کے کلمات کے دوسری باتیں نہیں کرنی چاہیئں۔

حضرت اُمّ سلمہؓ سے روایت ہے جب نزع کے وقت ابو سلمہؓ کی آنکھ کُھل گئی اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے۔ آپؐ نے اس کی آنکھ بند کی اور فرمایا جب رُوح قبض کی جاتی ہے تو آنکھ اس کے تابع

ہوتی ہے۔ گھر والے رونے لگے تو فرمایا کہ تم اپنے نفسوں پر بجز خیر کے دوسری دُعا مت کرو۔ کیونکہ فرشتے جو کچھ تم کہتے ہو۔ اس پر آمین کہتے ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ اے اللہ! ابو سلمہؓ کو بخش اور اس کا درجہ ان لوگوں میں بلند کر جن کو ہدایت کی گئی ہے اور اس کے پچھلوں میں تو اس کا خلیفہ ہو۔ اور ہم کو اور اس کو اے رب العالمین بخش اور اس کے لئے اس کی قبر میں فراخی دے اور اس کی قبر میں اس کے لئے روشنی کر۔

(مسلم کتاب الجنائز باب مایقال عند المریض والمیت واغماض المیّت)

میّت کا ذکر خیر کرنا چاہیئے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ جو شخص میّت کو نہلائے اور اس کی پردہ پوشی کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کی چالیس بار مغفرت کرتا ہے۔

(مسلم)

۴۔ تعزیت کے لئے جائیں تو وہاں فضول باتیں نہ کریں اور نہ ہی کوئی ایسی حرکت یا بات کریں جس سے مرحوم کے اعزّہ کو یہ خیال گزرے کہ یہ لوگ ہمارے دُکھ میں شریک ہونے نہیں آئے بلکہ محض رسماً آئے ہیں۔

۵۔ جزع فزع کرنا اسلام میں منع ہے۔ تعزیت کے وقت چھاتی کوٹنا، سر کے بال کھول کر رونا اور چلانا، گریبان پھاڑنا اور بے صبری کے کلمات کہنا سب جاہلیت کی رسمیں ہیں۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ ماتم پرسی کرنے والے ہمسائے اور رشتہ دار صبر کرنے کی تلقین کرنے کی بجائے مرحوم کے اعزّہ کے ساتھ مل کر رونے پیٹنے میں شریک ہو جاتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ ان باتوں سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ ناراض ہو جاتے ہیں۔ اور انسان کا ایمان اور ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔ حضورؐ نوحہ اور ماتم کو ناپسند فرماتے تھے۔

حضرت جعفرؓ جو آپؐ کے چچازاد بھائی تھے۔ اُن سے آپ کو بہت محبّت تھی۔ جب ان کی شہادت کی خبر آئی۔ تو آپؐ مجلس ماتم میں بیٹھے۔ اِسی حالت میں کسی نے آکر کہا کہ جعفر کو عورتیں رو رہی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ جا کر منع کر دو۔ وہ گئے اور واپس

آ کر کہا کہ میں نے منع کیا۔ لیکن وہ باز نہیں آتیں۔ آپؐ نے دوبارہ منع کرا بھیجا۔ پھر بھی وہ باز نہ آئیں۔ سہ بار منع کرنے پر بھی جب وہ نہ مانیں تو فرمایا کہ جا کر اُن کے منہ میں خاک ڈال دو۔ (بخاری کتاب الجنائز باب النہی عن النوح والبکاء)

حضرت ابوسعید خدریؓ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چلانے والی اور سُننے والی عورت پر لعنت کی ہے۔

(ابوداؤد کتاب الجنائز باب فی النوح)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص میری اُمّت میں سے نہیں ہے جو طمانچے مارے اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کا سا چلّانا چلّاوے۔

(مسلم کتاب الایمان باب تحریم ضرب الخدود وشق الجیوب والدعاء بدعوی الجاھلیۃ)

حضرت ابی مالک اشعریؓ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میری اُمّت میں سے چار باتیں کُفر کی باتوں میں سے ہیں لوگ ان کو نہیں چھوڑتے۔ ان میں سے آپ نے چلّا کر رونے کا ذِکر فرمایا کہ اگر چلّا کر رونے والی عورت نے اپنے مرنے سے قبل توبہ نہ کی تو قیامت کے دِن اس حالت میں اُٹھے گی کہ اس کا لباس تارکول کا ہوگا اور اوڑھنی خارش کی ہوگی۔ (مسلم کتاب الجنائز باب تحریم النیاحۃ)

حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنازہ کے ساتھ جلنے سے منع فرمایا جس کے ساتھ کوئی نوحہ کرنے والی عورت ہو۔

(ابن ماجہ ابواب الجنائز باب تحریم النیاحۃ)

حضرت ابوبردہؓ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اَنَا بَرِیٌٔ مِّمَّنْ حَلَقَ وَصَلَقَ وَخَرَقَ

(مسلم کتاب الایمان باب تحریم ضرب الخدود وشق الجیوب)

کہ میں اس شخص سے بیزار ہوں جو سر کے بال نوچے اور آواز نکال کر روئے اور گریبان پھاڑے۔

بعض لوگوں میں یہ جاہلانہ رسم بھی ہے کہ خود مرنے والا اپنے عزیز و اقارب کو رونے پیٹنے کی تحریک کر جاتا ہے۔ ایسے مُردے پہ اور اس پہ نوحہ کرنے والے کو بھی عذاب دیا جائے گا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا فرماتے تھے جس مُردہ پر نوحہ ہوا۔ قیامت کے دن اسی بات کے ذریعہ اسے عذاب دیا جائے گا۔ (یعنی جو بات پیٹنے والی عورت کہتی تھی۔ وہی بات قیامت کے دن فرشتے کہہ کہہ کر عذاب دیں گے کہ تو ایسا تھا۔ ایسا تھا۔)

(مسلم کتاب الجنائز باب المیت لیعذب ببکاء اھلہ)

۶۔ غم ایک قدرتی احساس ہے جو کسی کی تکلیف اور دُکھ کو دیکھ کر انسان کے اندر پیدا ہوتا ہے۔ غم کی وجہ سے انسان کا دل بوجھل ہو جاتا ہے اور آنسو بہنے لگتے ہیں۔ آنسو بہانے سے عذاب نازل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اس غم سے منع کرتا ہے جس سے انسان کے حواس ختم ہو جائیں اور اس کی عقل ماری جائے اور کام کرنے کی قوت مفلوج ہو جائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ماں سے بڑھ کر شفیق و رحیم تھے۔ آپ کی آنکھیں کسی کی تکلیف دیکھ کر بے ساختہ آنسو بہانے لگتیں۔

حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن عبادہؓ کی عیادت کی۔ آپؐ کے ساتھ عبدالرحمٰنؓ بن عوف، سعدؓ بن ابی وقاص، عبداللہ بن مسعودؓ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے اور آپؐ کو روتے دیکھ کر اور لوگ بھی رونے لگے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا تم سُنتے نہیں۔ اللہ تعالیٰ آنسو بہانے سے اور دِل غمگین ہونے پہ عذاب نہیں کرتا۔ ہاں زبان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ اس وجہ سے عذاب

کرتا ہے یا رحم ۔ (مسلم کتاب الجنائز باب البکاء علی المیّت)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بیٹے ابراہیم کے پاس اس کی نزع کے وقت تشریف لائے۔ آپؐ کے آنسو نکل آئے۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا۔ رسول اللہؐ۔ آپؐ اور یہ حالت؟ فرمایا۔ یہ تو رحمت ہے۔ پھر اس کے بعد دوسری بار آنسو نکلے تو فرمایا۔

اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ یَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی رَبُّنَا وَ اِنَّا بِفِرَاقِکَ یَا اِبْرَاھِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ۔

(بخاری کتاب الجنائز باب قول النبیؐ انا بک لمحزونون)

آنکھ آنسو بہاتی ہے۔ اور دِل غمگین ہے اور ہم وہی بات کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہو۔ اور اے ابراہیم ۔ ہم تمہاری جدائی سے غمگین ہیں ۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کا لڑکا حالت نزع میں آپؐ کے پاس لایا گیا۔ اسے دیکھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں پانی بھر آیا۔ سعدؓ نے کہا۔ یارسول اللہؐ ! یہ کیا ؟ آپؐ نے فرمایا۔ یہ اللہ کی رحمت ہے جو اس نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نرم دل رحم کرنے والے بندوں پر رحمت کرتا ہے۔

(مسلم کتاب الجنائز باب البکاء علی المیت)

۷۔ اسلام ہمدردی کا مذہب ہے۔ جب کسی بھائی یا ہمسائے کے گھر ماتم ہو جائے تو برادرانہ ہمدردی کی راہ سے کھانا تیار کر کے اس کے گھر بھجوایا جائے۔

حدیث میں آتا ہے۔

حضرت عائشہؓ تلبینہ (جو ایک قسم کا کھانا ہے اور جسے حضورؐ بھی بہت پسند فرماتے تھے) تیار کر کے اپنے رشتہ داروں کے ہاں بھجوایا کرتی تھیں۔

(بخاری کتاب الطب باب التلبینۃ)

۸۔ تعزیت کے لئے جائیں تو موت فوت کے متعلق بدعات اور رسومات سے قطعی پرہیز کریں۔ مجلس فاتحہ خوانی۔ قل خوانی (جو مرنے والے کی وفات کے تیسرے دن کی جاتی ہے) میں شامل نہ ہوں۔ یہ سراسر بدعات ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ کے خلفاء راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ کے زمانے میں ان کی کوئی سند نہیں ملتی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

(مسلم کتاب الجمعۃ باب خطبۃ فی الجمعۃ)

کہ ہر بدعت گمراہی کی طرف لے جاتی ہے

بدعت کے بے پناہ داعوں نے آج مسلمانوں کو گمراہی کے راستوں کی طرف دھکیل دیا ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ میّت کو صرف دُعا اور صدقہ پہنچتا ہے۔

۹۔ تعزیت کے لئے جائیں تو عورتوں کو چاہیئے کہ وہ جنازوں کے ساتھ نہ جائیں۔

حضرت اُمِ عطیہؓ سے روایت ہے آپؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں جنازوں کے پیچھے پیچھے جانے سے منع کیا گیا۔ مگر اِس باب میں ایسا تشدّد نہیں کیا گیا۔

(مسلم کتاب الجنائز باب النہی النساء عن اتباع الجنائز)

جنازہ کے ساتھ نوحہ اور ماتم کرتے ہوئے جانا ایک نہایت نازیبا حرکت ہے اسلام نے اس سے روکا ہے۔ حضورؐ نے تو اس جنازہ کے ساتھ صحابہؓ کو جانے سے منع کر دیا جس پر کوئی عورت نوحہ کر رہی ہو۔

(ابن ماجہ ابواب الجنائز باب فی النہی عن النیاحۃ)

۱۰۔ جنازہ جب جائے تو تعظیماً کھڑے ہو جانا چاہیئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب جنازہ جاتا تو کھڑے ہو جاتے تھے۔

بُخاری میں روایت ہے کہ آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ جنازہ جاتا ہو تو اس کے

ساتھ جاؤ۔ ورنہ کم از کم کھڑے ہو جاؤ اور اس وقت تک کھڑے رہو کے جنازہ سامنے سے نکل جائے۔

(بخاری کتاب الجنائز باب متیٰ یقعد اذا قام للجنازۃ)

سفر کے آداب

اللہ تعالےٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات کے لقب سے سرفراز کیا۔ اور اسے اَن گنت نعمتوں سے نوازا۔ اُس نے انسان کے سفر کو آسان کرنے کے لئے سواری مہیّا کی۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔

وَالَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ۝ (سورۃ الزخرف : ۱۳)

اس نے تمہارے لئے ہر قسم کے جوڑے پیدا کئے ہیں۔ اور اُس نے تمہارے لئے کشتیاں بنائیں اور چوپائے پیدا کئے۔ جن پر تم سوار ہوتے ہو۔

دینی و دُنیاوی نعماء سے متمتع ہونے کے لئے انسان سفر اختیار کرتا ہے اور بسا اوقات وہ سیر و تفریح اور عبرت اور تجربہ حاصل کرنے کے لئے بھی سفر کرتا ہے جیسا کہ ارشادِ ربّانی ہے۔

سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ۔ (سورۃ اٰل عمران : ۱۳۸)

(النحل : ۳۷) (النمل : ۷۰) (الانعام : ۱۲) (العنکبوت : ۲۱) (الروم ۴۳،)

کہ تم زمین میں گھومو پھرو۔

آیئے قرآنی ارشادات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبّہ کے اسفار سے راہ پاتے ہوئے سفر کے آداب سیکھیں۔

۱۔ کوشش کی جائے کہ سفر دِن کے پہلے پہر میں کیا جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حج، عمرہ اور زیادہ تر جہاد کی وجہ سے سفر کی ضرورت پیش آتی تھی۔ آپ سفر کے لئے صبح کے تڑکے روانہ ہوتے اور افواج کو بھی صبح صبح روانہ فرماتے تھے۔

حضرت صخر بن وداعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یا اللہ! میری اُمت کے لئے ان کے دن کے پہلے پہر میں برکت دے۔ اور جب کوئی سریہ یا لشکر بھیجتے تو پہلے پہر کو روانہ فرماتے۔

(ابوداؤد کتاب الجہاد باب الابتکار فی السفر)

۲۔ جمعرات کے دن اگر ممکن ہو تو سفر اختیار کیا جائے۔

کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے روز سفر کرنا پسند فرماتے تھے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے سوا کم ہی سفر کو نکلتے تھے۔

(بخاری کتاب الجہاد باب من اراد غزوۃ فوری بغیرھا)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کی اجازت مانگی۔ پس آپ نے مجھے اذن دیا اور فرمایا۔ پیارے بھائی اپنی دُعاؤں میں ہمیں نہ بھولنا۔ یہ آپ نے ایسا حکم فرمایا کہ اس کے عوض تمام دُنیا مل جائے تو بھی مجھے ایسی خوشی نہ ہو۔

(ترمذی ابواب الدعوات احادیث شتّٰی فی ابواب الدعوات)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر فرماتے اور رات ہو جاتی تو یہ کلمات فرماتے

يَا أَرْضُ رَبِّيْ وَرَبُّكِ اللّٰهُ۔ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِيْكِ وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيْكِ وَشَرِّ مَا يَدِبُّ عَلَيْكِ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ بِكِ مِنْ أَسَدٍ وَّ أَسْوَدَ وَمِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ وَمِنْ سَاكِنِي الْبَلَدِ وَمِنْ

وَالِدٍ وَّمَا وُلِدَ۔

(ابوداؤد کتاب الجہاد باب مایقول الرجل اذا نزل المنزل)

ترجمہ۔ اے زمین میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔ میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی تیری بُرائی سے اور اُس چیز کی بُرائی سے جو تجھ میں ہے۔ اور پناہ مانگتا ہوں اس شرارت سے جو تجھ میں پیدا کی گئی ہے۔ اور جو تجھ پر چلتی ہے۔ میں پناہ مانگتا ہوں شیر اور کالے سانپ اور بچھو کے شر سے اور زمین کے رہنے والوں سے اور والد اور مولود سے۔

حضرت خولہ بنت حکیمؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو شخص منزل میں اُترے اور کہے

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ

(مسلم کتاب الذکر باب التعوذ من سوء القضاء ودرک الشقاء وشرہ)

میں اللہ کے کلمات کاملہ کے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں۔ ان تمام چیزوں کے شر سے جو اُس نے پیدا کی ہیں اسے کوئی چیز ضرر نہیں دیتی۔

۴۔ سواری پر چڑھتے ہوئے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنی چاہیئے۔ پھر سوار ہو کر تین بار تکبیر اللہ اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے) کہنی چاہیئے پھر یہ قرآنی دعا پڑھی جائے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ

وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔ (سورۃ الزخرف: ۱۴،۱۵)

ترجمہ:۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اس (سواری) کو ہمارے تابع کر دیا۔ حالانکہ ہم اس کو جکڑنے والے نہ تھے۔ اور یقیناً ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

قرآنِ مجید میں سواری پر چڑھنے کے لئے یہ دُعا بھی آئی ہے جو حضرت نوحؑ کو اللہ تعالےٰ نے سکھائی تھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

(سورۃ ہود ۱۱: ۴۲)

اس (سواری) کا چلنا اور اس کا ٹھہرایا جانا اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے ہوگا۔ میرا رب یقیناً بہت ہی بخشنے والا بار بار رحم کرنے والا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سواری آتی اور رکاب میں قدم مبارک رکھتے تو بسم اللہ کہتے اور جب زین پر سوار ہو جاتے تو تین بار تکبیر کہتے۔ اس کے بعد یہ آیت پڑھتے۔

سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ○ (سورۃ الزخرف: ۱۴، ۱۵)

پھر یہ دعا کرتے

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْاَلُكَ فِيْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا فِيْ سَفَرِنَا هٰذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهٗ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْاَهْلِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَالْوَلَدِ

(مسلم کتاب الحج باب ما یقول اذا رکب علی سفر الحج)

ترجمہ:۔ اے اللہ! ہم اپنے اس سفر میں تجھ سے نیکی اور تقویٰ مانگتے ہیں اور وہ عمل جس سے تو راضی ہو جائے۔ اے اللہ! ہمارے اس سفر میں تو ہمارے لئے آسانی پیدا کر۔ اور اس کی دُوری اور مسافت ہمارے لئے لپیٹ دے۔ اے اللہ! تو ہی اس سفر میں ہمارا ساتھی اور تو ہی ہمارے گھر والوں کے لئے ہمارا قائمقام ہے۔ اے اللہ! مَیں تجھ سے اس سفر کی شدّت سے

پناہ مانگتا ہوں اور بُرے منظر سے اور گھر بار کی طرف بُری واپسی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

۴۔ دورانِ سفر بھی دُعائیں مانگتا رہنا چاہیئے۔ کیونکہ سفر میں کی گئی دُعائیں قبولیت کا رنگ اختیار کر لیتی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک ذکرِ الٰہی سے تر رہتی اور سفر میں آپؐ کثرت سے دُعائیں مانگا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن برجسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کرتے تو سفر کی شدّت اور پھرنے کے رنج اور زیادتی کے بعد نقصان لاحق ہونے اور مظلوم کی دُعا اور اہل و مال میں بُری نظر سے تعوّذ کیا کرتے تھے۔

(مسلم کتاب الحج استحباب الذکر اذا رکعب دابۃ)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تین دُعائیں بپایۂ قبولیت جگہ پاتی ہیں۔ مظلوم کی دُعا۔ مسافر کی دُعا۔ اور باپ کی بد دُعا بیٹے کے خلاف۔ (باپ کی دُعا بیٹے کے حق میں)

(ترمذی ابواب الدعوات باب ماجاء فی دعوۃ المسافر)

۵۔ سفر میں اگر کوئی بلند جگہ آئے یا کسی چوٹی پہ چڑھیں تو تکبیر یعنی "اللہ اکبر" کہنی چاہیئے۔ اور جب نیچے اُتریں تو تسبیح کرنی چاہیئے۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جب ہم بلند جگہ پہ چڑھتے تھے تو تکبیر کہتے اور جب نیچے اُترتے تو تسبیح کہتے۔

(بخاری کتاب الجہاد باب التسبیح اذا ھبط وادیًا)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ ایک شخص نے کہا۔ یا رسول اللہ! میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں۔ آپ مجھے وصیت فرمائیے۔ فرمایا۔ تجھے لازم ہے کہ

اللہ کا تقویٰ اختیار کرے اور جب کسی بلندی پہ چڑھے تو تکبیر کہے۔ جب اس شخص نے پیٹھ پھیری تو فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ اَطْوِلَهُ الْبُعْدَ وَهَوِّنْ عَلَيْهِ السَّفَرَ۔

(ترمذی ابواب الدعوات باب ماذا یقول اذا ودع انساناً)

اے اللہ ! اس کے لئے مسافت کو لپیٹ دے اور سفر اس پہ آسان کردے۔

۶۔ سفر میں کثرت سے استغفار کرنی چاہیئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں استغفار کرتے اور یہ دعا مانگتے تھے۔

سُبْحَانَكَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔

(ابوداؤد کتاب الجہاد باب مایقول الرجل اذا رکب)

اے اللہ تو پاک ہے۔ میں نے اپنی جان پہ ظلم کیا۔ پس تو مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا اور کوئی گناہ بخشنے والا نہیں۔

۷۔ جب کسی آبادی میں داخل ہوں تو دعا پڑھنی چاہیئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی آبادی میں داخل ہونا چاہتے تو یہ دعا پڑھتے۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْاَرْضِيْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّيَاطِيْنِ وَمَا اَضْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّيَاحِ وَمَا ذَرَيْنَ اَسْاَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَخَيْرَ اَهْلِهَا وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ اَهْلِهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا۔

(المستدرک للحاکم جلد نمبر ا ص۴۴۶ کتاب المناسک الدعاء عند رؤیۃ قریۃ یرید دخولہ)

اے اللہ ! اے ساتوں آسمانوں اور ان تمام چیزوں کے پروردگار جن پر وہ سایہ افگن ہیں۔ اے ساتوں زمینوں اور ان تمام مخلوقات کے پروردگار

جو اُن پر موجود ہیں۔ اے شیاطین اور اُن تمام نفوس کے پروردگار جن کو وہ گمراہ کرتے ہیں۔ اے ہوا اور اُن تمام چیزوں کے پروردگار جن کو وہ اُڑاتی ہیں۔ مَیں تجھ سے اس گاؤں اور اس گاؤں کے رہنے والوں کی بھلائی کی درخواست کرتا ہوں۔ اور اس گاؤں اور اِس گاؤں کے رہنے والوں کی بُرائی سے پناہ مانگتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ پہنچتے تو پہلے مسجد میں جاکر دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ (بخاری کتاب المغازی باب حدیث کعب بن مالکؓ)

۸۔ اگر ہوسکے تو گھر میں سفر سے اپنی واپسی کی اطلاع بھجوائی جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سفر سے جب واپس آتے تو گھر میں اپنے آنے کی اطلاع دیتے۔ اِسی طرح آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا تھا کہ وہ سفر سے آنے کے ساتھ ہی گھر کے اندر نہ چلے جائیں تاکہ عورتیں اطمینان کے ساتھ سامان درست کرلیں۔ (ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی الطروق)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے بہت دنوں تک گھر سے جُدا رہے تو رات کو اپنے گھر والوں کے پاس نہ آئے۔

(مسلم کتاب الامارۃ باب کراھۃ الطروق وھوالدخول لیلًا لمن ورد من السفر)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ گھر میں پہلے یا پچھلے پہر آیا کرتے تھے۔

(مسلم کتاب الامارۃ باب کراھۃ الطروق وھوالدخول لیلًا لمن ورد من السفر)

۹۔ رات کے وقت اگر کسی جگہ پر پڑاؤ کرنا پڑے تو راستہ کے کنارے پر نہ ٹھہرا جائے بلکہ راستہ سے ہٹ کر فروکش ہوا جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔

اور جب تم رات اُترو۔ تو رستہ سے کنارہ پر ہوکر۔ کیونکہ وہ چوپاؤں اور حشرات الارض کی جگہ ہے۔

(مسلم کتاب الامارۃ باب مراعاۃ مصلحۃ الاداب فی السیر)

۱۰۔ سفر کے دوران کسی جگہ پر اگر قیام کرنا پڑے تو پھر اکٹھے ہی ایک جگہ ٹھہرا جائے۔ نہ کہ متفرق ہوکر جگہ جگہ قیام کیا جائے۔ حضرت ابو ثعلبہؓ کا بیان ہے کہ لوگ جب کسی منزل میں فروکش ہوتے تو پہاڑوں کے دروں اور نالوں میں متفرق اور منتشر ہوکر اُتر پڑتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تفرقہ ایک شیطانی حرکت (غلطی) ہے۔ اس کے بعد لوگ اُترتے تو ایک دوسرے سے متصل ہوکر اُترتے۔

(ابو داؤد کتاب الجہاد باب ما یؤمر من انضمام العسکر)

(۱۱۔ رات کے وقت اکیلے میں سفر کرنے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر لوگ تنہا چلنے میں نقصان جانتے جیسا میں جانتا ہوں تو کوئی سوار رات کو تنہا نہ چلے۔ (بخاری کتاب الجہاد باب السیر وحدہٗ)

حضورؐ فرماتے تھے کہ تین سوار، سوار ہیں۔

(ترمذی ابواب الجہاد باب ما جاء فی کراھیۃ ان یسافر الرجل وحدہٗ)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ فرماتے تھے کہ بہترین ساتھی چار ہیں۔

(ابو داؤد کتاب الجہاد باب فیما یستحب من الجیوش والرفقاء والسرایا)

۱۲۔ تین آدمی اگر سفر کریں تو چاہیئے کہ ایک آدمی کو اپنے میں سے امیر مقرر کرلیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تین آدمی سفر کو نکلیں تو لازم ہے کہ ایک کو اپنا امیر بنالیں۔

(ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی القوم یسافرون یؤمرون احدھم)

۱۳۔ سفر میں زادِ راہ ساتھ لے جانا چاہیئے۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے۔

اِنَّ خَیۡرَ الزَّادِ التَّقۡوٰی (سورۃ البقرہ : ۱۹۸)

کہ بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور کہا یارسول اللہ! آپ مجھے زادِ راہ عطا کیجئے ؟ فرمایا

زَوَّدَكَ اللّٰهُ التَّقۡوٰی

(ترمذی ابواب الدعوات باب ماجاء مایقول اذا ودع انساناً)

اللہ تقویٰ کو تیرا زادِ راہ کرے۔

۱۴۔ دورانِ سفر اپنے دوسرے مسافر بھائیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کیا جائے ان کی مدد کرنا۔ ان کو کھانے میں سے دینا ان کا حق بنتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

وَاٰتِ ذَا الۡقُرۡبٰی حَقَّهٗ وَالۡمِسۡكِیۡنَ وَابۡنَ السَّبِیۡلِ وَلَا تُبَذِّرۡ تَبۡذِیۡرًا ۔ (سورۃ بنی اسرائیل : ۲۷)

اور تو قریبی رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین کو اور مسافر کو۔ اور فضول خرچی نہ کر۔

ابوسعید الخدریؓ کا بیان ہے کہ ہم سفر میں تھے۔ جو ایک آدمی اونٹ پر آیا۔ اور دائیں بائیں دیکھنے لگا۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس کے پاس سواری زائد ہو اسے دیدے اور جس کے پاس سواری نہیں کھانا زائد ہے تو وہ اسے دیدے۔ اسی طرح آپؐ نے متعدد چیزیں گنوائیں۔ یہاں تک کہ ہم سمجھے۔ زائد مال میں ہمارا کچھ حق نہیں۔

(مسلم کتاب اللقطہ باب استحباب المواساۃ بفضول المال)

حضورؐ دورانِ سفر صحابہ کرامؓ کا خیال رکھا کرتے تھے

حدیث میں آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں چلتے پیچھے ہو جایا کرتے۔ کمزور سواری کو ہانکتے اور کسی کو اپنے پیچھے چڑھا لیا کرتے اور ضعیف کے لئے دُعا کرتے۔

(ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی المزوم الساقۃ)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ کا ارادہ کیا۔ پس فرمایا۔ اے مہاجرو! اے جماعت انصار! تمہارے بھائیوں میں سے ایسے بھی ہیں جن کے پاس مال نہیں اور نہ ان کی برادری ہے پس مناسب ہے کہ تم میں سے ہر ایک دو، دو، تین، تین آدمی اپنے ساتھ ملالے پس ہم میں سے کسی کے پاس سواری نہ تھی۔ مگر یہ کہ ایک دوسرے کے بعد باری باری سوار ہوتے تھے۔ (ابوداؤد کتاب الجہاد باب الرجل یتحمل بمال غیرہ لیغزوا)

۱۵۔ جس مقصد کے لئے سفر اختیار کیا گیا ہے اگر وہ پورا ہو جائے تو جلد گھر واپس لوٹ آنا چاہیئے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سفر عذاب کا ٹکڑا ہے۔ تم کو کھانے پینے سونے سے روکتا ہے۔ سو جب اپنا مطلب پورا کرلو تو گھر کو واپس آنے میں جلدی کیا کرو۔

(بخاری کتاب العمرۃ باب السفر قطعۃ من العذاب)

۱۶۔ سفر کے دوران بھی نماز ادا کرنی ضروری ہے۔ سفر میں اگر پانی نہ ہو تو تیمم کے ساتھ ہی نماز ادا کی جائے۔ سفر میں وتر اور فجر کی دو سنتوں کے علاوہ باقی سُنتیں معاف ہو جاتی ہیں۔ نفل پڑھے یا نہ پڑھے یہ انسان کی مرضی ہے۔ سفر میں نماز جمع کرنا بھی جائز ہے۔ قبلہ اگر معلوم نہ ہو سکے تو جدھر سواری کا رُخ ہو اِس طرف ہی منہ کر کے نماز پڑھ لینی چاہیئے۔

ارشادِ خداوندی ہے۔

اَیۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡهُ اللّٰهِ (سورۃ البقرہ : ۱۱۶)

ترجمہ ،، کہ جہاں کہیں تم پھرو گے وہاں اللہ کی توجہ ہوگی۔

اگر مسافر کا پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو ظہر۔ عصر اور عشاء کی نماز کے چار فرضوں کی بجائے دو فرض ادا کرے گا۔

اگر امام مقیم ہو اور مسافر اس کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا ہو اس صورت میں مسافر کو پوری نماز امام کی اتباع میں پڑھنی ہوگی۔ اور اگر امام مسافر ہو تو وہ دو رکعت نماز پڑھے گا اور اس کے مقیم مقتدی کھڑے ہو کر بقیہ رکعتیں پوری کر کے سلام پھیریں گے۔

حضرت ابنِ عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حالت سفر میں نماز ظہر و عصر کو اور نماز مغرب اور عشاء کو ملا کر پڑھ لیا کرتے تھے۔

(تجرید بخاری حصہ اول ص۲۳۲)

حضرت ابنِ عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ سفر میں بہت رہا ہوں مگر میں نے آپؐ کو سفر میں نماز نفل پڑھتے نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ

(سورۃ الاحزاب ، ۲۲)

بے شک تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے رسولؐ کے افعال ایک اچھی اقتدا ہے

(تجرید بخاری حصہ اول ص۲۳۲)

حضرت عامر بن ربیعہؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ رات کو سفر میں اپنی سواری پر نفل نماز پڑھا کرتے تھے۔ جس طرف وہ جا رہی تھی۔ (اگرچہ اس کا رُخ غیر قبلہ ہو جاتا)

(تجرید بخاری حصہ اول ص۲۳۲)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدینہ سے مکّہ تک گئے تو آپؐ برابر دو رکعت نماز پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ ہم لوگ مدینہ لوٹ آئے کسی نے اس کی نسبت پوچھا کہ آپؐ نے مکّہ میں کتنے روز قیام کیا۔
آپؐ نے فرمایا۔ دس روز

(تجرید بخاری حصہ اول صہ۲۳۰)

سفرِ حج میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ باجماعت نماز قصر ادا کرتے تھے۔

(بخاری ابواب التقصیر الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ بمنیٰ)

۱۷۔ عورت کو چاہیئے کہ وہ ایک رات اور دن کی مسافت کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اللہ اور قیامت کے دِن پہ ایمان رکھتی ہے اُسے جائز نہیں کہ ایک دن رات کی مسافت کا سفر ایسے حال میں کرے کہ اس کے ہمراہ کوئی محرم نہ ہو۔

(تجرید بخاری حصہ اول صہ۲۳۱)

۱۸۔ سفر پہ جانے سے پہلے اجتماعی دُعا کی جائے اور دُعا کے ساتھ وداع کیا جائے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی لشکر روانہ کرتے تو اس کو دُعاؤں کے ساتھ رُخصت فرماتے۔ لشکر کے امیر کو خاص طور پر اپنے رفیقوں کے ساتھ نیکی کرنے کی ہدایت فرماتے اور پرہیزگاری اختیار کرنے کی نصیحت فرماتے۔

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سفر کا ارادہ کرنے والے شخص سے کہتے۔ میرے نزدیک ہو۔ میں تجھے وداع کروں جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو وداع کیا کرتے تھے۔ پس آپؐ کہتے۔

اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دِیْنَکَ وَ اَمَانَتَکَ وَخَوَاتِیْمَ عَمَلِکَ

(ترمذی ابواب الدعوات باب ماجاء ما ذا یقول اذا ودّع انسانًا)

مَیں تیرے دین اور امانت اور تیرے عملوں کے خاتمے کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی لشکر کو روانہ فرماتے تو انہی الفاظ سے دُعا دیتے تھے۔

(ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الدعا عند الوداع)

۱۹۔ جب سفر سے واپس لوٹیں تو یہ دُعا پڑھنی چاہیئے۔

اٰیِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ

(مسلم کتاب الحج باب ماذا یقول اذا رجع من سفر الحج)

ہم لوٹنے والے ہیں۔ توبہ کرنے والے ہیں۔ عبادت کرنے والے ہیں۔ اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس آتے تو یہ دُعا پڑھا کرتے تھے۔

پس ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے سفروں میں سفر کے آداب کو ملحوظ رکھیں اور دُعاؤں میں لگے رہیں۔ اور خدا تعالےٰ سے دین و دُنیا کی بھلائی مانگیں۔ کیونکہ مسافر کی دُعا قبول ہوتی ہے اور اگر ہم مقیم ہیں تو ہمیں چاہیئے کہ ہم مسافر کے ساتھ حسن سلوک کریں۔ اس کا اکرام کریں۔ اور اس کا حق ادا کریں۔ اور اس کی خدمت کریں کیونکہ مسافروں کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے سے دُنیا سے فتنے فساد اور منافرت اور جھگڑے مٹ جانے کا موجب بن جاتے ہیں۔ مسافر کے حق کے متعلق تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو فرمایا کہ جب تم کسی بستی میں جاؤ تو تین دن تک کی ضیافت کا تم کو حق ہے۔

آداب حیات طبع دوم شمارہ ۲۱ تعداد ایک ہزار کاتب [illegible] پرنٹر

نمبر	نام کتاب	تفصیل	صفحات
۱	اخلاقِ حسنہ	حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا خطبہ ۲۵ مارچ ۱۹۸۸ء بمقام لندن	۲۸
۲	مقدس ورثہ	بچوں کے لئے سیرت نبویؐ کے سلسلہ کی پہلی کتاب	۱۶
۳	سبز اشتہار اور لیکچر سیالکوٹ	حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی کتب سوال و جواب کی شکل میں	۳۲
۴	کونپل	پانچ سال تک کی عمر کے بچوں کا تعلیمی و تربیتی نصاب	۱۶
۵	چشمۂ زمزم	بچوں کے لئے سیرت نبویؐ کے سلسلہ کی دوسری کتاب	۲۰
۶	غنچہ	سات سال تک کی عمر کے بچوں کا تعلیمی و تربیتی نصاب اس میں تصویروں کے ساتھ وضو کرنے اور نماز ادا کرنے کا طریقہ درج ہے۔	۷۲
۷	ضرورۃ الامام اور لیکچر لدھیانہ	حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی کتب سوال و جواب کی شکل میں	۴۰
۸	"THE NAZARENE KASHMIRI CHRIST"	دیپالپور کی مجلس عرفان	۴۰
۹	قواریر قوامون	اصلاح معاشرہ پر کتاب	۸۸
۱۰	"گل"	دس سال تک کی عمر کے بچوں کا تعلیمی و تربیتی نصاب مکمل نماز باترجمہ	۱۰۰
۱۱	ایک بابرکت انسان کی سرگزشت	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے حالات	۶۸
۱۲	افاضات ملفوظات (طبع دوم)	حضرت مسیح موعود کے ملفوظات سے اقتباسات	۲۱۲
۱۳	اصحاب فیل	بچوں کے لئے سیرت نبویؐ کے سلسلہ کی تیسری کتاب	۲۴
۱۴	بیت بازی	درثمین، کلام محمود، درعدن اور بخار دل سے منتخب اشعار	۳۲
۱۵	پانچ بنیادی اخلاق	حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا خطبہ ۲۴ نومبر ۱۹۸۹ء	۲۴
۱۶	تذکرۃ الشہادتین اور پیغام صلح	حضرت بانی سلسلہ کی کتب سوال و جواب کی شکل میں	۵۸
۱۷	حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بچے		۹۲
۱۸	صد سالہ تاریخ احمدیت	بطرز سوال و جواب	۴۸۰
۱۹	فتوحات	حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی انذاری پیشگوئیاں	۷۶
۲۰	بے پردگی کے خلاف جہاد	جلسہ سالانہ ۱۹۸۲ء خواتین سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا خطاب	۲۸
۲۱	آداب حیات	قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں	۲۲۴
۲۲	مجالس عرفان (طبع دوم)	حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی مجالس سوال و جواب	۱۴۰
۲۳	واقفین نو کے والدین کی رہنمائی کے لئے		۲۴
۲۴	برکات الدعاء اور مسیح ہندوستان میں	حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی کتب سوال و جواب کی شکل میں	۴۸
۲۵	بدرگاہ ذیشان	منتخب نعتوں کا مجموعہ	۱۴۴
۲۶	المحراب	صد سالہ جشن تشکر نمبر ۱۹۸۹ء	۲۰۴
۲۷	المحراب	سوواں جلسہ سالانہ نمبر ۱۹۹۱ء	۲۵۲
۲۸	پیاری مخلوق	بچوں کے لئے سیرۃ نبویؐ کے سلسلے کی چوتھی کتاب	۶۰
۲۹	دعوت الی اللہ		۲۸
۳۰	SAYYEDNA BILAL	بچوں کیلئے انگریزی میں حضرت سیدنا بلالؓ کی زندگی کے حالات	۳۰
۳۱	خطبہ لقاء		
۳۲	حوا کی بیٹیاں اور جنت نظیر معاشرہ	خطابات حضرت خلیفۃ المسیح الرابع	۱۶۰
۳۳	میرے بچپن کے دن		۴۸
۳۴	ری الانبیاء		۱۵۲
۳۵	عہدیداران کے لئے نصائح	خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع	۲۰
۳۶	گلدستہ		۱۲۰
۳۷	سیرۃ و سوانح حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم	(بطرز سوال و جواب)	۲۹۰
۳۸	دعائے مستجاب		۱۹۲
۳۹	میری کہانی		۱۲۰
۴۰	کلام طاہر		۱۴۴
۴۱	انبیاء کا موعودؑ		۷۲
۴۲	حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ		۱۷۲
۴۳	ترکیبیں،	آسان کم خرچ، خالص اشیاء بنانے کی ترکیبیں	۴۹
۴۴	قندیلیں	سبق آموز واقعات	۱۹۲